جمع اول : حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ
اضافہ : مولانا عبد الملک عتیق
ترتیب اور عنوانات جناب محمود اشرف عثمانی دامت برکاتہم

ادارہ اسلامیات ○ انارکلی لاہور ۲ پاکستان
۷۳۲۴۷۸۵ ۷۲۴۳۹۹۱ ۷۳۵۳۲۵۵

فہرست مکاتیبِ رشیدیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

احقر کے لئے یہ بات انتہائی باعثِ تشکر ہے کہ اللہ تعالےٰ شانہٗ نے اپنے فضل محض سے اس ناچیز کو توفیق عطا فرمائی کہ "ادارۂ اسلامیات" کے ذریعے اوّلاً "تذکرۃ الرشید" کی طباعت جدیدہ کا سامان بہم پہنچا اور اس کے بعد حضرت گنگوہی قدس سرّہٗ کے رسائل کا اہم مجموعہ "تالیفاتِ رشیدیہ" کے نام سے مرتب کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ فللّٰہ الحمد وحدہٗ۔

ان مذکورہ بالا دونوں کتب کے بعد احقر کی خواہش تھی کہ حضرت گنگوہی قدس سرّہٗ کے مکاتیب کو مختلف مراجع سے جمع کرنے کے بعد ایک مجموعہ میں شائع کرکے محفوظ کردیا جائے تاکہ یہ بکھرے ہوئے مکاتیب کہیں اور زیادہ منتشر نہ ہو جائیں۔ مگر وقت گزرتا گیا اور یہ خواہش جلد پوری نہ ہوسکی یہاں تک کہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے دورۂ حدیث کے طالب علم مولوی عبدالملک عتیق سلّمہٗ نے اپنی رغبت اور احقر کی درخواست پر ان مکاتیب کے جمع کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ اس مقصد کے لئے انھوں نے جامعہ دارالعلوم کراچی کے کتب خانہ سے مراجعت کرنے کے علاوہ مختلف حضرات و اکابر سے رابطہ قائم کیا اور اُن بیسیوں کتابوں کا مطالعہ کیا جہاں سے اُن مکاتیب کے حاصل ہونے کی ادنیٰ سی بھی توقع تھی ——— اس طرح بحمد اللہ تعالےٰ ان کی محنت کے نتیجہ میں یہ مکاتیب جمع ہوگئے جو اب آپ کے سامنے ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اُن کی محنت کو شرفِ قبول سے نوازے اور انھیں مزید بیش از بیش دینی خدمات کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

ان جمع شدہ مکاتیب کو ترتیب دینے اور ان مکاتیب میں مندرج مضامین کی فہرست عنوانات مرتب کرنے کی سعادت احقر کو نصیب ہوئی۔ اس کام میں احقر نے حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی "مکاتیب رشیدیہ" کو بنیاد بنایا اور دیگر مآخذ سے حاصل ہونے والے مکاتیب کا اس پر اضافہ کرکے مجموعہ کی شکل دے دی ہے۔

احقر کو یہ امر تو مناسب معلوم نہ ہوا کہ حضرت قدس سرّہٗ کے مکتوب کے درمیان عنوان قائم کرکے مکتوب کا تسلسل ختم کیا جائے اور محل بے محل عنوانات کا پیوند لگانے کی گستاخی کا ارتکاب کیا جائے۔ اس لئے اصل مکتوب کو تو

بعینہٖ بلا کسی ادنیٰ ترمیم و اضافہ کے نقل کیا گیا ہے۔ البتہ احقر نے مکاتیب کے نمبر قائم کر کے شروع میں فہرست مضامین بنا دی ہے تاکہ مکاتیب تلاش کرنے اور ان کا موضوع معلوم کرنے میں سہولت ہو جائے۔

امید ہے کہ اس فہرست مضامین سے ہر مکتوب کا موضوع ہی نہیں بلکہ مکتوب کا خلاصہ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ سمجھ میں آسکے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس مجموعہ کو جامع اور مرتب کے حق میں قبول فرمائیں اور ان مکاتیب کے انوارِ رشد و ہدایت سے ایک عالم کو فیضیاب فرمائیں۔

آمین!

احقر

محمود اشرف عفی عنہ

جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

۲ / ۸ / ۱۴۱۶ ہجری

تمہید

(از مؤلف "مکاتیب رشیدیہ" حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علی نبیہ وصفیہ ۔ اما بعد نامراد عاشق الٰہی عفی عنہ میرٹھی اپنے مرشد برحق مخدوم العالم قطب الارشاد شیخ الشیوخ سیدنا ومولانا الحاج المولوی رشید احمد محدث گنگوہی قدس سرہٗ کے چند ہدایت ناموں کو برادران دین کی نذر گزرانکر عرض کرتا ہے۔ ہر چند کہ بندہ نا اہل و ناکارہ اپنی بے بضاعتی کو تاہی ہمت اور سب سے زیادہ اس کوچہ سے ناآشنائی و ناواقفیت کے سبب حالات و مذکرات مشائخ سے خوف کرتا اور تحریر کلمات طیبات و تسطیر ارشادات عالیات قطب العالم سے معذور تھا مگر مربی روحانی کے امر کا محض امتثال لرزتے ہاتھوں اور کپکپاتے قلم سے یہ چند اجزاء لکھوا کر مجبور کر رہا ہے کہ یہ تحفہ آپ کے پیش ہو۔

قدسی نژاد ملک سیرت دینی بادشاہ کے کئی سو والا نامے ہیں یہ مکاتیب اس غرض سے منتخب کئے تھے کہ جزو سوانح بنائے جائیں مگر باوجود اختصار و تقلیل پر رعایت درجہ نظر ہونے کے اس عنوان کے لعلم مخفی چھ جزو ہو گئے جو تذکرۃ الرشید کے قلم سے دس جزو میں سمانے بھی دشوار تھے۔ سوانح کے دیگر عنوانات سے اس کا حجم کئی گنا بڑھ جانے کی وجہ سے ان کا طبع علیحدہ کرنا مناسب معلوم ہوا۔ حضرت قدس سرہٗ کے مکاتیب کا احاطہ و حصر ہونا تو امر محال ہے۔ اس وقت تو بس عنوان کے بقدر وسع و امکان تکملہ کا بھی ارادہ نہیں کیا۔ نمونہ دکھانے کو مختلف مراتب اور مفید اجزا طبقہ کے اصحاب کی تربیت اور اصلاح حال کے طرز و انداز کا اظہار کرنا البتہ کچھ ملحوظ تھا سو بحمد اللہ یہ چند اجزا مظہر شان تربیت و ارشاد رشیدی بن گئے ہیں۔

جملہ مکاتیب بجز ایک دو کے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے دست مبارک اور خاص قلم کے لکھے ہوئے ہیں تبرکاً چند کرامت نامے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کے درج ہیں جو بنام حضرت مرشدنا گنگوہیؒ موصول ہوئے۔ باقی تمام عنبر شمامے مولانا قدس سرہٗ کے ہیں جو منتسبین و سالکین و محبین و اخوان طریقت کے نام آپ نے جواباً تسطیر فرمائے۔ طبیب امت محمدیہ کی حکمت فہم و فراست تشخیص امراض و ادراک لطیف شان ارشاد تعلیم و تلقین وغیرہ کے ساتھ آپ کی عبدیت و ہیچ مدانی عجز و تذلل بندگی و ہمہ وقت افتقار و حضور اخلاص و للہیت صدق و صفا توکل و وفا

تسلیم و رضا بما مجری ہے الاقتضا۔ غرض ہمہ تن طاعت و نیاز بن جانا سب کچھ ان اوراق میں نظر آئے گا۔

ان بے بہا جواہرات کی فراہمی اور طبع کا سبب اگر یہ بتاؤں کہ امام ربانی کے کمالات علمیہ و عملیہ کا ظاہر کرنا ہے تو مجھ سے زیادہ بے ادب کوئی نہیں اور اگر یوں کہوں کہ مخلوق کی ہدایت مطلوب ہے تو گو ما قال کی شان کو یہ شایان ہے مگر من قان اس کا اہل نہیں۔

آں را کہ خود گم است کرا رہبری کند

ہاں مقصود یہ ہے کہ اب آئندہ شاید یہ انمول یواقیت کسی قدر دان جوہری کی نظر پڑیں اور آج یا کل کو ممکن ہے کہ کوئی اہل دل صاحب ذوق بندۂ مقبول و ولی ان شذران اوراق کو دیکھ پائے تو اس لذیذ خوان کے نوالوں سے چٹخارے لیتے وقت طباق کے حامل خدمت گزار غلام کے حق میں کوئی کلمۂ خیر فرما دے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنا بنا لیں اور راضی ہو جائیں۔ اللہ بس باقی ہوس ؎

بماند سالہا ایں نظم و ترتیب ز ما ہر ذرہ خاک افتد بجائے
غرض نقشے است کز ما یاد ماند کہ ہستی را نمے بینم بقائے
مگر صاحب دلے روزے برحمت
کند در کار ایں مسکین دعائے

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ لِلْعَطْشٰی

آمین بجاہ سید المرسلین ۔

کرامت نامجات اعلیٰحضرت حاجی صاحب بنام حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ اسرارہما

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوب نمبر ۱

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ از فقیر امداد اللہ عفی عنہ بخدمت فیض درجت سراپا خیر و برکت عزیزم مولوی رشید احمد صاحب محمت خیرو نصر۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ الحمد للہ فقیر بفضلہ تعالیٰ مع الخیر ہوں اور آپ کی صلاح و فلاح دارین کی دعا کرتا ہوں۔

اول عرض یہ ہے کہ اب فقیر باعث زیادہ ہو جانے ضعف بصر کے اپنے ہاتھ سے لکھنے سے معذور ہے ورنہ آپ کا خط اپنے آپ لکھتا ضرور تھا۔ آپ کا نامہ آیا تھا اس کا جواب روانہ ہو چکا ہے لیکن آپ نے اس خط میں مفصل کیفیت مزاج فیض امتزاج اور دیگر حالات رقم نہ فرمایا اس سے تعلق باقی ہے۔ اس تحریر کے لکھنے کی یہ ضرورت ہوئی کہ فقیر کو معلوم ہوا ہے کہ یہاں سے کسی نے آپ کی خدمت میں بی بی خیر النساء صاحبہ کو یہاں بھیج دینے کو لکھا ہے اس لئے یہ عرض ہے کہ آپ اپنی طرف سے کسی طرح کا اشارہ و تحریک اس بارے میں نہ فرماویں کیونکہ فقیر خود باجود صبح و شام ہے ایسی حالت میں کسی کو تکلیف اس دور دراز سفر کی دینی مناسب نہیں جانتے۔ اس سے قبل مولوی محمد علی نے محبت سے فقیر کے راحت و آرام کے خیال سے بلا استمزاج فقیر کے اس بارے میں مولوی عزیز الرحمٰن و مولوی عبداللہ صاحبان کو لکھا تھا لیکن جب فقیر کو اس کی خبر ہوئی تو دونوں صاحبوں کو اس بارہ میں کچھ اپنی طرف سے تحریک و اشارہ کرنے کی ممانعت لکھ دی گئی ہے۔ اس بارہ میں جو کوئی تحریر جائے تو فقیر کے خلاف مرضی سمجھنا چاہیئے۔ ہاں البتہ میرا یہ حال ہے یا ان کے ماقبل سے سنتا ہوں کہ بی بی صاحبہ موصوفہ یہاں آنے کے تہیہ میں ہیں تو اگر وہ خود آنے والی ہوں اور خرچ راہ نہ ہونے کے باعث نہ آسکتی ہوں تو ایسی صورت میں آپ ان کے زاد راہ وغیرہ کا سامان فرما کر فقیر کو خبر دیں۔ الحمد للہ ہر سب طرح خیریت ہے و شکر الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فقیر کا اور آپ کا خاتمہ بالخیر فرما کر اپنے

صدیقین و مقربین کے زمرے میں داخل فرمائے۔ والسلام فقط

اگر نی بی خیرالنساء صاحبہ اپنی خوشی سے بہ نیت ہجرت یہاں آنے والی ہوں اور باعث بے خرچ کے نہ سکتی ہوں تو آپ اُن کے خرچ راہ کا بندوبست فرمادیں میں انشاء اللہ تعالےٰ یہاں سے آپ کی خدمت میں روانہ کردوں گا۔

از مکہ معظمہ حارۃ الباب ۳۰ رجب ۱۳۰۶ھ ہجری قدسی۔

ایک صورت یہ ہے کہ اگر عزیزم مولوی محمود حسن صاحب یا حافظ احمد صاحب یہاں تشریف لائیں یا اور کوئی شخص آئے تو وے اپنے مکہ معظمہ وغیرہ کے خرچ کے واسطے یہاں روپیہ ساتھ لادیں گے اس میں سے بی بی صاحبہ موصوفہ کے زاد راہ کے واسطے سامان کردیا جائے فقیر انشاء اللہ تعالیٰ یہاں اُن صاحب کو ادا کردے گا۔

یک ضروری اطلاع یہ ہے کہ فقیر آپ کی محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے اور الحمدللہ، اللہ تعالےٰ نے آپ کی محبت کو میرے دل میں ایسا مستحکم کردیا ہے کہ کوئی شے اُس کو ہٹا نہیں سکتی ہے۔ اور میں اپنے سب احباب کی محبت کو اپنے لئے وسیلۂ نجات جانتا ہوں۔

آپ یقین جانئے کہ مجھ کو دنیا میں کسی سے ملال و کدورت نہیں ہے تو پھر اپنے عزیزوں سے جو اس گنہگار کے متعلق کے حامی ہیں کیونکر کدورت رکھوں گا۔ اوّل تو کسی کو مقدور نہیں کہ فقیر کے سامنے آپ کے خلاف زبان ہلا وے کیونکہ اس بارہ میں اُس کو سوائے میرے رنج و ملال کے کیا فائدہ ہوگا۔ دوسرے جو کوئی فقیر کو دوست رکھتا ہے وہ ضرور آپ سے محبت رکھتا ہے تو اس کے خلاف کبھی کوئی تحریر آپ کے پاس جائے تو اس کو باور نہ کرنا۔ عزیزم! دل محل ایمان و معرفت و محبت ہے نہ محل کینہ و کدورت۔ آپ کی دعا میرے حق میں مقبول ہے۔ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اب اس اخیر زمانہ میں میرے دل کو نور محبت و ایمان و معرفت سے نورٌ علیٰ نور فرماوے۔ فقط کاتب الحروف منور علی کی از کمترین غلامان حضرت قطب ربانی شیخ دوران و مولوی حمزہ صاحب و مولوی محب الدین و جملہ حاضرین خدمت عالیہ تسلیم مسنون و آداب خادمان کرتے ہیں۔ فقط

مکرر یہ عرض ہے کہ مولوی عزیز الرحمٰن کا خط جہاں کہیں وہ ہوں بھیج دیا جائے۔ فقط

مکتوب ۲

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت فیض درجت منبع علوم شریعت و طریقت عزیزم مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی سلمہ اللہ تعالےٰ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ عنایت نامہ مورخہ یازدہم ذی القعدہ بہ بلیعہ ڈاک ورود مسرور لایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مکروہات دارین سے محفوظ رکھ کر قرب مراتب و درجات عالیات عطا فرماوے اور آپ کی ذات بابرکات کو ذریعہ ہدایت خلق فرماوے۔ آمین! اگرچہ بظاہر آپ کی علالت سے بہت جز انقصان

معلوم ہُوا اور خصوصاً حدیث شریف کے درس موقوف ہو جانے کا بہت افسوس ہے مگر باطنی و حقیقت میں اس کے نتائج و برکات بہت بڑے ہیں۔ واللہ تعالیٰ دارین میں اس کا نعم البدل عطا کرے۔ چونکہ اب فقیر کو اپنا کچھ اعتبار نہیں، صبح و شام معلوم ہوتا ہے۔ اور آپ کو ضعف و نقاہت بشدت ہے اور چند باتیں مرکوز خاطر ہیں اس لئے فقیر آپ کا سفر تنہا نہ کرنا مصلحت نہیں سمجھتا ہے۔

آپ نے جو بنسبت حضرت امام صاحب کے تحریر فرمایا ان شاء اللہ اس کی تعمیل ہوگی۔ مشائخ تمام اپنا متورع و متقی و عالم و درویش ہیں ان کے قول میں کچھ شبہ نہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ جس مقام میں جب سالک پر تجلی ذاتی کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو اپنے کو مہدی موعود سمجھتا ہے یہی وجہ ہے کہ بہت بزرگوں نے دعویٰ مہدیت کئے مگر حقیقت میں ان کو مغالطہ ہوا۔ ایسے مقام میں مرشد کامل کی توجہ سے اس مغالطہ سے نجات پا کر دوسرے مقام کو ترقی کرتا ہے ورنہ اپنی دانش و شعور سے جب سالک عالم کامل ہو تو شریعت سے تطبیق کر کے اپنے کو آگے بڑھا دے۔ اس لئے ممکن ہے کہ انہی بزرگوں میں سے کسی پر یہ حالت طاری ہو اور اسی وجہ سے وہ اپنے کو مہدی موعود سمجھتے ہوں۔ اور ان کے معتقدین ان کے صدق و خلوص کے باعث تحقیق اس کا کرتے ہوں، بہرکیف ان کے بارے صدق ظہور ہے۔ اگرچہ بشریت کی وجہ سے غلطی ہو گئی ہو کیونکہ انسان کسی درجہ کو پہنچے اس سے سہو و خطا ضروری ہے۔ ان بزرگوں سے آپ کے واسطے اور آپ کے متعلقین کے واسطے ان شاء اللہ تعالیٰ دعا کروں گا اور چونکہ ضعف بہت تھا اور کچھ علالت بھی تھی اس لئے حج میں اس دفعہ عرفات پر حاضر نہ ہو سکا۔ مگر الحمد للہ حاضری باطنی سے مشرف ہو رہا۔

الحمد للہ آپ کی کیفیات باطنی و حالات مقدسہ سن کر کروڑ کروڑ شکر اللہ تعالیٰ کا بجا لایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات و درقرب کو ترقی بالا سے ترقی بخشے اور ہم بے بہروں کی نجات کا وسیلہ بنائے۔ الحمد للہ اس سال زمانہ حج میں نہ قبل نہ بعد کسی قسم کی بیماری یا کچھ وقت و تکلیف خلق کو نہیں ہوئی۔ اس سال حجاج بہت آئے کئی سال کے بعد اس سال مکہ والوں کے بیشتر وروں کی تجارت بیع و شرا خوب ہوئی۔ سلطنت کی طرف سے بھی انتظام و بندوبست اچھا تھا۔ مدینہ طیبہ کا قافلہ بھی کئی سال کے بعد اس سال بڑے اطمینان و امن و امان کے ساتھ کل روانہ ہوئے ہیں اور سب حالات یہاں کے زبانی عزیزم میر شاہ کے معلوم ہو گئے۔ آپ تکلیف فرما کر اپنی خیر و عافیت سے مسرور فرماتے رہیں کہ خاطر کو تعلق رہتا ہے اور رسید روپیہ کی قبل ازیں عزیزم حکیم عبد العزیز خان صاحب کے ذریعہ سے ان کی ہمشیرہ صاحبہ کے پاس بھیج دی گئی۔ بخدمت اہلیہ خانہ خورد و صاحبزادگان و عزیزان و احباب از طرف فقیر و ہمرہیوں کی طرف سے سلام و دعا فرمائیں۔ عزیزم حکیم عبد العزیز خان صاحب سفر کے واسطے دعا کرتا ہوں ان کو علیحدہ قبل میں خط لکھ چکا ہوں۔ بخدمت جمیع احباب و عزیزان نام بنام شرط ملاقات سلام و دعا فرما دیں بہت دنوں

سے عزیزم ضیاء الدین صاحب سلمہٗ کا کوئی خط نہ آیا اُن کی ملاقات کو جی چاہتا ہے سلام و دعا فرما دیں والسلام۔ از مکہ معظمہ محلہ حارۃ الباب ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ۔ بعد لکھنے اس خط کے مسرت نامہ مورخہ دوم شوال ملا بالکل کیفیت معلوم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فیض ظاہری و باطنی سے ہمیشہ خلق کو مستفیض فرمائے۔ آمین

عزیزم امیر شاہ خان صاحب آپ کے نہایت معتقد اور نہایت ارادت و محبت رکھتے ہیں۔ کچھ ارادہ ایسی ہو گئی کہ چلتے وقت آپ کی زیارت سے مستفیض نہ ہو سکے۔ آپ صادقین کی وجہ سے مجھ سے بھی محبت رکھتے ہیں۔ اس پر کچھ شبہ نہیں کہ تم عزیزوں کے کمالات کی وجہ سے فقیر کے نقصان و عیوب چھپ گئے ہیں اور تمہاری محبت نے اکسیر کا کام کیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت میں بھی ایسی ہی ستاری کی امید ہے و تمہاری محبت کا بڑا وسیلہ ہے۔ زیادہ والسلام مورخہ بست و ششم ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ ہجری۔

مکتوب ۳

از فقیر امداد اللہ مکی عفی عنہ بخدمت فیض درجت سراپا خیر و برکت مراسم محبت عزیزم جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب زید عرفانہ!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ آپ کے دو قطعہ خط بدست عزیزم امیر شاہ خان صاحب وصول ہوئے کیفیت مندرجہ معلوم ہونے سے بجائے خوشی قلب پر صدمہ شدید پہنچا۔ اخی عزیزم برخوردار محمد محمود احمد صاحب کے انتقال پر ملال کا حال دیکھ کر بہت ہی رنج ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ ہر چند صبر کا موقع ہے لیکن تاہم آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔ آخر بجز صبر چارہ نہ دیکھا۔ ناچار صبر کیا۔ فقیر خوب جانتا ہے کہ ایسے ہونہار نونہال کے انتقال کا صدمہ جو آپ کو ہوگا وہ بیان سے باہر ہے کیوں نہ ہو برخوردار موصوف بصفات حمیدہ ایسا ہی تھا جس نے سنا وہی غمگین اور نالاں ہوا۔ کیونکہ یہ دار فانی ہے یہاں سے ہر روز چل چلاؤ ہے۔ کوئی آج کوئی کل چلا جا رہا ہے آپ اس بات کا خیال کر کے صبر فرما دیں سب کو وہاں جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل عنایت فرما کر اس رنج کو خوشی سے مبدل فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے برخوردار عزیز مسعود احمد صاحب کو بھی توفیق خیر عنایت فرمائے کہ آپ کی یادگار و جانشین رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا تمہارا خاتمہ بالخیر کرے۔ فقط

(مہر)

از مکہ معظمہ ۴ رجب ۱۳۱۴ھ

مکتوب ۴

از فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ۔ بخدمت فیض درجت سراپا خیر و برکت مراسم خلوص و محبت عزیزم مولانا مولوی رشید احمد صاحب زید عرفانہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ الحمد للہ! فقیر خیریت سے ہے آپ کے واسطے دعا خیر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے عشق و محبت و رضا و تسلیم میں رکھ کر اپنا فیض جاری کر کے حسن خاتمہ

نصیب فرماوے۔

قبل ازیں آپ کی خدمت میں خط روانہ کیا گیا ہے پہنچا ہوگا۔ فقیر کی مثنوی شریف جو بعض حواشی و فوائد سے اس پرانی سمجھ کے موافق محشی ہے عزیزم مولوی عبداللہ صاحب بواسطہ عزیزم مولوی ابو محمد صاحب باستمداد و امداد شاہد بغرض طبع لے گئے تھے اور مشہور کر دیا ہے کہ فقیر نے خواہش اس کے طبع کی کی ہے۔ فقیر حیران ہے کہ ہر دل تو وہ حواشی و فوائد کچھ ایسے قابل نہیں خیال کئے جاتے۔ اس پر طرہ یہ کہ فقیر کی خواہش ہے۔ تاہم آج تک آٹھ ماہ سے کچھ اس کی ایک جزو بھی درست نہ کی۔ فقیر نے ان کو متعدد دفعہ کئی بار تحریر کیا ہے وہ ابھی تک اس کام سے باز نہ آئے۔ آپ کو متصدع ہوں کہ کسی معتبر ذریعہ سے مثنوی شریف محشی فقیر و نیز ہر دو نسخے مولوی عبداللہ صاحب و مولوی ابو محمد صاحب سے طلب کر لیں اور بعد میں جیسی رائے آپ کی ہوگی ان شاء اللہ ویسا ہوگا۔ یہ تحریر فقیر کی دکھا کر مثنوی شریف منگوالی جاوے۔ فقط

(مہر) از مکہ مکرمہ ۲۳ رمضان شریف ۱۳۱۰ھ

مکتوب ۸

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ۔ بخدمت فیض درجت سراپا خیر و برکت عادت باللہ عزیزم جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب زید عرفانہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمدللہ فقیر خیریت سے ہے اور آپ کی صحت و سلامتی خدا تعالیٰ سے نیک جناب سے مطلوب۔

قبل ازیں آپ کی خدمت میں اپنی خیریت و کیفیت تحریر ہو چکی۔ ان شاء اللہ خط پہنچا ہوگا۔ روز بروز ضعف زیادہ ہوتا جاتا ہے اور دل بہت گھبراتا رہتا ہے۔ آپ دعا حسن خاتمہ فرماویں۔ عزیزم مولوی قاری حافظ احمد صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ آپ اپنی جماعت سے خیال کر کے دعا فرماویں۔ یہ قاری صاحب آپ سے طالب دعا ہیں۔ آپ دعا فرماویں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا آپ کا حسن خاتمہ فرماوے آمین۔

از مکہ مکرمہ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۱۱ھ۔

مکتوب ۹

جامع فضل و کمال جناب محبی مخلصی عزیزی مولوی رشید احمد صاحب زاد اللہ عرفانکم بعد سلام و دعاء ترقی درجات واضح رہے محبت پیرا ہے باوجود آپ کو عادات و محبت نامہ جس میں حالات انتظاری تھی وصول ہو کر باعث اطمینان خاطر ہوا۔ ایک مدت سے تعلق قلبی اس طرف متعلق تھا جو یا رہے تو زبان مخلص تھا خدا نے پیارا محبت نامہ کاشف حالات ہو۔

عزیزم بے شک آپ کا عذر عدم اوسان ناہمواری نہایت ہی قوی ہے اللہ تعالیٰ اس کو زائل فرما کر صحت کلی عطا

فرما دے۔ آمین! میری بھی یہی حالت ہے کہ مضامین دل میں جوش مارتے ہیں مگر بوجہ ضعف و نقاہت بدنی بالکل
لکھنے پڑھنے سے معذوری ہے اور غیر سے اپنا اظہار مطلب کرانا اور زیادہ دشواری ہے۔ چونکہ ہر مضمون اس قابل
نہیں ہوتا کہ ہر ایک سے کہا سنا جائے بدیں وجہ ساکت ہو کر بیٹھ جاتا ہوں اور ارسال خطوط سے معذور رہتا ہوں۔
مگر تعلق قلبی و محبت باطنی ہر وقت آپ کے ساتھ ہے۔ ہمیشہ آپ کے لئے دست بدعا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول
فرما دے۔ من کل الوجوہ صحت مرحمت فرما دے اور فیضان آں عزیز سے خلق اللہ کو فیض یاب فرمائے۔ آمین
عزیزہ مجھ میں بھی اب کچھ نہیں رہا، بالکل ناچیز نمائشی صورت ہوں جمیع قویٰ جواب دے چکے ہیں۔ چند روزہ
مہمان ہوں خداوند کریم سے ہر وقت میری یہی دعا ہے اور لوگوں سے بھی اس دعا کی تمنا رکھتا ہوں اور وہ یہ کہ
اللہ تعالیٰ دنیا سے بیتا اٹھائے یعنی اپنا جلوہ جمال ذاتی دکھاتا ہوا اس دار فانی سے دار البقاء کو لے جائے
آمین ثم آمین ثم آمین۔
عزیزم حافظ احمد حسین صاحب مرحوم کی کیفیت تو آپ سن چکے ہوں گے۔ وہ عزیزم مرحوم بعارضہ فالج آٹھویں
ذی الحجہ بیمار ہوئے نویں کو زبان بند ہو گئی بالکل بے حس و حرکت تھے چار روز تک اُن کی حالت رہی آخر تیرھویں
ذی الحجہ کو جان بحق تسلیم ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ اپنے جوار رحمت میں اُن کو جگہ دے
آمین! آپ بھی اُن کے لئے دعا فرمائیے گا۔ اُن کے ترکہ وغیرہ کی بابت گونہ تشویش ہے۔ بیت المال وغیرہ کا ابھی
تک تصفیہ نہیں ہو چکا ہے۔ خداوند کریم جلد اس کو دفع فرمائے۔ آمین زیادہ والسلام
(الراقم فقیر امداد اللہ)
میری طرف سے عزیزی مولوی ابو النصر صاحب سلمہٗ کو بہت بہت دعا فرما دیجئے گا اور جمیع احباب اپنے متوسلین سے
ہمارا دعا سلام کہہ دیجئے گا۔ یہاں سب لوگ خصوصاً عزیزی مولوی محب الدین صاحب مولوی شفیع الدین صاحب،
مولوی عبد الرحمان صاحب منشی عبد اللہ صاحب، میاں عبد الرحیم وغیرہ وغیرہ بہت بہت آداب تسلیمات
عرض کرتے ہیں۔

مکتوب ۷

از طرف فقیر امداد اللہ عفی عنہ بخدمت بابرکت فیض درجت عزیزم مولوی رشید احمد صاحب سلمہٗ! بعد سلام
مسنون کے واضح رائے ہو کہ عزیزہ مولوی منور علی صاحب کا خط ۹؍ ربیع الاول کا ارسال ہوا کل ۲۰؍ جمادی الثانیہ
کو پہنچا اس سے حال پر ملال انتقال اہلیہ آں عزیز معلوم ہوا۔ کمال صدمہ ہوا۔ افسوس صد افسوس کہ آپ پر صد ہا ت
متواتر کے ہجوم نے یک دم نیک باشد و داغ دگر تھے۔ واقعی امتحان انہی کا نام ہے اور ایسے موقع میں ثابت قدم
رہنا آپ ہی جیسے بزرگواروں کا کام ہے۔ آپ کو صبر و شکر کی تعلیم کی حاجت نہیں کیونکہ آپ مجسم صبر و سراپا شکر ہیں لیکن

یہ دعا ہے کہ خداوند کریم آپ کو کمال اجر عطا فرماوے اور آپ کو تا دیر اپنے بچوں کے سر پر زندہ رکھے اور آپ کے فیوض سے اہل اسلام کو مستفیض کرے۔ ایں دعا از ما و از جملہ جہاں آمین باد۔ مرحومہ کے لئے دعا مغفرت اور چند طواف کرا دیئے گئے اللہ جل شانہٗ قبول فرمائے۔

آپ کا خط متضمن حالات مولوی عبداللہ صاحب پہنچا تھا اس کا جواب بسبیل ڈاک قبل ہی سے بھیج دیا گیا۔ فقط حافظ حسین احمد کی طرف سے بعد سلام کے مضمون واحد ہے سب حضار مجلس سلام نیاز و دعا مغفرت مرحومہ کرتے ہیں۔ از طرف کمترین غلامان حمزہ دہلوی بعد سلام نیاز کے گذارش ہے کہ حضرت مخدومہ کے انتقال سے جو کچھ ملال پہنچا اظہر من الشمس ہے، ان کی ذات مقدسہ پر طلبا نوازی و غربا پروری ختم تھی۔ یہ صدمہ صرف گھر والوں کے لئے نہیں بلکہ متعدی ہے اور تمام مستفیدین کو شامل ہے۔ اللہ جل شانہٗ کے کارخانہ میں دم مارنے کی جگہ نہیں حضور کو صدمۂ اولیٰ نے پہلے ہی مضمحل و کمال نحیف کر دیا تھا جس سے دیکھنے والوں کو رنج ہوتا تھا۔ اب اس صدمہ سے دیکھئے کیا کیفیت ہو۔ اللہ جل شانہٗ مددگار ہے۔ وہ اپنے کمال کرم سے حضرت مخدومہ کو فردوس اعلیٰ مرحمت کرے اور حضور کو اجر استقامت اور سب گھر والوں کو صبر و اجر بخشے۔ جناب مولوی حافظ مسعود احمد صاحب قبلہ کے حضور میں بعد سلام مضمون واحد ہے۔ فقط الرقوم ۲۲ر جمادی الثانی

مکتوب ۶

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت فیض درجت جامع شریعت و طریقت عزیزم مولانا مولوی رشید احمد صاحب محدث گنگوہی ادام اللہ فیضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ مورخہ ۳ جمادی الثانیہ مع مبلغ عہ روپے بابت مہر و کاغذ جو اور بیس روپیہ از طرف حافظ حسین احمد مراد آبادی کہ عنایت فرمائے گئے ہیں، پہنچا۔ ممنون و مسرور ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ذات بابرکات کو باعث استقامت خلق و وسیلہ ہدایت کرے۔

آپ کی اور آپ کے اہل و عیال کی خیر و عافیت معلوم کر کے جمعیت و سرور قلب ہوا لیکن دریافت حادثہ جانکاہ عزیزم محمد اسحٰق مرحوم نہایت غم و الم ہوا۔ مشیت ایزدی میں کیا چارہ ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اور مرحوم کے والدین کو اجر عظیم و صبر عنایت کرے اور اس کا نعم البدل عطا فرماوے۔ مرحوم مغفور کے واسطے ختم و کلام و دعا و ایصال ثواب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو فردوس اعلیٰ عنایت کرے۔ آپ کی صحت خلق اللہ کے واسطے بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بعافیت تمام و صحیح و سلامت رکھے۔ آپ کی تحریر سے معلوم ہوا کہ بہت لوگ وفات پائے ہیں ان کے دریافت حالات کا تعلق رہا۔ رمضان شریف کی وجہ سے جواب میں توقف ہوا۔ یہاں پہلی رمضان شریف روز سہ شنبہ ہوئی اور عید روز شنبہ کو ہوئی۔

فقیر نے پہلے بھی تکلیف دی ہے کہ اپنی خیریت مزاج سے جلد جلد مسرور و ممتاز فرماتے رہئیں کہ دریافت خیریت کے واسطے ہمیشہ دل کو تعلق رہتا ہے۔ گرانی قحط و وبا وغیرہ سب ہماری شامت اعمال کے نتائج ہیں

اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلا دے اور مارے اور فقیر کا بھی وقت قریب ہے۔ دعا حسن خاتمہ سے
مدد فرمائیں۔ اپنے گھر میں اپنی صاحبزادی و صاحبزادگان و سب اہل و عیال کی خدمت میں فقیر کی طرف سے سلام و دعا
فرمادیں۔ بخدمت عزیزم مولوی ابو النصر حافظ عبد المجید و دین محمد جاجان و میاں محمد شفیع صاحب اور ان کے گھر میں
سلام مسنون و دعا و بخدمت جمیع اعزہ و احباب سلام مسنون بخصوص مولویان خواندگان حدیث شریف۔ از جانب الوقت
عبد اللہ آداب نیاز (مہر) از مکہ معظمہ پنجم شوال ۱۳۰۱ھ۔

مکتوب نمبر ۹

محبی و مخلصی عزیزم مولوی رشید احمد صاحب زید عرفانہ بعد سلام سنت الاسلام آنکہ خط آپ کا پہنچا جواب پہنچے
خط کا ارسال کر دیا گیا تھا۔

فقیر کو ضعف و نقاہت بہت ہے نگاہ بھی بہت کم ہو گئی ہے خط کے لکھنے پڑھنے سے معذور ہے چارپائی
پر نماز پڑھتا ہے پیروں سے کھڑا نہیں ہوا جاتا ہے غرض بار بار کاب ہے سب وجوہ سے دعا کا محتاج ہے کہ اللہ تعالیٰ
خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین

بابت مسافر خانہ کے جو قریب پانچ سو اشرفی کے جمع تھیں مولوی بدر الاسلام کے سپرد کیے گئے ہیں یا خوانے مخالفین
کے حکام نے ضبط کر لیں فقیر تو پہلے ہی سے ایسے معاملات سے دست بردار تھا حافظ صاحب مرحوم کے انتقال سے اچانک
یہ معاملہ ان پر پڑا پھر بھی فقیر نے اس کی طرف التفات نہیں کیا جو کچھ ان کا روپیہ تھا ان کے سالے احمد کاکا کے حوالے کیا
گیا مسافر خانہ کے ساتھ بھی تعلق نہ رکھا۔ اس کا ناظر مولوی بدر الاسلام صاحب کو کر دیا گیا تھا یہ سب منجانب اللہ ہے
فقیر دونوں حال میں خوش ہے ایسے امورات کے سننے سے بھی دل کو پریشانی بعض اوقات ہو جاتی ہے لہٰذا ایسے
امور کے تذکرہ سے یہاں احباب کو منع کر دیا ہے کہ فقیر سے یہ ذکر نہ ہوا کرے۔

العبد الضعیف فقیر امداد اللہ عفی عنہ (مہر)

مکتوب نمبر ۱۰

محبی و مخلصی عزیزم مولوی رشید احمد صاحب زید عرفانہ بعد سلام مسنون الاسلام آنکہ خط بھیجا۔ الحمد للہ کہ آپ
کو صحت دینی حاصل ہوئی آپ کی صحت سے ایک عالم کو فائدہ ہے فقیر کو بھی اب تو ضعف بہت تنگ ہو گیا ہے ایک
ماہ کے قریب پیچش وغیرہ میں مبتلا رہا تھا اب بفضلہ صحت ہے مگر ضعف اس درجہ ہے کہ نماز چارپائی پر بھی بامشکل
پڑھی جاتی ہے اور رفع حاجت کے لئے جو کوئی پاس نہیں ہے پیروں پر بباعث چند ماہ پڑے رہنے کے اٹھا نہیں
جاتا ہے نہ نظر کوئی شئی دیکھ سکتی ہیں بضعف بصارت کا یہ حال ہے جو احباب روزمرہ آتے ہیں ان کو بھی نہیں معلوم کر
سکتا ہے خط کا لکھنا پڑھنا تو ممکن نہ رہے۔ سامان سفر موجود ہے وقت کی خبر نہیں دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ

خاتمہ بالخیر کرے۔ جملہ احبابوں کو سلام پہنچے۔ فقیر دعا کرتا ہے اللہ سمیع مجیب قریب ہے۔

از عبد ضعیف امداد اللہ عفی اللہ عنہ (مہر)

مکتوب نمبر ۱۱

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت بابرکت و فیض درجت عزیزم مولوی رشید احمد صاحب زید عرفانہ! سلام علیکم جو دور حاضری۔ گر از چشم دوری بدل حاضری و دعائے ترقیہ درجات عالیات دو جہانی مشہور ضمیر منیر باد جواب خطوط روانہ کردہ شد دریں ولا تحریرے نیست کہ بقلم آید حال فقیر ظاہری و باطنی روز بروز خراب است محتاج دعائے حسن خاتمہ۔

برائے ہمیں عزیزان و محبان دعا و خیر می کنم شما ہم دعا فرمایند کہ خاتمہ ما و شما بخیر شود آمین! ضعف و نقاہت فقیر رو بہ ترقی دارد خصوصاً ضعف بصارت ایں الفاظ حسب تقاضائے مولوی محمد ابوالقاسم صاحب بمشکل نوشتہ ام اگر جواب خطوط شما نہ نوشتہ آید معاف دارند زیادہ چہ نویسم بخدمت جمیع عزیزاں خورد و بزرگ سلام و دعا برسد بخدمت عزیزم حکیم ضیاء الدین صاحب مع جملہ عزیزان رامپور وغیرہ سلام مسنون و دعا برسد حکیم صاحب نیز سلام مخصوص واحد تصور فرمایند باقی حال ایں فقیر زبانی مولوی ابوالقاسم وغیرہ بجناب معلوم خواہد شد۔ نوٹ: صد روپیہ مرسلہ مولوی صاحب میاں مولوی محمد ابراہیم صاحب رسید خاطر جمع فرمایند۔

مکتوب نمبر ۱۲

عشق بر مردہ نباشد پائیدار   عشق برحی و بر قیوم دار

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت فیض درجت جامع شریعت و طریقت عزیزم مولانا رشید احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ قبل اس کے بھی خط روانہ کر چکا ہوں۔

مطلب ضروری یہ ہے کہ فقیر کی وہ مثنوی شریف جو ایک زمانہ سے فقیر کے مطالعہ و درس میں تھی اور اپنے خیال کے موافق اس پر کچھ مطالب و فوائد درج کئے تھے اس دفعہ اس مثنوی کو مولوی عبداللہ صاحب انبہٹوی بوسیلہ عزیزم مولوی ابو احمد صاحب بمبئی کے طبع کرانے کی غرض سے فقیر سے لے گئے۔ ان کی تلون مزاجی و عدم استقامت سے اول ہی سے فقیر کو معلوم تھا کہ اس کا انجام ان کے حوصلہ و حالت سے باہر ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پانچ چھ مہینے سے حاجی عبدالکریم صاحب سیٹھ بمبئی کو جو ایک دیندار اور صالح اور معتبر شخص ہیں اس مثنوی کے لا حاصل شغل کی وجہ سے سخت تشویش و زیر باری میں ڈال رکھا ہے۔ وہ تھا اپنی تجارت کے کام میں مشغول ہیں اس میں مشغول ہونے سے ان کی تجارت کا سخت حرج و نقصان ہے اس لئے فقیر نے سید صاحب کو لکھ بھیجا ہے کہ مثنوی کا طبع ہونا قطعاً موقوف کر کے فقیر کی دونوں مثنوی آپ کی خدمت میں مقام گنگوہ پہنچا دیں لیکن معلوم یہ ہوا ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب و مولوی ابو احمد صاحب

مقام سہارنپور میں شاید اسی غرض سے قیام پذیر ہیں اس لئے آپ بذریعہ حافظ قمر الدین صاحب یا کسی اور معتبر شخص کے ذریعہ سے فقیر کی مثنوی کو سہارنپور سے اپنے پاس منگوا کر رکھ لیں۔ اس بارے میں توقف نہ فرماویں وخط بنام مولوی عبداللہ صاحب و مولوی ابواحمد صاحب بھی جاتا ہے آپ دونوں خط کے پڑھنے کے مجاز ہیں۔

(مہر) راقم مکہ معظمہ دہم رمضان شریف روز دوشنبہ سنہ ۱۳۱۰ھ ہجری۔

عرض داشت از حضرت قطب العالم مولانا گنگوہی قدس سرہ بخدمت مرشد برحق قدوۃ الواصلین اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ

مکتوب نمبر ۱

حضور نے جو بندہ نالائق کے حالات سے استفسار فرمایا ہے۔ میرے ماں باپ نے واریں اس ناکس کے کیا حالات اور کس مدعہ کی کوئی تحویل ہے جو آفتاب کمالات کے روبرو عرض کروں۔ بخدا سخت شرمندہ ہوں کچھ نہیں ہوں مگر جو ارشاد حضرت ہے تو کیا کروں ناچار کچھ لکھنا پڑتا ہے۔

حضرت مرشدنا علم ظاہری کا تو یہ حال ہے کہ آپ کی خدمت سے دور ہوئے غالباً عرصہ سات سال سے کچھ زیادہ ہوا ہے اس سال تک دو سو سے چند عدد زیادہ آدمی سند حدیث حاصل کر کے گئے اور اکثر ان میں وہ ہیں کہ انہوں نے درس جاری کیا اور سنت کے احیاء میں سرگرم ہوئے اور اشاعت دین ان سے ہوئی اور اس شرف سے زیادہ کوئی شرف نہیں اگر قبول ہو جاوے۔ اعلیٰ حضرت کے اقدام خادمین کی حاضری کے ثمرہ کا یہ خلاصہ ہے کہ صفحۂ قلب میں غیر حق سے تعلق وغیرہ کا التفات نہیں۔ واللہ بعض اوقات اپنے مشائخ کی طرف سے علیحدگی ہو جاتی ہے لہٰذا کسی کے مدح و ذم کی پرواہ نہیں رہی۔ اور رفتار و مدارج کو دور جانتا ہوں اور معصیت کی طبعاً نفرت اور طاعات کی طبعاً رغبت پیدا ہو گئی ہے اور یہ اثر اسی نسبت یادداشت بیرنگ کا ہے جو مشکوٰۃ انوار حضرت سے پہنچا ہے۔ بس زیادہ عرض کرنا گستاخی اور فضول گوشی ہے۔ یا اللہ معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے۔ جھوٹا ہوں کچھ نہیں ہوں تیرا ہی ظل ہے تیرا ہی وجود ہے میں کیا ہوں کچھ نہیں ہوں۔ اور وہ جو میں ہے وہ تو ہے اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے۔ استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اب عرض سے معذور رکھا کر قبول فرمائیں۔

والسلام سنہ ۱۳۰۶ ہجری

تمہید مکاتیب رشیدیہ

اب ان مکاتیب کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جو حضرت امام ربانی مولانا قدس سرہ کی طرف سے متوسلین و طالبین اور معتقدین و مستفیدین کے نام شرف ورود لائے۔ مکتوب الیہم کے کمالات و مراتب علیہ کی ترتیب و تقدیم اس جگہ ملحوظ نہیں ہے اور نہ اس کا لحاظ قائم رکھنا میری استعداد و علم و قابلیت کا کام ہے کیفما اتفق جو والا نامہ دستیاب ہوا شمار نمبر ڈال کر درج کر دیا گیا۔ چونکہ ہر کرامت نامہ مستقل طریق ہدایت اور جداگانہ سلوک کے کسی مضمون کی نافع اور مفید تحقیق ہے اس لئے ہر مکتوب گویا ایک باغ اور درخت ہے جس کے پھل چکھنے کی اجازت ہے اور ہر والا نامہ ایک معدن ہے جس میں مختلف الوان اور مختلف قیمتوں یا شکلوں کے لعل و یاقوت اور نایاب جواہرات بھرے ہوئے ہیں جن کے حاصل کرنے کی آپ سے درخواست ہے۔ الحمد للہ کہ ایک دو خط کے سوا سب مجموعہ مکاتیب حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے ہیں اس اعتبار سے اگر یوں کہا جائے کہ "یہ مجموعہ حضرتؒ کی سوانح ہے جس کو حضرتؒ نے اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا ہے" تو بجا ہے۔

حضرت امام ربانی طریقت کے جس مرتبہ علیا اور درجہ قصویٰ تک سالک تھے اس کا احاطہ و ادراک تمام تر صاحب نسبت و اہل بصیرت زمانہ کو بھی نہ ہو سکا مجھ ناکارہ کی تو حقیقت کیا ہے کہ کسی مضمون پر یہ حکم لگا سکے کہ فلاں حالت کا اثر ہے۔ مگر اتنی بات ظاہر ہے کہ درجہ مجددیت پہ تھے جو اصل نسبت محمدی ہے آپ امام الانبیاء خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی تھے اس لئے ہر پہلو حضرت کے لفظ لفظ سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس عالی صفت مجددہ کو بعض کوتاہ بین اہل علم اصحاب نے نقص پر محمول کیا جس کا مبنیٰ محض جہالت اور ثمرہ و نتیجہ اصل دولت لازوال سے محرومیت بنا۔ پس ان مکاتیب کو جو سیدنا و مولانا الحاج المولوی صدیق احمد صاحب مدظلہ العالی کے نام لکھے ہوئے مقدم کرتا ہوں۔ اس لئے کہ ان مکاتیب میں اس صفت کمال کے آثار و ثمرات بہت زیادہ ظاہر ہوئے ہیں اور حضرت مولانا ممدوح زید مجدہٗ نے تمہید کے طور پر اس نسبت اور اس کے آثار کی تفہیم ناظرین کی غرض سے بقدر ضرورت توضیح بھی فرمائی ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اس کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

حضرت مولانا ممدوح حضرت قطب العالم قدس سرہٗ کے مشاہیر خلفاء اور اس گروہ مجازین میں ہیں جن کو مقامات سلوک کی بالتفصیل سیر کرائی گئی ہے اس لئے امام الائمہ کے حالات کی تحقیق میں امام کا قول بیان کرنا مناسب ہے۔ ان مکاتیب کے بعد شماری نمبر پر سلسلہ وار دیگر مکاتیب ہدیۂ ناظرین کر کے رسالہ کو ختم کر دیا جائے گا۔ حق تعالیٰ شانہ اس خدمت کو قبول فرما کر ذریعہ ہدایت مخلوق و منفعت طالبین سالکین بنائیں اور مجھ ناکارہ اذل مخلوق اللہ کی بدحالی رفع فرما کر حالت سنوار دیں۔ اللہ یجتبی الیہ من یشاء وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر۔

اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔

حضرت گنگوہیؒ کی تواضع اور خشیتِ خداوندی کا مقامِ بلند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ نبیہ الکریم۔ امّا بعد واضح ہو کہ باتفاق صوفیائے کرام کشوف کونیہ وخوارق عادات در عالم خلق مقاصد تصوف سے نہیں ہیں نہ اس پر مدار افضلیت و مدار اقربیت الی اللہ ہے۔ بعض حضرات کو کشوف کونیہ مخلوقات یا کشف حقائق عالم امر پیش نہیں آتا صرف مقدمات تیقّن و مراتب تنزیہ کی راہ سے وصول الی اللہ ہوتا ہے جیسا کہ صحابۂ کرام و تابعین کے زمانہ میں اکثر یہی طریقۂ وصول تھا۔ استقامت فی الدین وکشف ثمرات اس کے آثار ہیں ان سے استقامت فوق الکرامت ظہور حقائق و مقاماتِ قرب بعض حضرات کو کشفی ہوتا ہے بعض کو احسانی یا وجدانی ہوتا ہے جن کو ظہور کشفی ہوتا ہے اُن کا مآل کار مقامات مفصلہ سابقہ میں وجدان پر ہو جاتا ہے۔ جن حضرات نے اسی راہ سلوک و مقامات قرب کو اول سے بطریق احسان یا وجدان طے فرمایا ہے بحکم "کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را" اُن کے کمالات کا پورا حال سوائے حق تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ الا من شاء اللہ۔ خصوصاً اُن حضرات میں سے جن کو فنا و اتم و بقا و اکمل ہو کر مرتبہ محویت میں تجلی ذاتی دائمی مقام ہوگیا ہے اور مصداق "دنا" ان کی نظر بصیرت سے اٹھ گیا ہے۔ یہ حضرات بحکم "الیہ یرجع الامر کلہ" کل کمالات کو راجع طرف ذات ذی کمال وحدہٗ لاشریک لہٗ کی دیکھتے ہیں بوجہ غلبۂ تجلی ذاتی دائمی کے اپنے میں کوئی کمال نہیں پاتے بلکہ اسی مرتبہ ذی کمال ذو العظمۃ و الجلال کے مقابلے میں جس قدر کمال اپنے میں دیکھتے ہیں اسی قدر مجمع نقائص اپنے وجود بشری کو جانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ حضرات عجب اور اپنے حول و قوت سے بری ہوتے ہیں۔ مقام عبدیت میں راسخ ہو کر بندہ عاجز و بظاہر مثل بالعوام ہو جاتے ہیں مرتبہ محویت میں جس کا مقام تجلی ذاتی دائمی ہو جائے یہی ولایت النبوۃ در مقام محمدی ہے علی تفاوت المراتب بعد حصول ولایت النبوۃ اگر زمانہ نبوت کا ہوتا ہے حق تعالیٰ اُن میں سے جس کو چاہتا ہے نبوت عطا فرماتا ہے۔ اگر زمانہ نبوت کا نہیں رہا ان میں سے جس کو چاہتا ہے قطب ارشاد یا مجدد یا مہدی بنا دیتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

ابتدا یا اوسط راہ سلوک میں اگر کسی کو بطور سیر نظری و واردات حال مقام عالی پر پہنچا یا گیا یا کسی مقام عالی یا عہدۂ جلیلہ کے کسی کو بشارت دی گئی اس سے یہ مراد نہیں کہ اس کو یہ مقام عالی یا یہ عہدۂ جلیلہ بالفعل حاصل ہو گیا ہے جب تک یہ مقام عالی مرتبہ محویت میں بطور مقام عطا نہ ہو یا اس عہدہ کے آثار خارج میں ظہور پذیر نہ ہوں اس وقت تک قابل اعتبار نہیں۔ اس بشارت مقام یا عہدہ کے یہ معنی ہیں کہ فی الجملہ اس کو مناسبت کرا دی گئی ہے شاید بمرور دہور ظہور پذیر ہو جاوے۔ چنانچہ یہ مضامین "عوارف المعارف" شیخ شہاب الدین سہروردی میں اور "مکتوبات مجددیہ" و "صراط المستقیم" مولانا مولوی محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہم وغیرہا میں مذکور ہیں۔ "من شاء زیادۃ التحقیق فلیرجع الیہا"۔

بعد تمہید ہذا گزارش ہے کہ حضرت مخدوم العالم قطب الارشاد مسعود انوار نبی مظہر تجلیات باقتضائے تجلی ذاتی مولائی وسیلتی فی الیوم والغد حضرت مولانا و مرشدنا مولوی رشید احمد صاحب نے جو اپنے ان مکتوبات قدسی آیات میں فقرات تواضع و انکسار آمیز تحریر فرمائے ہیں۔ اگرچہ ظاہر بینوں کے نزدیک انحطاط پر دلالت کرتے ہیں مگر اہل بصیرت کے نزدیک مبنی ان فقرات انکساریہ کا کمال علوئے مقام حضرت ممدوح کا ہے۔ مقامات قرب میں جس قدر علو بڑھتا ہے نزدیک اہل بصیرت کے اسی قدر نظر عارف میں اپنا انحطاط معلوم ہوتا ہے۔ یہی دلیل انحطاط کمال علو مقام پر دال ہے۔ اس عاجز کو جو معلوم کرایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس زمانہ کے قطب الارشاد تھے۔ آپ کا لقب عالم بالا میں مخدوم العالم ہے۔ آپ ولایت النبوۃ و مقام محمدی میں نہایت راسخ القدم ہیں۔ اولیاء امت محمدیہ میں سے بہت کم ہوتے ہیں کہ اس مقام عالی میں اس قدر رسوخ رکھتے ہیں۔ یہ مقام حضرت فخر عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم ہے۔ اسی مقام میں عبدیت غالب ہوتی ہے۔ بوجہ غلبہ تجلی ذاتی و تلی کے صاحب اس مقام کا کسی کمال کو اپنی طرف منسوب نہیں پاتا بلکہ تمام کمالات کو راجع بحضرت ذوالجلال والکمال دیکھتا ہے اور نقائص بشریہ جو لوازم انسان ہیں ان کو اپنی طرف منسوب دیکھ کر نہایت شرمندہ ہوتا ہے اور مجسم عجز و احتیاج ہوتا ہے جس قدر اس مقام عالی میں رسوخ ہوگا اسی قدر محض بےکار گنہگار محتاج و عاجز اپنے آپ کو دیکھے گا۔ چنانچہ حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمۃ مکتوب [illegible] جلد اول میں اپنی نسبت تحریر فرماتے ہیں :-

”در بیاد دروغ مقتبر و غرور و وقت و حال مفتون وصل و کمال نگارش ہمہ نافرمانی مولیٰ است و عملش ہمہ ترک عزیمت و اولیٰ است، نظرگاہ خلق را آراستہ، و منظر حق تعالیٰ و تقدس خراب ساختہ، و عملش مقصود بر ظاہر آرائی است۔ و باطنش ازیں دیگر ہموارہ بر سوائی است۔ قال او منافی حال اوست و حال او منافی بر عیان او۔ ازیں خواب و خیال چہ آید و ازیں قال و حال چہ گشاید۔ او بار و خسارت نقد وقت است و عبادت و ضلالت بر کف دست، سیادہ فساد و شرارت است، منشاء ظلم و معصیت بالجملہ عیوب مجتمع است، و ذنوب مجسم، عبرت او لائق طعن و رد، و حسنات او شایان طعن و طرد۔ کم قاری القرآن والقرآن یلعنہ۔ در حق او گواہ عدل است و کم من صائم لیس لہ من صیامہ الا الظماء والجوع۔ در شان او شاہد صدق۔ قول من کان ہذا حالہ و منزلہ و کمالہ و درجت استغفارہ ذنب کسائر الذنوب بل اشد و توبتہ معصیۃ کسائر المعاصی بل اقبح۔ کل ما یفعلہ القبیح قبیح مصداق ایں سخن است ؎

ز گندم جو زجو گندم نیاید — مرض او ذاتی ست علاج نمی پذیرد

وجود او اصلی ست تبون رو نمی کند۔ ما بالذات لا ینفک عن الذات ؎

ع سیاہی از حبشی کے رود کہ خود رنگ است

چہ توان کرد و ما ظلمہم اللہ ولکن کانوا انفسہم یظلمون۔ الی ان قال بیس و ہر چہ نقص و شر است

بیشتر نماید چیزیکه کمال زیاده تر عجائب کار با راست این ذم معنی مدح پیدا کرده در شرارت و نقصان محل
خیر و کمال گشت پس لاجرم مقام عبدیت فوق جمیع مقامات باشد چه این معنی در مقام عبدیت اتم و اکمل
است. محبوبان را باین مقام مشرف ساخته‌اند. محبان بذوق شهود متلذذ اند. التذاذ محبوبان به بندگی و انس آن
مخصوص بمحبوبان است. انس محبان بمشاهده محبوب و انس محبوبان به بندگی محبوب مدعیان انس ایشان را
باین دولت می رسانند و باین نعمت سرفراز می سازند فیصولوا کر ما از این میدان آن سرور دنیا و دین و
سید اولین و آخرین حبیب رب العالمین است علیه من الصلوات اتمها و من التحیات اکملها و کسی را که بمحض فضل
خواهند که باین دولت رسانند او را بکمال متابعت آن سرور علیه الصلوٰة والسلام متحقق می سازند و آن را
بآن بلند درجه علیا می برند ذلک فضل الله یؤتیه من یشآء والله ذو الفضل العظیم. مرقوم آنکه کمال شر و
نقص علم ذوقی است. به آن معنا که بشرارت و نقص متصف شود صاحب این علم متحقق باخلاق الله است
تعالی شانه و تقدس این علم هم از جمله ثمرات آن تحقق است شرارت و نقص را درین موطن چه مجال جز آنکه
علم بآن متعلق شود این علم بواسطه شهود تام بخیر محض است که در جنب آن همه خیرها بسیار ابعاد از خود
آمدن نقص مطلق است بمقام خود الحذر تا این قسم خود را برنه چینی تزویر کاوش باین اهتمام رسیده اند کمال مولائی
خوب نصیب است تکیف خود را عین حق دانند و صفات خود را صفات او انگارد تعالی الله عن
ذلک علوا کبیرا ۔۔ انتہی

بقدر الحاجۃ الحاصل بوجہ کمال رسوخ اسی مقام عالی کے یہ دید ہمارے حضرت مخدوم العالم رحمۃ اللہ علیہ پر غالب
تھی جس کی وجہ سے فقرات انکسار از کلام حضرت اقدس سے ظاہر ہوتے ورنہ کجا وہ آفتاب ولایت کجا یہ ذرہ بے مقدار
اور اس عاجز کو شروع ۱۳۲۳ھ میں ابتدام سہلی عرصہ میں چھبیس روز میں اجمالاً بطور اندراج النہایت فی البدایت سیر و سیر نظری
حسب حوصلہ اس عاجز کل مقامات پر عبور کرایا گیا۔ یہ سب حضرت مولانا مخدوم العالم رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کا عکس
تھا۔ بعدہٗ ان مقامات کو واردات حال کو ملی؛ ترتیب حضرت مخدوم العالم کے زیر قدم بطور مقام اس عرصہ تک محقق
فرمایا جا رہا ہے۔

بطور وقائع و رویائے صالحہ خوب محقق ہے کہ یہ جو کچھ حاصل ہوا ہے بطفیل حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ ہے۔
اگر بعض واردات حال غیر مقصودہ حضرت مخدوم العالم کو پیش نہ آئے ہوں یا کشفی نہ ہوں بلکہ وجدانی ہوں جیسا
کہ بعض مکاتیب میں تحریر فرمایا ہے۔ اس سے کوئی قدح کمال حضرت اقدس میں نہیں ہوتا۔ تلک خیالات تربی بہا
اطفال الطریقۃ جو مقامات قرب الی اللہ و مقاصد بالذات ہیں علی الخصوص مقام تجلی ذاتی دائمی و مقام عبدیت کہ جو
فوق جمیع مقامات ہے ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بوجہ کمال اتباع سنت رسول تام تھا بوجہ غلبہ تجلی ذاتی دائمی و مقام
عبدیت کے یہ دید عدم کمال و دید نقائص خود غالب تھی۔ کل ذلک بمرتبۃ الشریعۃ جیسا کہ کلام حضرت
مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا سے واضح ہو گیا ہے۔ حق تعالیٰ بطفیل حضرت فخر عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مخدوم العالم رحمۃ اللہ علیہ کے قدم بقدم چلنا نصیب فرماوے اور دار آخرت میں حضرت مخدوم کی جماعت میں محشور فرما کر معیت حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نصیب فرماوے آمین۔ بحرمت النبی الامین۔

اللّٰھم احشرنا فی زمرتہ واستعملنا بسنتہ وتوفنا علی ملتہ واجعلنا من حزبہ اللّٰھم اجمع بیننا وبینہ کما آمنا بہ ولم نرہ اللّٰھم لا تفرق بیننا وبینہ حتی تدخلنا مدخلہ واجعلنا من رفقائہ مع النبیین من اجلہ والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

مکتوب ۱۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولوی صدیق احمد صاحب السلام علیکم! آپ کا خط آیا، حال معلوم ہو کر بہت بہت فرحت ہوئی۔ حق تعالےٰ ترقی فرماوے۔ اول یہ مقصود ذکر کے نور کا ملاحظہ جو ابتداء میں تلقین ہوا ہے تو وہ مقصد اصلی نہیں بلکہ تمہید ہوتا ہے اس کی کہ بتدریج احاطہ ذات کا ورود ہو جاوے یعنی "بکل شیء محیط" کا تصور اصل ہے اور احاطہ نور کا تصور اس کی ہی غرض سے تھا۔ اب ذکر میں یہی تصور کرو کہ "ان اللہ بکل شیء محیط" ملاحظہ نور کی ضرورت نہیں کہ وہ مقدمہ مبادی تھا اور یہ مقصود و اصل۔ اب ذکر زبانی میں بھی احاطہ ذاتی کا لحاظ کرو اور پاس انفاس میں بھی خروج و دخول نفس ذکری میں احاطہ ذاتی کا تصور کرو۔ غرض کام سے ہے جہاں ہو سکے بفراغت کرنا چاہیئے خواہ مخواہ تنگی اٹھانے کی ضرورت نہیں یہاں وہاں سب یکساں ہے۔ محمود میاں مناسب جانو ویسا کرنا یہاں پھر وطن کے قریب میں شاید تشویش پیش آجاوے اور ذکر میں کچھ خصوصیت رات کی ہی نہیں دن کو بھی کرو۔ باقی یہ جو اول کیفیت تھی پھر وہ نہ ہوئی تو اس کی یہ وجہ ہے کہ اولاً جو حال وارد ہوتا ہے تو وہ بہت زور سے آتا ہے، قلب نا آشنا ہوتا ہے کیفیت زیادہ ہوتی ہے۔ پھر اس حال سے ایک گونہ مناسبت ہو جاتی ہے تو وہ زور شور نہیں معلوم ہوتا کہ اول کورے ظروف گلی میں پانی ڈالیں تو کیسا شور ہوتا ہے دوبارہ میں حالانکہ پانی کا اثر زیادہ ہوتا ہے مگر وہ جوش نہیں ہوتا۔ ایسا ہی حال قلب و جسد انسان کا ہے اور غرض کیفیت سے نہیں مقصد سکون و ربط قلب باللہ ہے۔ حالات جو اولیاء پر پہنچے وجد و حال کے اس کا بیسواں حصہ بھی صحابہ سے منقول نہیں۔

غرض نسبت و سکون و طمانیت باللہ تعالےٰ اصل ہے اور کیفیت لازم و دائمی ہے۔ یہ حال ہے مقام نہیں سو اس کا افسوس مت کرو۔ اب اس حالت سے تم میں زیادہ نسبت ہے اور ذکر میں رعایت دماغ و قوت کی ضرور رکھنا۔ لذت میں آ کر ایسا مت کرنا کہ اصل کام سے رہ جاؤ۔ تھوڑا تھوڑا بڑھتا ہے جلدی کا کام نہیں۔ ایک دو روز کی بات نہیں ساری عمر کا کام ہے "تساموا تغنموا" قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ رات دن یکساں حال نہیں ہوتا۔ اس امر کو بہت یاد رکھنا۔ فقط والسلام۔

دوسرا خواب بھی صالح اور مبارک ہے۔ اگر تہجد سے کچھ دماغ کو نقصان ہو دن کو کام کرنا تہجد کی ضروری نہیں غرض

دام ہے بہ شدت وقت سے ۔ ۴ ربیع صفر سنہ ۱۳۲۰ھ تحریر کیا ۔

مکتوب نمبر ۱۵

مولوی صدیق احمد صاحب ۔ السلام علیکم ۔ آپ کا خط بدست میر جیو عبدالرزاق کے آیا اس کا بھی جواب میری تحریر سے معلوم ہو چکا ہے ۔ خلاصہ یہ ہے کہ پہلے تو فقط یہ بات تصور میں کہ اسم کا ذکر کیفیت ہوتا ہے ۔ اب لفظ اللہ کے ساتھ یوں تصور کرو کہ ذات حق تعالیٰ کی مطلوب ہے " وہو بکل شیء محیط " محدود نہیں ہے اور نور لطیف جو خیال ہو اس کو خیال میں نور ذات ہی تصور کرو ۔ صفات اگر خود بخود خیال میں آویں آویں ۔ مگر تم نظر قصدی ذات کی طرف رکھو باقی یہ مقامات طریقہ نہ ہو سو سب کو کلیات اسی قسم کی پیش آتی ہیں ۔ اور جزئیات حالات یکساں نہیں ہوتے اس کا کچھ تردد مت کرنا ۔ پاس انفاس وغیرہ سب چیزیں اس کے ہیں کہ ذکر خیال میں قائم ہو جائے ورنہ اصل مقصود نہیں ۔ جب خیال ذکر ذات قائم ہو جاوے تو زبان اور انفاس کی کسی کو ضرورت نہیں ۔ باقی دریافت کا دیکھنا عمدہ بات ہے اور آثار بھی عمدہ ہیں ۔ حق تعالیٰ باوجود وراء الوریٰ کے قریب بعید کے ہے " وہو معکم اینما کنتم " ایسے تخیل کوشش کی ضرورت نہیں اور " معکم " علم سے معیت تعبیر کرنا کچھ حاجت نہیں ۔ علم عین ذات ہے جہاں علم وہاں ذات ۔ پس تکلف کی کیا حاجت ہے ؟ حق تعالیٰ فوق تحت سے بری ہے ۔ فوق اور تحت اور ہر جا موجود ہے ۔ عروج روح و قلب کا فوق کی جانب اس خیال سے نہیں ہے کہ حق تعالیٰ فوق العرش ہے نہیں سب جگہ ہے قلب مومن کے اندر بھی ہے ۔ بس فوق کا خیال مت کرو ۔

آج تیسرا خط پاکر بندہ کے خط کا جواب ہے ۔ برادر صاحب حال کو وحدت خوش آتی ہے کثرت و تعلق سے گھبرا ہے اور جو خلل کہ ہے مقصد کا ہے وہ قید سے زیادہ ہے ۔ حق تعالیٰ آپ کو سب بلا سے محفوظ رکھے اور اپنے ذکر میں مشغول رکھے ۔ باقی جو کچھ حالات لکھے ہیں وہ سب قابل شکر ہیں " لئن شکرتم لازیدنکم " محویت کہ یہ دنیا اور خیال قرب حق تعالیٰ کا ہے یہ وہ اثر توحید افعالی کا ہے اور یہ سب ترقیات اپنے طور کی ہیں آثار توحید نہایت مبارک حال ہے حق تعالیٰ مبارک فرمائے اور اپنے آپ کو ذات سے وابستہ دیکھو پہلے بھی لکھ چکا ہوں ۔ یہ سب عنایات حق تعالیٰ کی ہیں آپ کی دعا سے اگر مجھ کو بھی یہ حاصل ہو جاوے تو کیا عجب ہے ۔ فقط

والسلام ۔ ۸ ربیع صفر سنہ ۱۳۲۰ھ

مکتوب نمبر ۱۶

مولوی صدیق احمد صاحب ۔ السلام علیکم ۔ آج سہ شنبہ کو خط آیا اور ایک خط دو شنبہ کو آیا تھا جواب کی دونوں میں حاجت نہیں ۔ یہ تمہارے حالات صادق ہیں حق تعالیٰ اصل مقصد نصیب فرما دے آمین ۔ اور محسن ظن تمہارے کے مجھ کو بھی ذرہ اپنے محبت کا عطا فرما دے ۔

ذکر جہری کی اب کچھ حاجت نہیں ذکر اصل میں تذکر قلب ہے سو جب ذکر قلبی حاصل ہوا اب زبان کی کچھ ضرورت
نہیں خصوصاً جب ذکر جہر سے دل گھبراوے اُس وقت ذکر زبانی کا ترک کرنا ضرور ہے۔ جس ذکر میں دل کو سرور ہو اس
کو کرنا چاہیئے مثلاً تسبیح تہلیل تحمید میں یا تفکر میں یا شکر میں یا جس پیرایہ میں مقصود حاصل ہووے اُس پر ہی قناعت کرو۔
اصل سب کا حضور ہے اور بس۔ اور یہ نعمت دفعتاً حاصل ہو جانا محض احسان حق تعالیٰ کا ہے۔ اس ناکارہ کو ساری عمر
گزری کچھ بھی نصیب نہ ہوا۔ چاہ سے پانی چلتا ہے اور بذریعہ نالی و نل کے زراعت میں جاتا ہے۔ نل نالی کو کچھ حظ
نہیں محض واسطہ بے عمل ہوا۔ یہ ناکس واسطہ واقع ہوا گو خود خشک لب محروم ہے۔ اب خود آپ سے التجاء دعا کرتا ہوں کہ
ہمت و دعا سے مجھ کو بھی یاد رکھیں۔ شیخ عبد القدوس قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ "اصل یہ ہے کہ شیخ مرید کو لے جاتا ہے اور
فضل یہ ہے کہ مرید شیخ کو لے جاوے"۔ پدر مفلس کو اگرچہ زکوٰۃ درست نہیں مگر صدقہ نافلہ جائز ہے علیٰ ہذا۔ اصل
ایمان و فرائض تو مرید سے شیخ کو ملنا محال ہے مگر ترقی حالات ملنا عجب نہیں۔ سو اس ناکس کو اس عمر میں سوائے
اصل نسبت سلسلہ کے کچھ نہیں ملا میاں انوار و تجلیات سے کچھ نہیں پایا۔ کیا تعجب کہ آپ کی دعا و برکت سے کچھ مل جاوے۔
خیر الحاصل تم اپنے کام میں مصروف رہو اور امور جدیدہ سے اطلاع کرتے رہو۔ اس وقت تک کوئی امر خدشہ کا پیش
نہیں آیا۔ آئندہ کو بھی فضل حق تعالیٰ درکار ہے جس کی نسبت میں انوار کا مشاہدہ ہوتا ہے تو وہاں لاریب اندیشہ
دخل ابلیس بہت ہوتا ہے لہٰذا ہر حال ہر امر میں اتباع شریعت کا خیال رکھنا۔ کوئی حال خلاف شرع کے معتبر نہیں ہوتا۔
یہ سب تمہارے واقعات محمود ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ پھر آخر میں بعض ایسے وقائع پیش آتے ہیں کہ سالک حیران ہوتا
ہے۔ البتہ ایسے وقت واقف رہبر کی ضرورت پڑتی ہے سو اگرچہ قطع طریق نصیب اس مدبر کے نہیں ہوا مگر بایں صحبت
مشائخ سے حصہ لیا ہے۔ طبیب نادان اگرچہ خود بیمار ہو مگر دوسرے کو نسخہ کچھ نہ کچھ بتلا دیتا ہے۔ فقط والسلام

یہ پرچہ جدا کر کے حافظ مسعود احمد کو دے دیں۔ ۱۰ر صفر ۱۳۰۱ھ

مکتوب ۱۷

مکرمی عزیزی مولوی صدیق احمد صاحب مد فیضہم السلام علیکم! آپ کے خطوط متواتر پہنچے۔ حالات عالیہ دیکھے،
تعمیل بیعت کر دی گئی اور جو جو معاملات میرے علم تک آسکے ہیں ان کی تصدیق بھی کرتا ہوں اور جو امور اپنی رسائی سے
خارج ہیں ان میں معذور ہیں، سالک کو بجز لحاظ ذات بحت کے اور اتنا اپنے کی بجز ذات میں اور تجرید ذات کی
عن جمیع المشوبات اجتناب لازم ہے اور شغل فرائض و سنن و رواتب کے بعد اذکار مسنونہ کرتا رہے باقی تجرید مذکورہ
بالا میں رہے۔ ذات پاک حق تعالیٰ کی احاطہ ادراک سے خارج ہے بجز ہستی محض و وجود مطلق کے جو کچھ مدرک ہے
وہ سب خیال سالک ہے نہ ذات حق تعالیٰ ؎

دور بیناں بارگاہ الست   غیر ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

بس سوائے اس قدر کہ "ہو موجود موصوف بالصفات المعہودة" سب مدرکات کو نفی کرنا چاہیئے۔

خرقہ و اجازت دونوں حاصل ہو دیں گے مطمئن رہیں۔ فقط والسلام

اس خط کو بہت غور سے مطالعہ کرنا اور اکثر دیکھنا کہ اس میں بہت کچھ لکھا ہے گو الفاظ قلیل ہیں۔ فقط

مکتوب نمبر ۱۸

مولوی صدیق احمد صاحب السلام علیکم۔ آپ کے خطوط سے حالات معلوم ہوئے جو کچھ عنایات حق تعالیٰ کے بندۂ احقر پر مبذول ہیں اس کا شکر بہ محال ہے۔ اصل مقصود تو احسان ہے سو وہ بفضلہ تعالیٰ آپ کو عطا ہوا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے قرن میں یہ احسان ہی تھا اور معارف جو خلف کو جدید حاصل ہوئے وہ بھی ثمرہ عنایات ہیں مگر انوار کا جو طریق و سلوک ہے وہ خطرناک ہے فقط احسان میں کوئی دخل شیطان کا نہیں ہو سکتا مگر انوار کے نزول میں بہت خطرہ ہے اور اس حالت میں اتباع سنت نہایت درکار ہے اور رعایت شروط کی پر حدود ہے علم و تقویٰ بہت بہت واجب ہے۔

مشائخ نے لکھا ہے کہ انسان میں سات لطیفے موضوع ہیں اور ہر ہر لطیفہ میں دس دس ہزار پردہ نور موضوع ہیں جب تک یہ ستر ہزار حجب نور قطع نہ ہو جاویں اندیشہ بر اندیشہ ہے۔ جب انوار ظاہر ہوتے ہیں اور تخیلہ انسان کا نور سے پر ہو کر متصل ہو جاتا ہے تو جو امر تخیلہ میں پیدا ہوتا ہے تو سالک کو وہ خطرہ تخیلہ کا نور سے ناشی ہوتا معلوم ہوتا ہے اور اس نور کو حق تعالیٰ جانتا ہے اس خطرہ کو خطرۂ رحمانی جان لیتا ہے یہ بہت خطرہ ناک ہے علی ہذا۔ جو نور محیط اشیا معلوم ہوتا ہے اس نور کو خدا تعالیٰ سمجھ لیتا ہے اور غیر خدا کو خدا جان کر خدائی پرستش کرنے کا فرطریقہ ہو جاتا ہے تو ایسی سخت مصیبت میں پناہ شریعت بہت واجب ہے اور کسی خطرہ پر دل نہ رکھنا اور کسی نور محیط پر التفات نہ کرنا اور جملہ مشاہدات کو نفی کر دینا اور خدا سے لایزال کو بے کیف بے ان کر جملہ کیفیت کو غیر جاننا اور تحت لا الہ داخل کر دینا واجبات سے ہے۔ ع

دور بینان بارگاہ است — غیر ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

پس ہستی مطلق کو ہر دم عیاں میں پرورش کرنا اور بلا کیف حاضر موجود جان کر حیا و شرم کے ساتھ بندہ مطیع رہنا مقصود اصلی ہے اور یہی احسان ہے باقی زوائد۔ حضرات شیخ فرماتے ہیں کہ جس کے سلوک میں انوار پیش نہ آویں اس کا سلوک اسلم ہے اور وجود منبسط جو ساری تمام اجسام و اعراض میں محسوس سالک ہوتا ہے وہ جو کہ اصطلاح میں اس کو نفس رحمانی کہتے ہیں وہ بھی نور اعظم ہے حق تعالیٰ کی ذات اس سے بھی اعلیٰ و برتر و ہزار درجہ بری ہے اس کو بھی عین ذات تصور کرنا شرک طریقہ ہے۔ غرض ایسے دوا ثر مہلکہ سے حق تعالیٰ اپنے بندوں کو نجات بخشے۔

سلوک صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں تحصیل احسان اور رہنا بندہ عاجز بے اختیار ہونا اور من کل الوجوہ محتاج ذات غنی کا اور حضور اس کریم کار ہے نیاز کے ساتھ عبادت کا ہونا تھا۔ بندگی در بندگی عجز در عجز

توکل ور توکل ہمت اطاعت وجان ومال بازی فی رضاء المولیٰ اس کا ثمرہ تھا اور استغراق تھا اور فنا تھی۔ متاخرین نے
دوسرا راستہ نکالا کہ جس سے ربط حادث بالخالق کی کیفیت معلوم ہو جائے۔ سو بعد مجاہدات معلوم ہوا کہ سب
مخلوقات اعلیٰ سے ادنیٰ تک اپنے خالق سے مربوط اور اس کے وجود سے موجود ہیں۔ یہ وحدۃ وجود یا وحدۃ شہود علی
خلاف فیہم ہیں اس ربط کے شہود کا نام جذب رکھا گیا اور انتہاء راہ جذب اس نسبت کے انکشاف پر ہے۔
پس جذب کے معنے رجوع السالک الی حقیقۃ الحقائق وواصل الاشیاء اور اس میں فنا ہو جانا اور اپنے علم
انانیت کا گم کر دینا مقرر ہوئے۔ اس راہ جذب کو جو کچھ حضرات مشائخ نے طے کیا اس کے بیان سے زبان عاجز ہے۔
گویا وہ کمالات اب کالعنقاء ہو گئے جس قدر سالک مجاہدہ کرکے کوئی مقام طے کرے ہنوز اس کے آثار کے
سوائے ان کمال سے کوئی مناسبت نہیں ہوتی۔ ان کو حوصلہ و ملکہ ملاء اعلیٰ سے ناشی تھا اب ملاء اسافل سے بھی
پوری مناسبت نہیں معہذا راہ جذب ہے ورنہ ہو گاہ بعد طے راہ جذب کے پھر وہی طریقہ صحابہ کہ عبدیت کا مقام ہے
اختیار کرنا و عبادات و عاجزی کا معاملہ کرنا واجب ہوتا ہے۔

پس یہ بات کہ کسی مقام اور کسی حال میں مناسبت و مساوات قدماء یا متاخرین کی توقع ہو یہ تو محض خیال خام
ہے۔ مگر ہاں بطفیل ان اکابر کے وہی راہ ہے اور اسی قسم کے حالات ہیں۔ وجود بحمد اللہ کی فراخی اور قید تمام
اشیاء لطیفہ قلب سے ناشی ہے ہنوز لطائف اعلیٰ بہت دور مگر جو کچھ حظ جذبہ کا ہو جاوے عین عنایت ہے کہ
اگر اس کے شکریہ میں کروڑوں سال ہمہ تن زبان ہو کر شکر کرے تو کوئی ادنیٰ درجہ شکر کا بھی ادا نہیں ہو سکتا۔
نفس کو وہ دید انوار سے لذت ہوتی ہے اور تماشا مخلوقات عجیبہ میں مشغوف ہے اس واسطے ان انوار کا مشتاق
تھا ورنہ اصل کار سالک فنا و رہستی خود ہے۔ انوار سے کیا مقصود ہے۔ سو الحمد للہ اس نکتہ کو تم سمجھ گئے ہو اور اب
مرتبہ یادداشت کا قائم ہو گیا۔ اب تم کو شغل درس تدریس مضر نہیں۔ چونکہ اکثر کتب طب پڑھ لی ہیں اس قدر
قلیل باقی کو بھی تمام کرو اور دو گھنٹہ یہی فی رضاء اللہ تعالیٰ جان کر خرچ کرو کہ کسی بندہ حق تعالیٰ کا کام کر دیا
اور اس کی اعانت میں اپنے مولیٰ تعالیٰ شانہ کی رضا کو مطلوب رکھنا کیا مضائقہ ہے۔ باقی یاد قرآن مجید وہ تمہارے
شوق سے شروع ہوا ہے انشاء اللہ تعالیٰ تمام ہو جائے گا اور نہیں قدر ہو جاوے غنیمت ہے۔ فقط

تیسرے: تم نے خط میں وجود بحمد اللہ کا ساری عالم ہونا جو لکھا ہے سو اس کا جواب تو اوپر ہو چکا کہ یہ وجود بیشک
سارا ہے اور قیم جملہ حوادث ہے اور یہ شہود حال مقدمہ توحید افعالی کا ہے۔ اور ربط واقعی تمام مخلوق کے ساتھ
ہے اس کا انکشاف عمدہ امر ہے تو مقصود نہیں اور وہ کیفیت کہ جس کا حال بطور تمثیل لکھا ہے وہ نور بے اطلاق ہے ذات
مطلق بہت سے اور کیفیت سے منزہ ہے فقط سب اذکار و مراقبات تحصیل نسبت کے واسطے ہوتے ہیں جب نسبت
یادداشت حاصل ہو چکی اب مراقبات کی درخواست عجب بات ہے۔ اب تمہارا سب ذکر لسانی قرآن و صلوٰۃ و ذکر مسنون
مراقبہ ہے سب میں یادداشت ہے کہ ثمرہ مراقبات یہی ہے۔ اب کسی مراقبہ کی حاجت نہیں۔ اذکار مسنونہ حدیث پڑھو
قرآن و نوافل صلوٰۃ مسنونہ ادا کرو اور بس۔ ضیافت کے باب میں یہ ہے کہ ضیافت میں جانا مسنون ہے نہ کھانا ان

اُن کی خوشی کے واسطے پانچ چار لقمے کھا لئے آپ کے اصرار پر نظر نہ کی۔ ورجو اس میں بھی نقصان ہو تو ترک کردو
کوئی کرد و کی بات نہیں۔ فقط

مولوی خلیل احمد صاحب بندہ دو روز کی رخصت لائے تھے گنگوہ بھی دو شب کو آئے پھر سہارنپور چلے گئے کہ اُن کے
والد اور سب گھر سہارنپور ہی ہے۔ وہاں ایام رخصت تمام کر کے بھاولپور جائیں گے۔ فقط

• باقی سب خیریت ہے پیر جیو عبد الرزاق سے بعد سلام کہنا کہ بیضاوی کے واسطے جو لوگوں نے آپ سے کہا تھا اُس
کا کیا بندوبست ہوا؟ اگر خرید ہوئی تو اطلاع دو قیمت مرسل ہو اور جو قیمت دے دی ہے تو فقط ایک بیضاوی کے
پارسل بندہ میں روانہ کر دو کہ قریب شروع ہوئی۔ مجھ کو تحقیق نہیں اس وقت کوئی طالب علم نہیں کہ پوچھتا۔ فقط

اور تفسیر جمل کے واسطے شیخ محمد حسین کو بھی کچھ لکھا۔ جواب ملا یا نہیں؟ چار پانچ روز گزرے کہ بی سلطان جو حسو
کا انتقال ہوا کسی نے خبر بھی نہیں دی کہ کچھ برائے کفن دیتا۔ تیسرے روز خبر ہوئی۔ فقط۔ اطلاعاً لکھا گیا۔

۹ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۱ ہجری

مکتوب نمبر ۱۹

برادر اعز مولوی صدیق صاحب مدفیوضہم السلام علیکم۔ پرسوں تمہارا خط آیا تھا اس کے جواب کی فرصت نہ ہوئی۔
جمعہ کو جواب تحریر کیا تھا۔ اب آج دوسرا خط آیا۔ آپ کے حالات موجب فرحت و شکر کے ہیں۔ کوئلہ جانے کے باب
میں رائے بندہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے معاش کا ایک سامان قائم کر دیا ہے اس کو از خود ترک کرنا ناشکری ہے۔
کوئی ایسا کام وہاں بھی تمہارے تعلق نہیں کہ حارج کار دین ہو اگر اس تمہارے خط کے بعد استعفیٰ داد پر وہاں سے اجازت
آجاوے تو خیر ورنہ چلے جانا کوئلہ کا کوئی اندیشہ نہیں یہ بات ضرور ہے کہ معاش و رزق مقدر ہر جگہ ملے گا۔ من
یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ اس میں کوئی تردد نہیں۔ رزق بندہ کو تلاش کرتا پھرتا ہے مگر اول امتحان ہوتا ہے
سو یہ وجہ نہیں کہ بندہ اس صدق کے رزق کی سبیل نہ ہووے گی معاذ اللہ یہ خیال جہال کا ہے مگر ذریعہ خداوندی
سے اعراض کیوں کرے۔ اگر خود بخود بند ہو جاوے تو اس پر بھی صبر و شکر کرنا لازم ہے۔

الحمد للہ بندہ مشغول بالمولیٰ کو دہلی کوئلہ یکساں ہے وھو معکم اینما کنتم قلب مشغول کو کوئی مانع شاغل
نہیں جہاں ہووے ہاں البتہ جہاں دل کو جمعیت ہوتی ہے وہاں کشائش طبع ہوتی ہے سو کوئلہ کا حال تو معلوم
کہ وہاں آپ کا دل متعلق ہے یا نہیں؟ اگر سکون مافی مثل وہاں ہو تو کیا حرج ہے؟ بالفرض اگر انفکاک نوکری نوبت
نے نہ ہوا اور تم وہاں گئے اور دل نہ لگا، نقصان ہوا تو جب بھی کو ترک کے مختار ہو۔ فقط اتنے امر پر وہاں کیا
جیسا آوے کیوں ترک کرتے ہو؟ یقین کرتا ہوں کہ کوئلہ میں بھی مضرت نہ ہووے گی جو شغل جہاں نہیں وہ حدیث
دہلی میں تھا ہے وہی وہاں بھی رہے گا فقط اب اس صورت میں جواب خط سابق جس میں سایہ وغیرہ کے سوالات تھے
ترک کرتا ہوں مگر اتنا جانتا ہوں کہ جامع مسجد سمت شمال پر مبنی نہیں بلکہ حسب قاعدہ ریاضی درجات پر اس کی
بنا ہوئی ہے اور دیگر مساجد بھی شاید اسی طرح بنی ہوں گی۔ لہٰذا سایہ وصوب گھڑی سے مطابق تھے ہوئے سمت ادھر جب

گھڑی کا چنداں اعتبار نہیں۔ سایہ کا اعتبار ہے نزد بندہ کے۔ جامع مسجد میں دائرہ ہندیہ لگا ہوا ہے اس سے
گھڑی ملا کر درست کرلو اور پھر اس پر عمل کرو۔ نہ معلوم ایسے مشتبہ وقت نماز سے کیا حاصل ہے؟ اگر آپ کے نزدیک
وقت مشتبہ ہے تو مت پڑھو اور ایسے منادی کی جماعت کو ترک کردو اور جب جماعت ہو سکتی نہیں ہوتی تو دوسری
جماعت کا کیا حرج ہے؟ ہاں وقت مثل بندہ کے نزدیک زیادہ قوی ہے روایات حدیث سے ثبوت مثل کا ہو چکا ہے
دو مثل کا ثبوت حدیث سے نہیں، بنا علیہ ایک مثل پر عصر ہو جاتی ہے۔ گو احتیاطاً دوسری روایت کیا ہے فقط والسلام

باقی اس وقت جلدی میں زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ ایک یہ کہ ۲۲ شعبان پنج شنبہ کو وقت عشاء کے تمہارے عم بزرگوار مجید علی
صاحب مرحوم کا انتقال ہو گیا۔ مولوی نذیر احمد خبر مرض شدید سن کر بہاولپور سے آئے تھے مگر ان کے آنے سے پہلے انتقال ہو
گیا۔ مولوی خلیل احمد چونکہ ابھی گئے تھے رخصت نہ ہوئی باقی سب حالات بدستور فقط مولوی عبد الحق مولوی محمد جواد
کو سلام پہنچے۔ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

مکتوب نمبر ۲

مولوی صدیق احمد صاحب سلمہ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہ آپ کا پہلا خط آیا جواب کی نوبت
نہ آئی کہ دیوبند چلا گیا وہاں ہو کر فرصت جواب نہ ملی واپس وطن آیا مولوی صدیق نے دوسرا خط دیا اور دو مہینے
دور چلے گئے۔ بیمار ہو گیا اب صحت ہوئی اس عرصہ میں دو خط اور آپ کے پہنچے چار خط جمع ہو گئے۔ اب جواب
لکھتا ہوں کہ جو جو احوال تم نے لکھے وہ عروج ترقی کی خبر دیتے ہیں حاجت جواب نہیں خواب میں روضہ حضرت سرور کی
اور حجرہ میں پانی بھرنا اور جاڑو دینا یہی جملہ نکلتا ہے سب تمہارے لطائف کی علامات ہیں کہ آپ سے کسی کو فائدہ ہووے گا۔
حضرات چشتیہ و قادریہ کے نسبات بھی اعلیٰ درجے کو پہنچے ہیں ایسا خیال ہرگز مت کرنا کہ وہ تشبیہ ہی میں رہے
باقی کلام میں درود اور اثر اس کا دیر سے ہوتا ہے سو جناب فخر عالم علیہ السلام کے حال کو دیکھو کہ ایام فترۃ وحی میں کئی
بار پہاڑ سے گرانا اپنا تجویز کرتے تھے قبض و بسط ہر دو حالات رفیع ہیں فیصلہ نسبات اولیاء میں میرا تمہارا کام نہیں
ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است، سب کا پیرا اعلیٰ درجہ تک پہنچے ہیں۔ ایک سے ایک اعلیٰ ہے چند اشخاص
کو جو آپ نے مستعد بیعت کیا ہے آپ ہی ان سے بیعت لیویں آپ کو اجازت اخذ بیعت دیتا ہوں اور تلقین
مناسب فرما دیں بفضلہ تعالیٰ اس منصب کے ہو اور یہاں آنا کچھ ضرورت نہیں بندہ کو زاد و خرچ کی بھی دقت ہے۔
غرباء کو وظیفہ حدیث کا بتا دینا سہل ہے اور یہی آپ جو حسن ظن کیا کچھ میرے ساتھ اعتقاد جمائے بیٹھے ہیں۔
الحق مجھ کو نہایت شرم ہے میرا حال قابل اس کے نہیں کہ کوئی مجھ سے اعتقاد کرے مگر تمہارا حسن ظن اپنا وسیلہ
آخرت جانتا ہوں۔ زیادہ حسن ظن کی بات موجب طمانیت تمہاری ہے لیکن میرا پردہ فاش کر کے مجھ کو ضائع مت
کرو جو طالب حق ہے اس کو تم وہ سب جو حصہ کچھ بتلا دو۔ فقط
کریم بخش کو جس کے لطائف بند ہو گئے ہیں اسے از سر نو تلقین لطائف کر دو اور نگاہ اپنے سامنے بٹھلایا کرو

وظائف اس کے جاری ہو جاویں گے علی ہذا عبدالجلیل خان کو کچھ بتلا دیا یہاں آنا کچھ ضروری نہیں بفضلہ تعالیٰ محمد
سے بہتر تم ہو یہاں تو فقط درس تدریس کا شغل ہے اور سب باقی جو جو کچھ در باب رد نبوت و تنزیہ لکھا ہے سب
کی تصدیق کرتا ہوں۔ فقط

دوسرے خط میں جو افضلیت مقامات انبیاء و صحابہ ہے وہ سب درست ہے۔ عبدالمجید خاں سے بسبب تجرم
کے کوئی کلام نہیں ہوئی مشتاقان کو خط کو آپ کے حوالہ کر چکا ہوں جہاں تم ہو میری کوئی حاجت و شمار نہیں۔ اللہ تعالیٰ
آپ کو میرا وسیلہ نجات کرے اور جب کوئی کمال قلب پر متمکن ہو جاتا ہے اس قدر عظمت اس کی نہیں رہتی جو ابتدا
میں ہوتی ہے۔

تیسرے خط میں اجرائے تنخواہ و دفع وساوس بشریہ و ترقی دریافت ہو کر زیادہ سرور ہوا۔ خواب میں کشمش
کا کھانا بھی اچھا ہے اور درخت سبز اور میوہ یہ سب عمدہ بات ہے۔ سالک کو جب عبور عنصر باد پر ہوتا ہے تو یہ
اس کے آثار ہیں۔ راحت جسمی بھی ضرور ہے تھوڑی شب میں تھوڑا شغل کیا غرض حصول نسبت سے ہے عبادت
قدر طاقت کرنا چاہیئے "خیر العمل ما دیم علیہ" قیام حال نسبت اصل مقصود ہے۔ نقشہ دو شغل وغیرہ کا مظاہر الحق
ترجمہ مشکوٰۃ میں منقول ہے وہ عمدہ نقشہ ہے اس کو ملاحظہ فرمائیں۔ فقط

چوتھے خط میں ازدیاد یقین و وضوح احسان لکھا ہے۔ ورود خفائے توحید افعالی سو یہ امر موجب ترقی ہے۔
خلوت جلوت یکساں ہو جانا آثار اس کے ہیں الحمد للہ علی ذلک باقی اقتصاد وحید امور میں وہ بھی بتدریج حاصل ہو
جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ کثرت کلام میں اگر رضا قلب مومن ہو تو وہ بھی عبادت ہے جس اختلاط میں داخل ہے
کوئی امر خواہش نفس سے نہ ہو بلکہ بامر مالک و قاعدہ شرع ہو وہ خود عادت بھی عبادت ہو جاتی ہے۔ فی الواقع
شریعت فرض اور مقصود اصلی ہے طریقہ بھی شریعت باطنی ہے اور حقیقت و معرفت متمم شریعت ہیں۔ اتباع
شریعت بکمال بدون معرفت نہیں ہو سکتا اور شغل تدریس بنظر زبدہ مسلمین اعلیٰ عبادات شان انبیاء علیہم السلام
ہے اور شغل آپ کے واسطے بجز تلاوت قرآن شریف و اذکار ماثورہ و نوافل کوئی ضرورت نہیں یہی موجب ترقی
اور باعث ازدیاد یقین ہوں گے۔ فقط

تعلیم فرزندان کو قوال و محمد یٰسین خان جو مشورہ ہے تو بندہ کے نزدیک جیسا تم نے یہ کام اختیار کر رکھا ہے
وہ بھی اچھا ورنہ کیا حرج ہے؟ اس باب میں کیا ضرورت مشورہ ہے! محمد عمر کی بندہ سے حالی اس کا کہا وہ بہت
بہت دست بستہ سلام و شکریہ ادا کرتے ہیں باوصف پیرانہ سری نہایت عجز سے اظہار کرتے ہیں کیونکہ اس
کی بد وضعی سے رنجیدہ ہیں۔ اگر آپ کے اثر صحبت سے کچھ ہو جاوے تو بہت عمدہ امر ہے۔ بضبط اوقات بھی
عمدہ طرح پر ہیں ہو رہے آنکھ کھلنے کے باب میں پہلے لکھ چکا ہوں وہ خواب تین ڈھنگوں جاری ہونے کا، وہ
آپ کے فیضان ہیں کہ جاری ہو رہے ہیں سے دوام آگاہی کے جس میں غفلت نہ ہو فقط قلبی سے تعلق رکھتا ہے۔
دوام آگاہی مبارک ہو۔ تجلی ذوقی سے ہوا امر تبہ دوران ہے جو کچھ خطوط میں آپ نے لکھا تھا وہ سب ذہن بخیر تعلق

تمہارا درمیان نہ تھا وہ سب خطوط بطور تعویذ جان رکھتا ہوں۔ کیا محل گستاخی اور ندامت کا ہے ؎

در کوئے تو بردم ز سر گیسوئے تو تارے ! تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

زیارت فخر عالم علیہ السلام بحیثیۃ دی بات نہیں۔ مدد و شریعت کی کثرت و محبت موجب اس کا ہے اور فی الواقع چشتیہ زمان دور از مقصود ہیں۔ فقط والسلام

مولوی محمد صدیق صاحب کو سلام مسنون پہنچے جواب مسئلہ مکہ کر عزیز الرحمن کو دے دیا تھا شاید بھیجا ہو۔ فقط

آپ کو مجھ و اعدد دیگر طلباء کا سلام پہنچے۔ ہر چند آپ کے حسن ظن بندہ کے باب میں آپ ہم کو دعا بھی کرنا کہ مجھ کو بھی کچھ اس راہ سے مل جائے۔ آمین ثم آمین۔ فقط مورخہ ۲۴ جمادی الثانیہ ۱۳۱۲ھ ہجری۔ روز جمعہ

مکتوب ۲۱

مولوی صدیق احمد صاحب السلام علیکم! بعد تمہارے جانے کے یہ خیال آیا کہ سر بند عطیہ حضرت مسلمہ کہ جو احقر کو عطا ہوا تھا اور پانچ سال میرے استعمال میں رہا آپ کو بھی دیا جاوے کیونکہ اس کے طالب چند شخص تھے چونکہ آپ احق ہیں اور تاخیر میں خیال تھا کہ شاید مجبوری سے ان کو دیا جاوے لہٰذا اب ہی ارسال مناسب ہوا۔ بدعا خیر یاد رکھیں۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۱۳۱۲ھ ۔

مکتوب ۲۲

مولوی صدیق احمد صاحب مد فیوضہم السلام علیکم! بخیریت ہوں۔ جناب آپ کے جانے خط کا سابق روانہ کر چکا ہوں اب دوسرا خط آیا جس میں پیر جیو فخر الحسن صاحب کا خط ہے اس کا جواب تو وہی جواب ہے جو پہلے لکھ چکا ہوں۔ اب اگر خواہ مخواہ وہ مجھ سے تعلق بلا واسطہ چاہتے ہیں تو اب کی ملاقات تک ملتوی رکھیں۔ اور چند بار استخارہ کر لیں بعد استخارہ و قرار رونے کے بر وقت دیکھا جائے گا کچھ جلدی کی بات نہیں۔ فقط

ندامت اعمال کے باب میں جو لکھا ہے تو کچھ حال اہل وجد چشتیہ پر منکشف ہونا ممکن ہے۔ جب نسبت وجدیہ غلبہ کرتی ہے اپنے آپ کو بدتر از کفار سالک تصور کرتا ہے۔ بخاری کی کتاب الایمان میں ملاحظہ کریں کہ اکثر صحابہ اپنے نفاق پر اندیشہ رکھتے تھے اور کوئی مطمئن اپنی نجات و ایمان پر نہ تھا ؎

سر و شمر از سجدۂ حسن بتان پیشانیم ! چند بر خود تہمت دین مسلمانی نہم

یہ شعر شیخ عبدالقدوس اکثر لکھتے ہیں اور غلبہ وجد میں سب اشیاء کو اپنے سے بہتر جانتے ہیں۔ لیکن آپ پر ب بعد رفع سکر یہ نسبت اثر کرتی ہے۔ اپنے اعمال و افعال پر ندامت اس کا اثر ہے۔ مبارکباد فقط والسلام۔

پیر جیو فخر الحسن اگر آپ سے بیعت کر لیں تو بہتر ہے ورنہ جواب اول لکھ چکا ہوں اس پر عمل کریں۔ پیر جیو صاحب

کو بعد سلام مسنون مضمون واحد ہے۔ مستقل خط کی حاجت نہیں۔ مولوی محمد صدیق صاحب کو سلام مسنون پہنچے۔ گھر والوں کے خیریت ہے۔ معلوم ہوا کہ ان کی زوجہ کو پلنگ بندی سے فائدہ نہ ہوا۔ دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ صحت عطا فرمائے۔ بندہ ہوں بندگی سے کیا چارہ بجز عرض کام نہیں اور کچھ اختیار نہیں۔ فقط والسلام ۱۲ رجب سنہ ۱۳۶۴ھ۔

مکتوب ۲۳

مولوی صدیق احمد صاحب مد فیضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دو خط آپ کے پہنچے، حال معلوم ہوا۔ جملہ حالات آپ کے عمدہ ہیں، تو خواہ حیرت ہو خواہ محبوبیت موجب شکر ہیں اور خواب جو دیکھے اور نقل کئے وہ بھی سب رویائے صالحہ ہیں، محتاج تعبیر نہیں۔ ہاں البتہ اُس کے بیان کی ضرورت ہے کہ آپ اس عاجز یا بعد جنہ کے پیچھے جو اپنے آپ کو دیکھتے ہو تو اس کی دو وجہ ہیں ایک تو آپ کے عقیدہ میں یہ امر قرار پایا کہ یہ کام کچھ ہے۔ دوسرے فی الواقع بس ناکام کو آپ کا وسیلہ ظاہر بنایا ہے۔ سو اگرچہ چاہ سے پانی نکلتے وقت رہٹ کے ظروف میں اول پانی آتا ہے پھر کھیت میں جا کر تقسیم ہوتا ہے۔ سو اوّلہ تو ظروف بجز طریق لذعت اور کچھ نہیں اور جو کچھ پانی اُن میں رہتا ہے یا آتا ہے وہ بہت قلیل نسبت بزراعت ہے۔ اگرچہ ظروف مقدم زراعت پائیں مگر نفس تقدم کو کیا شرف ہے؟ لہٰذا تقدم موجب فخر نہیں۔ ہاں اپ کے اتباع سے غرض ہے کہ "باشد کہ پیر را بذریعہ مرید نوازند"۔

اب یہ لکھتا ہوں کہ مولوی خلیل احمد کی نسبت بسیط ہے، ضعود میں اعلیٰ درجہ کو پہنچے اور انوار و نتائج و مکشوفات تو آپ کو ہوتے ہیں وہ ان کو پیش ہی نہیں آئے اور آپ اس نسبت مخصوصہ کے حامل ہیں۔ اس امر میں مراتب ان سے سابق داعلیٰ ہوا اور حضور و یادداشت میں قریب ان کے ہوا یہ فہم ہے۔ والغیب عند اللہ تعالیٰ ان کی نسبت خواجہ محمد باقی علیہ الرحمۃ کے طرز پر مناسب ہے اور آپ کی حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی وضع پر چھپایا ہے کہ اگرچہ نسبت وہی نسبت ہے مگر بسط و بساطت کا فرق ہے اور بعد ازاں اب اثر نسبت تمام لطائف و عناصر پر واقع ہو گیا۔ غالب اُس وقت جماعت میں سرور ہوتا ہے کہ اس میں اثر ذکر آ جاتا ہے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

مولوی فخر الحسن کے واسطے جیسا آپ نے مناسب جانا بہتر ہے۔ اب مروست ان کو ذکر جہر پایہ تسبیح معروف چشتیہ تلقین فرما دیں۔ وہ کرتے رہیں پھر وقت ملاقات دیکھا جائے گا۔ فقط زیادہ والسلام

بندہ جو کچھ حال خود لکھتا ہے بخدا مقصود اس تحریر سے انکسار و تواضع نہیں بلکہ یہ خیال آتا ہے کہ دنیا میں تو سب احوال و مراتب بندگان مخفی ہیں، نہیں معلوم کہ کون ادنیٰ ہے اور کون اعلیٰ مگر انصاف سے مرتبہ بذریعہ احوال عادات و اخلاق معلوم ہو جاتا ہے۔ سو اپنے حالات معلوم ہیں اگر اب بھی وہ دم بھری آپ کے روبرو مارے جاؤں تو روز قیامت وقت ظہور سرائر عیث ایک خفت و سبکی حاصل کرنا اور کشف عیب و ریا ہو کر ندامت حاصل ہووے گی۔ لہٰذا بہتر ہے کہ دنیا میں اظہار حقیقت کر کے سبکدوش ہوں۔ اور الزام معتقدین سے اس روز نجات پاؤں اور باقی غیر کس کو اپنی بڑائی بری معلوم ہوتی ہے۔ فقط ۱۷ شعبان سنہ ۱۳۲۴ھ۔

مکتوب ۲۴

برادرم مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! دو خط آپ کے پہنچے۔ آپ کے خیالات کی تصدیق کرتا ہوں اور خواب جو آپ نے لکھے سو سب خواب رویاء صالحہ ہیں تعبیر کی حاجت نہیں مگر دیوبند کے مدرسے کے خواب کی البتہ ضرورت تعبیر ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حقیر کا خیال ہمیشہ یہ ہے کہ فلسفہ محض بیکار امر ہے اس سے کوئی نفع معتدبہ حاصل نہیں سوائے اس کے کہ دو چار سال ضائع ہوں اور ذکی ذہن طبائع شرعیات سے ہو جاوے اور کلمات کفریہ زبان سے نکل کر ظلمات فلاسفہ میں قلب کو کدورت ہو جائے اور کوئی فائدہ نہیں لہٰذا اس فن خبیث کو مدرسہ سے اخراج کر دیا تھا چنانچہ ایک سال سے اس کی پڑھائی مدرسہ دیوبند سے موقوف کر دی گئی ہے مگر بعض بعض مدرسین اور طلباء کو خیال اس کا چلا جاتا ہے اور شاید خفیہ خفیہ درس بھی اس کا ہوتا ہو تو بظاہر یہ مراد اس رویاء سے ہو وے۔ والغیب عند اللہ تعالیٰ۔

دوسرے یہ کہ جیسا آدمی کے اندر کوئی امر پختہ ہو جاتا ہے وہ سب کو ویسا ہی خیال کرتا ہے بلکہ مشاہدہ کرتا ہے۔ لہٰذا جو حال سالک پر وارد ہوگا سب میں وہی معائنہ کرے گا تو غلبہ اہل یادداشت جانتا ہے کہ یہ امر سب کو حاصل ہے بلکہ بداہتہ دیکھتا ہے کہ بسبب ظہور اس امر کے سب میں موجود ہے اور اگر اس کے خلاف احوال دوسرے لوگوں سے مشاہدہ کرتا ہے تو تعجب کرتا ہے کہ یہ امر کس طرح سرزد ہوا عمل پڑا۔ دیگر نسب کا حال ہے مگر جب بجلیں تامل کر کے دیکھتا ہے تو جانتا ہے کہ یہ امر اپنا مشہود ہے ورنہ سب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں خصوصاً وہ حال کہ نہایت کو رجوع کر آیا ہو وہ تو تمام خلق میں واضح معلوم ہوتا ہے۔

غرض یہ سب امور درست ہیں۔ ہاں اس بسط کے ساتھ اور تفصیل سے اپنے کسی دوست کو یہ واردات نہیں ہوئے۔ میاں ہر روز اجمالی یادداشت کی تحصیل مدنی اور درمیان کے وقائع مختروف یہ فضیلت آپ کو نصیب ہوئی اور یہ تفصیل آپ کو میسر ہوئی۔ حق تعالیٰ نے برکت و ترقی فرمائے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ آپ کے سب خطوط بندہ نے جمع کر لئے ہیں شاید کسی کے کام آ جاویں فقط۔ باقی سب طرح خیریت ہے۔ ۰ رشعبان کو مسعود احمد بھی دہلی سے بتقریب امتحان آ گئے ہیں۔ [illegible]ھ

مکتوب ۲۵

مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضہم السلام علیکم۔ بندہ ایک ہفتہ سے دیوبند ہے آپ کا خط گنگوہ سے دیوبند آ کر مجھ کو ملا۔ حال معلوم ہوا عزیز زادہ کون ہے کہ حدیث النفس سے محفوظ ہے۔ خود سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی حدیث النفس کا وجود تھا مگر خیر اس کا خیر ہے اور شر اس کا شر تدبیر خلق اور اصلاح امور معاش و معاد کی حدیث النفس طاعات میں سے ہے اور خلاف اس کے ضد اس کی ہے۔ الحاصل حدیث النفس و خواطر لازم بشر ہیں۔ ہاں اگر غلبہ ہو کر ذکر

سے مانع و معاد ہو جاویں تو برا ہے تفرقہ زبوں امر ہے ورنہ کیا اندیشہ ہے ۔ اجوال کو کوئی خطرہ مضر نہیں ۔ ہاں ابن الخیال کو مضر ہے ۔ سو آپ بفضلہ تعالیٰ اس سے مامون ہیں ۔ معہذا چونکہ سعی آپ کی ازالہ حدیث النفس میں ہے تو تدبیر اس کی یہ ہے کہ مقصود حق تعالیٰ کی رضا نظر رہے ۔ اپنا عاجز محتاج ہونا اور حق تعالیٰ کا غنی و عاجز نواز ہونا بہر حال اپنی ضرورت و حاجت اور اس کی توجہ و اعانت اس مراقبہ سے دفع احادیث ہو جائے گا ۔ انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ کچھ ضرورت نہ ہووے گی ۔

محمود کے باب میں آپ لکھتے ہیں مجھ کو اس کے قول و قرار کا اعتبار نہیں ۔ معہذا اگر وہ خود حاضر خدمت ہونا چاہتا ہے تو اجازت دیتا ہوں ۔ انما اشکوا بثی و حزنی الی اللہ اور یہ لکھوں ہوں سو آپ اس کو اگر بلا دیں تو اجازت ہے اور وہ مجھ سے اگر پوچھے گا تو اجازت لکھ دوں گا ۔ بلکہ کل پرسوں کو اگر وطن کو خط لکھوں گا تو از خود اجازت لکھ دوں گا فقط والسلام ۔ بعد سعی و تدبیر کے اب تعلیم طفلاں میں اسقاط تدبیر کرتا ہوں اور یہ اپنی خامی ہے ورنہ پہلے سے ہی اگر ایسا کرتا تو رنج نہ ہوتا ۔ انشاء اللہ کان فقط والسلام ۔

مولوی رفیع الدین صاحب کو ربیع کا دورہ آتا ہے بہت ضعیف ہیں دو روز کے سبب بے ہوش رہتے ہیں ۔ چلنے پھرنے کی طاقت نہیں ۔ حاجی محمد عابد صاحب بھی ایسے ہی ہو گئے تھے مگر تین دورے ٹل گئے ہیں ۔ افاقہ ہے ۔ سب کا سلام پہنچے ۔ ۱۳۲۳ھ ۔

مکتوب ۲۶

برادرم مولوی صدیق احمد صاحب مد فیضہم السلام علیکم و رحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہ آپ کا خط آیا صحت مزاج آپ کی اور حافظ محمود سے طمانیت ہوئی ۔ آپ کی ہمت سے توقع ہے کہ عزیز محمود کو علم نصیب ہو جاوے اور خود تو دعا کرتا ہی ہوں کہ اہل غرض ہوں ۔ آپ کی صفائی یاد داشت موجب لطف ہے اور شکر کا مقام ہے ۔

تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد

کسی کے اختیار کی نہیں سب واہب العطیات کی طرف سے ہے ۔ مراقبہ صمدیت وقت خطور خطرات کے بہت مناسب ہے یا حاضر ناظر یا اور کوئی جس میں طبع مشغول ہو جاوے ضرورت تعیین شغل کی مبتدی کے واسطے ہوتی ہے منتہی اپنے اختیار میں ہوتا ہے جس امر سے مطلب بر آمد ہو وہی کرے نہ اس کو قید ذکر زبانی کی ہے کوئی ذکر ہو نہ کسی تصور خیال کی غرض کام سے ہے اور بس فقط والسلام ۔

مجھ کو بھی دعا میں یاد کر لیا کرو ۔ آپ کا حسن ظن اپنا رفیق بنا رکھا ہے ۔ فقط ۱۳۲۳ھ

مکتوب ۲۷

مولوی صدیق احمد صاحب مد فیضہم السلام علیکم و رحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہ آپ کا تحفہ آیا موجب فرحت و سرور ہوا ۔

الحمد للہ علی احسانہ کہ آپ کو اس ذات پاک نے اپنا بنایا اور اپنی نسبت عطا فرمائی۔ ظاہر باطن باحق کیا۔

ع۔ کجا خود شکر این نعمت گزارم

یہ سب عنایت پاک پروردگار تعالیٰ شانہٗ کی ہے۔ آپ کا حال حضرت اعلیٰ کی خدمت میں عرض کیا تھا وہاں سے حکم آیا کہ اجازت اخذ بیعت و تلقین دینا چاہیے۔ حسن ظن ہے اس ناکام کو بھی باکام فرما دیوے آمین! فقط

زیادہ کیا لکھوں محمود کے حال سے بھی طمانیت ہوئی۔ آپ کی توجہ سے اس کا بھی کام ہو جاوے۔ حق تعالیٰ آپ کو ہر طرح ترقی فرماوے۔ یہاں ہر طرح عافیت ہے مولوی فخر الحسن جاتے تھے ان کو خط نہ دے سکا طبع نے تحریر سے کاہلی کی۔ آج جمعہ کو لکھتا ہوں ۱۳۰۲ھ ۔

مکتوب ۲۸

مولوی صدیق احمد صاحب السلام علیکم۔ آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ در باب تمائم جو لکھا تھا تو اطلاع کرنا منظور تھا کہ اس کا خیال رہے جب آپ خود اس کا خیال رکھتے ہیں تو کچھ ضرورت نہیں۔ محمود کے واسطے نسخہ مقوی دماغ لکھتا ہوں اس کو بنوا دینا۔ ابو محمد کے باب میں جو لکھا ہے تو اگر آپ اس کی تعلیم میں تکلیف نہ اٹھاویں تو بلا لو اور جو تم کو تکلیف ہو تو مت بلاؤ۔ مجھ کو یہ خیال ہے کہ مجمع اطفال سے آپ کو تکلیف نہ ہووے ورنہ اور کوئی مانع نہیں۔
اور تحریر دوست ہاں سے اگر محمود طالب ہوا تو بندہ بھی راضی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو توفیق صلاح دیوے۔ آمین

یہاں مرض بخار بہت ہے مجھ کو چند دورہ آ کر صحت ہو گئی۔ والدۂ محمود کو شروع ہے اور اس کی بہن کو بھی صحت ہو گئی۔ یعقوب کو آ گیا ہے حافظ ابراہیم بھی بیمار ہیں۔ فقط

مولوی محمد صدیق کے گھر تندرست ہیں ان کو سلام مسنون فرما دیں۔ پوست ہلیلہ زرد ۳ تولہ پوست بہیڑہ ۳ تولہ آملہ ۳ تولہ۔ اسطوخودوس ۳ تولہ۔ ناگر موتھا ایک تولہ۔ لونگ ایک تولہ۔ دار چینی ایک تولہ مصطگی ایک تولہ۔ کوٹ کر دو شہد۔ تالہ نخود آمیختہ دانہ چھ ماشہ صبح شام کھلاویں۔

والدۂ مسعود و محمود کو دعا کہتی ہیں۔ پھر لکھتا ہوں کہ ابو محمد کو بلانا تمہاری رائے پر ہے اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو بلا لو میری طرف سے کچھ انکار نہیں۔ فقط ۱۳۰۲ھ

مکتوب ۲۹

مولوی صدیق احمد صاحب مد فیضہم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ کا نامہ دیوبند میں ملا۔ استقامت باطنی جو عطیہ واہب العطایا ہے آپ کو ملی ہے مستوجب شکر بے نہایت کا ہے۔ بس زیادہ کیا لکھوں رزق و نفقہ انسان کا دنیا میں رفع ضرورت حوائج بشریہ کے واسطے ہے ورنہ انسان کو حامل یا معزول و محزون مرتبہ نہیں بنایا۔ جیسے صاحب حال و مقام کو بھی بس ہے کہ قدر کفاف ملے زائد تو بس زائد ہی ہے۔ اللّٰھم اجعل قوت آل محمد کفافا خود دعا م

فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کی ہے۔ پھر یہ وظیفہ جو ہے تو اس میں کوئی تغیر تکدر پیدا نہیں ہوا جو یہاں سے قطع کر کے دوسری
جا شفقت کو بھی اراکیا جائے۔ بعد ازاں تک حسب مقدر تغیر ہوا تو اس وقت وہ مراد بہ رزق کھلا ہوا ہے۔ کوئی معین
جگہ نہیں کہ اس پر حصر ہو جہاں حکم و مقدر ہووے گا وہاں ہو جاوے گا۔ بندہ بدست مولا تعالےٰ شانہٗ مثل مُردہ
بدست غسال ہے "افوض امری الی اللہ"۔ پس ہم کو کیا فکر اس کے کا جس کا ضامن خود مولی العالمین فرماتا ہے وما من
دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا۔ پس میرے عزیز تک مسلمانان میں کہ تم سے وہاں کے لوگ مربوط ہیں مخلص رہو۔
جب تک حکم ہے جس وقت دل تنگی ہو اس وقت جیسا حکم ہوگا اور جہاں کا اشارہ استفتا قلب سے
ہووے گا جانا یا رہنا۔ بس اس پر ہی مستقیم رہو۔ باقی عنایت علی خان کا طلب کرنا سو بغیر طلب معائنہ نہیں۔ اگر
اصرار کرے اور وہاں جانے میں کچھ کلفت و انقباض طبع نہ ہووے تو باس و اور احمد محمود کی حالت سے مسرور
ہوتا ہوں اور تمہارے فیض باطن کا ثمرہ جانتا ہوں۔ اس کو بہت بہت دعا سلام فرما دیں اور حافظ ابراہیم کو بھی
مولوی محمد صدیق صاحب، مولوی فخر الحسن صاحب اور شیخ خان اور جو صاحب عنایت فرما ہیں ان کو میرا سلام مسنون
فرما دیں۔ جو اشخاص کہ آپ کی تلقین سے بہرہ ور ہوئے ان کو مشرف بیعت سے فرما دیں۔ بندہ کی اس میں سربلندی اور
فرحت کا موجب ہے۔ فقط

جمعہ تک قیام دیوبند کا ہے۔ شنبہ کو سہارنپور کا قصد ہے۔ وہاں چند روز قیام ہو کر براہ راہپور گنگوہ جاؤں
گا۔ اگر مقدر ہے۔ فقط ۱۳۱۲ھ۔

مکتوب نمبر ۳۰

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط آیا۔ مدرسہ کی صورت سے مسرور ہوا۔ مولوی
محمد صدیق کا وہاں جانا مناسب ہے۔ مگر مدرسہ انبیٹھہ کی خرابی کا خیال ہے۔ اگر یہاں دوسرا تجویز ہو جائے تو میرا کوئی
خدشہ نہیں۔ اس وقت تک مجھ سے کچھ ذکر نہیں آیا۔ اگر مشورہ ہوا تو یہی جواب دیا جائے گا۔ سلطان الاذکار حقیقی کے
بعد خطرات سوء کی گنجائش نہیں رہتی۔

؎ ہر جا کہ سلطان خیمہ زد غوغا نماند عام را

مگر ہاں خیال سلطان الاذکار رہو گا۔ اب اس کی تدبیر کثرت ذکر ہے کہ بسبب کثرت ذکر کے نیچے ذکر قائم ہو کر بیخ خطرات
کو قطع کر دیوے خواہ بجبر خواہ وحشی مثل میت کے ہو جانا ان نہیں بلکہ ایک حالت ہے کہ نفس مقیم و ساکن ہر دو بند ہو جاتے
ہیں اور قلب اس حالت میں گرم و سوز کر رہتا ہے اور یہ حالت جیسے بزرگان چشتیہ نے لکھا ہیں کہ وارد ہوئی ہے اور
فی الحقیقت یہ سبب ہے کہ جب اس عالم شہادت سے چھوٹ کر عالم غیب سے آشنا ہوئے اور تجلی جبروت واقع ہو
وقلب سالک پر ہوتی ہے تو از خود رفتہ مثل مردہ ہو جاتا ہے کہ تحمل اس وارد کا نہیں رکھتا اور وارد نہایت شدت سے
ہوتا ہے۔ دفعتاً حالت مردہ جیسی ہو جاتی ہے۔ اس قسم کی حالت اپنے زمانے میں کہیں کہیں دیکھی البتہ تدریج سے حالات

حالات میں لکھا ہے۔

جواب امر ثالث یہ ہے کہ نسبتی تمام نہیں ہوئی۔ اگر ننانوے تمام ہو جاوے تو انگلا رہ مفتوح ہو۔ بندہ کے نزدیک ابتداء میں نقصان رہا ہے جو کہ رتے قیام نہیں پایا۔ والغیب عند اللہ رات کو ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ فقط

اسحاق نور الحسن کا پیام مولوی منظور حسین سے کہہ دیا ہے۔ فقط ۱۳۰۲ھ

مکتوب نمبر ۳۱

مولوی صدیق احمد صاحب مد فیوضہم السلام علیکم۔ خط آیا آپ کے حالات رفیعہ و رجوع الی البدایۃ موجب مزید مسرور ہوئے۔ رجوع کے معنی صحیح لکھے ہیں اور یہی حالات تجلی ذاتی کے ہیں مگر ہنوز کمال میں کا منتہی نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ قریب کامل ہوتی ہے اور خوابیں جو ہیں وہ نشان آپ کے صراط مستقیم پر ہونے کے ہیں۔ حق تعالیٰ مزید استقامت عطا فرمانے اور اس احقر کو اور سب دوستوں کو اور سب مسلمانوں کو نصیب فرماوے آمین۔ زیادہ والسلام۔

دعا کا امیدوار اپنے سب دوستوں سے ہوں اور خود دعا سب کے لئے کرتا ہوں۔ رقیمہ بندہ رشید احمد عفی عنہ از گنگوہ رمضان المبارک ۱۳۰۲ھ۔

مکتوب نمبر ۳۲

مولوی صدیق احمد صاحب مد فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا خط موجب فرحت ہوا جو خطرہ کہ خشارت دیوے وہ خطرہ ہی نہیں خطرہ سے کون خالی ہوتا ہے۔ اگر خطرہ نہ ہو تو تمام کاروبار بند ہو جاویں۔ بہر حال شکر کی جگہ ہے کہ پروردگار عالم اپنے کسی بندہ کو اپنے ذکر سے منور فرماوے اور مقبول بنا لیوے۔ عزائم اب بھی بلند ہیں مگر معتاد ہونے کی وجہ سے اور ملکہ پختہ ہونے کے سبب سے کم معلوم ہوتی ہے ورنہ فی الواقع سب قوت اور نسبت میں زیادہ ہے یہ امر بعد ذکر کے معلوم ہوگا۔ مزار حضرت مجددؒ پر حاضری ہو تو مجھ ناکارہ کے واسطے بھی خیال رکھنا اور لمبانی مزار مبارک پر بہ نشان نام سلام عرض کر دینا۔ زیادہ کیا لکھوں منشی فتح محمد کو بعد سلام بیا باسط کا التزام گیارہ سو بار بعد عشاء فرماویں۔ مولوی عبد الصمد کو بھی سلام مسنون فرماویں۔ حافظ خیر الدین صاحب اگر ہوں سلام پہنچے اور مولوی پیر جی فخر الحسن کو بھی۔ فقط ۱۳۰۳ھ۔

مکتوب نمبر ۳۳

مولوی صدیق احمد مد فیوضہم السلام علیکم بندہ بخیریت ہے مطمئن رہیں۔ آپ کا خط آیا صحت بعد مرض سے فرحت و سرور ہوا۔ حق تعالیٰ تندرست اور اپنی رضا میں رکھے۔ اجنشہ کے انتقال کی خبر پہنچی حق تعالیٰ نے کسی مسلمان کو وہاں مقرر فرماوے انگریز کا۔ نابظاہر اچھا نہیں۔ ام الصبیان کے واسطے یہ عمل کرو کہ ایک دھاگہ خواہ کسی رنگ کا ہو

نہ مذاق مطالعہ کتب صوفیا رو ذاہل حقائق ہوا اور نہ کچھ اُس کی طرف خواہش ہوئی۔ کیونکہ نہ اس مشرب سے واقف ہوا اور نہ مقامات پائے غیر کے مقامات کی تحقیق اپنے مقام سے عالی بحث و تحقیق کرنا جائز نہ جانا۔ مکتوبات مجددیہ کبھی دیکھا نہ کتب ابن عربیہ کو نہ اُن کے مسالک سے متنبہ ہوا اور نہ اُن کے مشارب میں غور کیا۔ اپنی بے استعدادی کو دیکھ کر اور نا اہلیت کو یقین کر کے یہ تسلی کرتا رہا ہوں کہ اصل الاصول اور اصل مقصود و ماحصل سلوک صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں اس میں بحث بندگی سے اور ایمان بالغیب کے کالمشاہدہ ہو جانے سے اور حسن اخلاق سے ہے جس کا مآل عبدیت اور عبودیت اور معبودیت پر ہے۔ نہ وہاں کشف حقائق تھا نہ وہاں بحث حقیقت الحقائق کی ملاحظہ کی اور ربط خالق و مخلوق کی کیفیت ادراک کی ہے جو اضمحلال سے کلام ہو یا اس کی تحقیق ہو۔ سچ یہ متاخرین کے کشف و انکشافات وہاں نہ تھے بلکہ اُن کو وہ معتبر سمجھتے ہیں اپنے دل کی تسلی کی اور مطالعہ اور بحث فن حدیث میں رہی۔ اس کے بھی کچھ مسائل معلوم ہوتے تو اب اپنے امور وجدانیہ کو کیا لکھوں وجدان اگرچہ صحیح ہو کشف کو جو مشاہدہ ہے اور علم حدیث قطعی کس طرح مقابل ہو کر رد کر سکتا ہے۔ لہٰذا آپ کے سب مشاہدات کا جواب بندہ کے نزدیک اجمالی طور سے یہ ہے کہ حالات مذکورہ میں حق تعالیٰ برکت فرمائے اور ترقی عطا کرے اور آپ کے فیض سے عالم کو منتفع فرمائے اور اس عاجز کو بھی آپ کے ذیل میں دریغ نہ فرماوے آمین۔ مگر چونکہ آپ کے حسن عقیدت نے مجھ کو اس قدر جرأت دی اور آپ میری رائے ناقص کو پسند کرتے ہیں تو کچھ اپنا وجدان لکھتا ہوں اگرچہ لائق تحریر نہیں۔ سید نتھے محمد کو ذکر اسم ذات بجہر مناسب ہے جو نہ ہو سکے تو دو ہی جلس کافی ہے مگر تھوڑا کریں اور توجہ فقط آپ کے پاس بیٹھنا کافی ہے اگرچہ بطور معمول لطائف کو بیدار کر کے لطائف طالب پر توجہ نہ ہو برکت صحبت اصل توجہ ہے اور ہمت شیخ امر دیگر ہے پس اگر موقع ہو تو فقط پاس بٹھا کر ان کا خیال کر لیا کرو ورنہ کچھ ضرورت نہیں۔ فقط

توکل شاہ صاحب کے مرید کا جو حال لکھا ہے اُن کے خیال میں الفعال ہے قلب میں ذکر راسخ نہیں ہوا ان کو ذکر کرنا لازم ہے خطرات دفع نہیں ہوتے جب تک قلب میں ذکر نہ قائم ہو دے تخیلہ کا قصہ بے ثبات ہوتا ہے۔ فقط

اُوپر لکھا ہے کہ بندہ کو اصطلاحات صوفیہ پر نظر نہیں جو کچھ اپنا مزعوم ہے وہ یہ ہے کہ نفس رحمانی اور وجود منبسط اور حقیقت الحقائق اور صادر اول سب ایک شے ہے اور یہ حادث ہے اور وحدت وجود اسی کو ظن میں ہے۔ یہ نفس رحمانی منزہ عن الحوادث واللاحادث ہے اور ذات پاک وراء الوراء اس سے بھی عالی اور منزہ ہے بے کیفیت و کم اور مثل و فہم سے اعلیٰ و مبرّا ہے پس "غیر ازیں پے نبرد کہ ہست"۔ اس سے زیادہ کچھ علم اُس کا کسی کو کسی فرد بشر کو نہیں جو کچھ کسی ولی یا نبی کے ذہن میں حضور کرتا ہے وہ ذات پاک اس کی غیر ہے اور اعلیٰ لا الٰہ الا اللہ خلاصہ سب کا ہے ذات پاک تمام اطلاق سے بھی مطلق ہے "لابشرط شے" اور اس شرط سے بھی مبرّا ہے اور تنزلات سے بھی پاک ہے۔ جیسا عوام جاہل ذات سے بجز اس کے نہیں جانتے کہ "ہے" ایسا ہی خواص اخص الخواص کا علم ہے کہ اس علم کو بجز جہل کچھ حاصل نہیں اور جو کچھ مکشوف اُن کا ہے وہ سب خیالی اور علوم آفاقی

ہے ذات پاک اس سے بھی برتر ہے ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
و ز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

شرح اس معنیٰ کی ہے اور یہ مسئلہ ربط حادث بالقدیم الخالق کا کہ کیا ربط ہے عینیت ہے یا غیریت جیسا اہل وجود و شہود کا نزاع مشہور ہے سو بندہ کے نزدیک اہل وجود کے کلام نفس رحمانی کی نسبت ہے اور اہل شہود کے اعلیٰ صفات و ذات کی نسبت ہے اور نزاع لفظی معلوم ہوتی ہے یا شاید کشف کے اختلاف کی وجہ ہو والغیب عند اللہ تعالیٰ اور معیت و قرب و احاطہ بھی کیفاً خارج از فہم بشر ہے حق ہے اور ایمان اس پر فرض ہے مگر کیف اس کا مجہول ہے اور جو کچھ متخیل و معلوم بشر ہے وہ سب تحت لا الہ و محل ہے اس باب میں نسبت یاد داشت نقشبندیہ اقرب الی التحقیق ہے واللہ تعالیٰ اعلم

یا اللہ جل جلالک اگر اس تحریر میں خطا ہوئی معاف فرمانا بندہ معذور ہے اور یہ جانتا ہے کہ ایمان باللہ اگرچہ بمشاہدہ حقائق ہو ایمان بالغیب ہی ہے اور بس اور جو توحید کہ انبیاء نے اس پر دعوت کی ہے وہ بالغیب ہی ہے اور نہایت عین بدایت ہے اندراج النہایۃ فی البدایۃ کے یہی معنیٰ ہیں۔ عامی ابتدا و انتہا غائب ہے اور خواص بعد مشاہدات و تفصیلات غائب ہو جاتے ہیں علم غیریت عوام کو تقلیداً ہے اور خواص کو غیریت محقق ہو جاتی ہے۔ فقط والسلام

دوسرا خط رجسٹری آیا فی الواقع وہ حالات غربیہ سے مملو ہے اس طرح حالات تفصیلیہ کبھی یہ بندہ کے لیجاب و دوستان میں وارد نہیں ہوئے اور خود اپنی کیفیت پہلے لکھ چکا ہوں کہ ان وقائع سے واقف نہیں البتہ وجدانی امور ہیں تشفی ساوہ آپ کو حسب درخواست آپ کے بحالت اسم ذات اور جملہ اشغال کی اور قرآن و حزب الاعظم وغیرہ کی اجازت دیتا ہوں۔ فقط

اور بعض دیگر امور جو استفسار فرمائے ہیں اوپر کی تقریر سے معلوم ہو سکتے ہیں اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ بندہ کے نزدیک فنا علمی ہے فنا و حقیقی واقع نہیں کیونکہ فنا ذاتی تبدل حقیقت کو چاہتی ہے اور عارف بعد وصول متبدل الذات نہیں ہو جاتا بلکہ علم فنا ہو جاتا ہے ذات بحال خود رہتی ہے جو ربط موجود و معدوم قبل وصول ہے اور جو اتصال خالق مخلوق قبل کشف ہے وہ اپنی حالت سے متغیر نہیں ہو البتہ علمی انکشاف و ظہور ہو اور علمی اضمحلال و فنا حاصل ہو گیا ہے علیٰ ہذا نسبت کے حصول کے معنیٰ یہ ہیں کہ جو نسبت بندہ کو حاصل واقعی ہے اس سے متنبہ اور عارف ہو گیا۔ نہ یہ کہ کوئی نسبت پیدا ہو گئی حضور علم حضور کا نام ہے نہ ابتداء حضور کا کما لا یخفیٰ۔ لہٰذا حضرت مجدد کے قول پر معتقد ہوں۔ والغیب عند اللہ تعالیٰ فقط والسلام۔

بندہ کے واسطے دعا فرماویں اور حق تعالیٰ آپ کو بمدارج کمال پہنچاوے فقط والسلام۔
حکیم صاحب گنگوہ میں ہیں سلام فرماتے ہیں۔ مولوی ظہور احمد بھی سلام کہتے ہیں۔ فقط

رجب ۱۳۰۳ھ

مکتوب ۳۵

گرامی قدر مولوی صدیق احمد صاحب مدفیضہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائیں۔ پہلے دو خط کا جواب روانہ کر دیا ایک کو ملا دوسرا اس ہفتہ۔ اب تیسرا خط بدست مولوی خدا بخش صاحب پہنچا۔ آپ کے رفع ملال سے مسرور ہوتا ہے کہ شاید اس محروم کو بھی وسیلہ بخشش دیں اور پھر آپ کا حسن ظن جو ہے اس سے بھی توقع خیر ہوتی ہے کہ مقبولوں کا ظن خالی نہیں جاتا۔ اس عاجز کو صاحب استقامت جاننا اور اس کے قدم بقدم چلنا محض آپ کا حسن ظن ہے۔ تعبیر خواب جو آپ سمجھے درست ہے آپ کو غنا عن الدنیا و ما فیہا ہو گا۔ والحمد للہ علی ذلک۔ آپ کی اور مولوی ابراہیم صاحب کی تحریر سے رویت آج کی معلوم ہوتی ہے مگر تعجب یہ ہے کہ کہیں سے شرعی ثبوت اس کا نہیں لگا حالانکہ مطلع صاف کہتے ہیں۔ لہٰذا اس رویت میں شک ہوتا ہے۔ اس رویت پر کاربند ہونا دل قبول نہیں کرتا۔ آپ بھی احتیاط کی راہ چلیں۔

مولوی محمود حسن صاحب سے کہا گیا وہ اقرار کرتے ہیں کہ مسودہ کو درست بعد رمضان کریں گے۔ اشغال کی بابت میں آپ نے لکھا ہے سو آپ کو جملہ طرق کے اشغال کی اجازت ہے جس کو جس طرح چاہو تلقین کرو چاہے کوئی شغل اپنی طرح وضع کر کے بتاؤ کسی شیخ متبع سنت سے اجازت لینا منافی نہیں عمدہ ہے مگر جس سے اجازت لیتا ہے اس کے ساتھ ایک اتحاد پیدا ہو جاتا ہے سو اگر کسی چند شیخ سے اجازت ہووے گی تو اندیشہ تکدر ہے لہٰذا اس کا خیال رہے اور چند مشائخ سے ایک شغل کی اجازت ہووے گی تو برکت زیادہ ہو گی۔ بندہ کے خاص اشغال کوئی نہیں پہلے مشائخ کے ہی ہیں لہٰذا ان کو جداگانہ لکھنا ضروری نہیں۔ ضیاء القلوب وغیرہ میں سب درج ہیں۔ پس آپ جس طرح جس شغل کو چاہیں لائق کو تلقین کر دیا کریں۔

مولوی خدا بخش کو شغل جہری نفی اثبات کا بتا دیا ہے ان کی طبع اور خواہش سے یہ ذکر زیادہ مناسب جانتا ہوں۔ چنانچہ ایک ہی روز کے کرنے میں اثر پاتے تھے اور مولوی محمد ابراہیم کو لکھ دیا ہے کہ بندہ سے ملیں۔ مگر تعجب کرتا ہوں کہ بندہ کیا ہے اور کون ہے؟ اپنے آپ کو بالکل بے مناسبت اور خالی دیکھ کر تاسف کرتا ہوں۔ فقط مولوی خلیل احمد صاحب اور مولوی محمود حسن صاحب اور حافظ مسعود و حافظ محمود کا سلام مسنون پہنچے۔

بنام حضرت مولانا الحافظ الحاج القاری شاہ اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہٗ

مکتوب ۳۶

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ خط آپ کا موصول ہو کر کاشف مافیہ ہوا۔ اگر چہ خوف وحزن امور آخرت سے ہے تو محمود ہے۔ بزرگوں کو اسی خوف سے بڑی بڑی شدت سے قبض واقع ہوا حتیٰ کہ بعض

نے جان بھی دی حضرت شیخ فرماتے ہیں ؎

جان صد یقاں ازیں حسرت بریخت ۔ کاسمان برفرق ایشاں خاک بیخت

میں ایسی حالت اور اس صورت میں تو جائے شکر ہے نہ جائے غم۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اسی غم میں مبتلا رہے تین دس سال تک پریشان اور محزون رہے کہ اطباء ان کے علاج سے عاجز ہو گئے۔ آخر ایک یہودی طبیب نے ان کو دیکھا اور تشخیص کی کہ ان کو کوئی حسّی مرض نہیں ہے بلکہ خوف آخرت ہے اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ لیکن وہ جو کہ حق تعالے نے یہ دولت آپ کو دی۔ ایسے حزن پر ہزار فرحت قربان اور اس حالت کی موت شہادت کبریٰ ہے اور اگر کوئی امر دیگر ہے تو اس کا جواب بدون دریافت حقیقت حال کے نہیں لکھ سکتا اور رہیان تسے کے باب میں جو آپ استفسار فرماتے ہیں تو لغو ہے ؎

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

مگر معہذا اگر آپ تشریف لاویں گے تو خود ہی امید نفع کی رکھتا ہوں کہ صحبت علماء جس قدر میسر آوے غنیمت ہے۔ فقط والسلام۔

مکتوب نمبر ۳

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ بندہ بحمدہ تعالے بخیریت ہے آپ کے خط سے کیفیت معلوم ہوئی میں آپ کے لئے دعائے خیر کرتا ہوں اور ہر سہ امور مستفسرہ کا جواب لکھواتا ہوں۔ مسئلہ مذکورہ میں اندیشہ سوء خاتمہ بھی منجملہ اوہام ہے اس کو حق تعالے وسیع دفع کرتے رہیں اور اجر و تکفیر بھی یقینی ہے۔ انشاء اللہ تعالے اور سفر حج جس طرح پر اور جس راستہ کو اور جس قسم سے چاہیں اللہ تعالے کے نام پر مصمم فرماویں اور اس میں حیلہ سے کچھ اندیشہ و باک نہ فرماویں اور جب قصد مصمم ہو تو بندہ کو بھی مطلع فرماویں کہ بندہ بھی ایک عریضہ لکھنے کا ارادہ کر رہا ہے اور دوسری صورت میں کانپور ہی قیام مناسب ہے۔ فقط

والسلام ۱۵ رشعبان سنہ [illegible]

بنام حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی ادام اللہ ظلہٗ

اول ایک عرضداشت حضرت مولانا انبیٹھوی کی ہدیۂ ناظرین ہے اس کے بعد وہ کرامت نامہ مخدوم العالم قدس سرہٗ کا درج کرتا ہوں جو جواباً صادر ہوا۔ بعد ازاں بقیہ والا نامجات مسلسل ہدیۂ ناظرین ہیں۔ وہ عرضداشت یہ ہے :-

(از مولانا خلیل احمد صاحب) حضرت سیدی و مولائی و سیلۂ یومی و غدی ادام اللہ ظلال برکاتکم۔ کمترین غلامان کمترین عقیدت بوسان ننگ خدام خلیل احمد بعد تبلیغ تحیات و تسلیمات کے بملتمس عرضداشت ہے۔ عرصہ سے ارادہ

ہوتا تھا کہ اپنا ناکارہ حال پُر از حزن و ملال عرض کروں مگر جرأت نہ تھی اور توسط وسایط کا خیال دامن گیر ہو کر مانع
ہوتا رہا ہے پہلے تو اس وجود منبسط کے ساتھ بطفیل توجہات وابستگی ہو کر ایک گونہ طفل تسلی ہو گئی تھی مگر ایام صیام
مبارک سے اس گرداب حیرت میں مبتلا ہوں کہ کیا عرض کروں۔ بجائے قرب و وصال بعد و مہجوری صرف فقد حال ہی
نہیں بلکہ محقق ہو گیا کہ نہ کوئی صورت قرب ہے نہ وصال ہے نہ مشاہدہ " حالی و لب الارباب مجلی و ملی شاہد " ابتدا سے
اس وقت تک تو کبھی اس ناکارہ سے کچھ نہ ہو سکا پر لطف خداوندی جل شانہ بطفیل توجہات غریب نواز شامل حال
رہا ہمیشہ امتثال اوامر میں قاصر رہا پر حضرت غریب نواز نے اپنی ذرہ نوازی کم نہ فرمائی۔ اسی وجہ سے کچھ بہت بندگی
رہی اب اس وقت کمر ہمت ٹوٹی جاتی ہے بلکہ ٹوٹ گئی سچ ہے ما عرفناک حق معرفتک جو چیز خیال کی جاتی ہے
غیر نظر آتی ہے انوار غیر ہیں وجود غیر ہے حیرت غیر ہے۔ دل چاہتا ہے کہ بے کیف ادراک ہو مگر محال نظر آتا ہے
بے کیف ادراک نہیں ہوتا اور جو ادراک ہوتا ہے وہ مکیف ہے۔

ڈھونڈنے تجھ کو کہاں جاؤں کہاں

غرض عجب ادھیڑبن میں طبیعت مبتلا رہتی ہے اور منتظر لطف کی امیدواری۔ ابتدا حال میں تو وجود کی چادر پارہ
پارہ معلوم ہوتی تھی اب تلاش سے بھی کہیں پتا نہیں ملتا " کان لم یکن شیئا مذکورا "۔ مگر اس حیرت کے ساتھ ایک
تاریکی محسوس ہوتی ہے جو حوالی میں ایک جانب معلوم ہوتی ہے باایں ہمہ الحمد للہ ثم الحمد للہ حضور قائم ہے اور باطن
قلب میں انشراح ہے۔ زیادہ جرأت سمع خراشی کی نہیں ہے اگر اس کے متعلق خادم کے لئے کوئی کلمہ مبارک لکھنا
مناسب ہو تو ارشاد فرمائیں کہ موجب طمانیت و تسلی ہو ؎

کر دو پیالوں سے پہلے یہ روشن کہ ہو ایک دشت میں چارہ تم
سنا ہے کہ تم نور سے صاف کرتے ہو ہر ایک جلوہ چودہ طبق ہو!

خلیل احمد عفی عنہ از سہارنپور یوم جمعہ ۹ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ ہجری نبوی

مکتوب نمبر ۳۶

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ خط پہنچا حال معلوم ہوا جو کچھ آپ نے حیرت لکھی ہے وہ عین قرب
ہے " مقرباں را بیش بود حیرانی " بزرگان دین فرما گئے ہیں اور ذات حق تعالیٰ ادراک سے منزہ ہے " لا تدرکہ
الابصار " قلب و عقل بشر ادراک سے عاجز ہے ؎

دور بیناں بارگاہ الست غیر ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

وہ ذات ہستی مطلق ہے کہ ہستی و اطلاق سے بھی بالاتر ہے۔ اطلاق کو بھی وہاں گنجائش نہیں اور جو کچھ کسی کے
قلب میں یا عقل میں آیا ہے یا آتا ہے وہ سب غیر ہے ذات پاک اس سے منزہ ہے۔ پس ایسی حالت میں کسی کیف
کا ہونا کیا گنجائش رکھتا ہے محض حضور حفظ بندہ کا ہے اور بس۔ سو الحمد للہ کہ آپ کو اس سے حصہ حاصل ہے۔ وہ کیفیہ

دیانت و امانت تو اور حدیث مقصود سب کا رہا ہے اور یہی مدعا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے جس قدر اس سے کسی کو نصیب
ہوا وہی صاحب نصیب ہے سوائے اس کے جو کچھ حالات ہیں وہ کوئی مقصود نہیں ہیں بلکہ "نعمت شکر لازمہ ذکر و نسبت
حضور میں کوشش کرتے رہو اور کسی شے کے طالب مت ہو لطف حق کے امیدوار رہو کہ ع

ہر چہ ساقی ما ریخت عین الطاف است

فقط والسلام

بندہ کے واسطے بھی دعائے خیر کریں اور بندہ آپ کے لئے دعا کرتا ہے ۔ ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ ہجری

مکتوب نمبر ۳

از گنگوہ رشید احمد عفی عنہ ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ بخیریت ہے آپ کے لئے دعائے خیر کرتا ہے آج
آپ کا خط خلوت میں پڑھا گیا ۔ آج تک اس کے سننے کی نوبت نہیں آئی تھی لہذا مختصر جواب لکھتا ہوں کہ طالب کا حال
جو کچھ کہ خلوت میں ہوتا ہے جلوت میں نہیں ہو سکتا خصوصاً جبکہ کوئی مشغلہ درس و تدریس کا ہو ۔ سو کیفیت اعتکاف
رمضان کی برابر اب کیسے ہو سکتی ہے اور ہر مبتدی و منتہی پر قبض و بسط کا ورود دوامی ہوتا ہے لہذا کسی وقت میں خواطر
کا پاش پاش ہونا اور کسی وقت ہجوم ظاہر ہونا ضروری ہے ۔ پس جس وقت ہجوم خواطر ہو اس وقت استغفار و اظہار
عجز و نیاز کرنا چاہئے اور بوقت دفع خواطر حمد و شکر لازم ہے اور حدیث انہ لیغان علی قلبی کل یوم سبعین مرۃ ۔
شاہد اسی کی ہے اور انوار لطیفہ حس باطنی سے بھی محسوس نہیں ہوتے اور وہ حجب نورانیہ جن کا ذکر حدیث میں ہے وہ
وجود محسوس کے غیر تھا فقط

باقی زبانی کہا جاوے گا ۔ والسلام مورخہ ۱۹ رجب ۱۳۱۶ھ ہجری

مکتوب نمبر ۴

(از سفر حج) از بندہ رشید احمد عفی عنہ ۔ السلام علیکم آپ کا نامہ آیا یاد الفت کو ود لایا تم کو تو خیر و خیریت جانتا ہوں
تم قابل فراموشی نہیں ہو ۔ دعا کا طالب ہوں ۔ سہ شنبہ ۲ کو یہاں آیا تھا کرایہ تو تک ۸۵ تھا اب ساٹھ کو نوبت پہنچی
آج ہماری چٹھی بھی ہو گئی مگر اس وقت تک یہ تحقیق نہیں ہوا کہ کس قدر میں ہوئی ۔ یہ مولوی عنایت اللہ صاحب کی
عنایات سے چٹھی وصول ہو گئی ۔ روپیہ پھر شام تک دیا جائے گا معاملہ بہت ٹھیک ہو رہا ہے ۔ اس وقت بیس ٹکٹ ہی اور
تھوڑا سا ہی تو تک کے باقی ہے ۔ جمعہ ۶ اکتوبر کو روانگی جہاز ٹھہری ہے اگرچہ وقت تنگ ہے مگر خدا تعالیٰ تیز رو جہاز
کے سبب مقرر ہیں اگر مرضی مالک تعالیٰ شانہ ہے تو قبل حج نائن تک ہو جاویں گے ورنہ جو کچھ رضا ہے اس پر رضا ہے
منشی محمد حسین عبداللہ شاہ محمد یعقوب امیر شاہ وغیرہ ہم سب سلام علیک کہتے ہیں ۔ تاریخ کا حال اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تحقیق
کیا جائے گا فقط ۔ جو میرے واقف ہوں ان کو سلام علیک پہنچے ۔

مکتوب ۴۱

از بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کے دو خطوط پہنچے ہر دو خطوط کے مضمون سے نہایت مسرور ہوا۔ حق تعالیٰ ترقی فرمائے۔ تلاوت قرآن میں ایسی حالتیں بے شک بے عذر بیان ہوتی ہے مگر جب یہ کیفیت واسخ ہو جاوے گی تو اس وقت میں دلچسپی قرآن کے ساتھ بھی حاصل ہو جاوے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کچھ تردد نہ فرماویں۔ فقط والسلام

اس سے زیادہ کچھ جواب کی حاجت نہیں۔ مگر یہ بات محقق ہے کہ جو امر خلوت میں حاصل ہوتا ہے وہ مجمع میں اور مشغولی دیگر شے میں نہیں ہوتا۔ فتبتل الیہ تبتیلا ان لک فی النہار سبحا طویلا شاہد اس کا ہے دربارہ محمد یوسف اُس کو اطلاع کر کے بھیجیں اُس کی مرضی ہو گی جواب لکھا جائے گا۔ فقط والسلام

مکتوب ۴۲

مکرمی مولوی خلیل احمد صاحب مد ظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بخیریت ہوں بادوام حیوٰۃ آدمی بسلامت علیات ہے تشویشات سے سبب دیا ہو کہ پانیان اس عالم سے چلا جاوے "فمن لی بہ" شنبہ ۲۵ شعبان کو قاضی امانت علی گھنوتوری مرکب بلقصہ گھنوتری فوت ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یکشنبہ کو مہر عزیز الحاج فقہ الدین آپہنچی اور یہاں سے تعلیمات کی کا مرنا کسی کا جینا آخر ہر روز یہی افسانہ ہے۔ تحریر تقدیر موجب تسکین تو ہے مگر طبعی امور آنحضرت وادیء دلداری خلائق سے اپنا کام ہاتھ سے جاتا ہے۔

آپ کے دو خط پہنچے فرصت جواب نہیں پائی۔ آج بوجہ بارش مریض نہیں تھے جواب لکھتا ہوں فرصت ختم ہوئی پہلے اس سے گرتہ حسب طلب روانہ کر چکا ہوں پہنچا ہوگا۔ کیفیت لکھی کے ساتھ احاطہ ذاتی غالباً اس عاجز نے نہیں لکھا ہوگا بلکہ یوں لکھا ہے کہ ایک نور اسم ذات کے ساتھ منہ سے خارج ہو کر وہ نور محیط جسم ہو جاوے سو نور کے احاطہ میں یہ وساوس جہت و تناہی وغیرہ کیوں ہونے جاتیں۔ نور بھی ایک شے مخلوق ہے لہٰذا مفسرین اللہ نور السموات کو معنی منور السموات الخ تفسیر کرتے ہیں۔ مشائخ رضوان اللہ علیہم نے ترقیات متعدد رکھی ہیں۔ ہرگز ابتدا میں تلقین احاطہ ذاتی کی نہیں فرماتے۔ سو اگر آپ کو یہ شبہ ہو اگر نور اور ذات ایک شے ہے تو اس کو تصور دفع کرو۔ اللہ تعالیٰ نور اء والورا ثم وراء نور اور نور و ظلمت سے پاک ہے اور اگر سہواً بجائے نور کے ذات کو یاد کر لیں تو اب متنبہ ہونا چاہیے۔ اور اگر غفلت میری تحریر میں ہوئی تو اس کو منسوخ جانو محض اسم کے ساتھ خروج نور ہو کر محیط جسد کرو۔ پہلی تحریر کو ترک کرو اور نور کو غیر ذات پہچانو۔ فقط

باقی کلمات جو میری نسبت تم لکھتے ہو سوائے اس کے کہ نادم ہوں اور کیا ہوتا ہے؟ آپ کا حسن ظن میرا رہبر ہو جاوے۔ آمین!

قوتِ دماغ کے واسطے کچھ دوا کھانی بہ نیت نیک عبادت ہے اور کام اس قدر کرنا کہ تحمل اس کا ہو سکے ضرور ہے
حق تعالیٰ تمہارا معاون و ناصر ہو۔ فقط

مولوی محمد نظر صاحب لکھنؤ تشریف رکھتے ہیں اس قدر تقاضائے بخار رہیں کہ مضامین پاس جیوٹہ فرماتے ہیں۔ مولوی
پیر محمد ان کی خدمت میں حاضر ہیں کسی وقت فارغ ہو بیٹھنا حاجت نہیں۔ یہی وقت ذکر میں از عصر تا مغرب و از
مغرب تا عشاء کافی ہے اس شغل کو یہی توجہ تصور فرماؤ جب طلوع صبح کا ہوتا ہے تو کچھ ہمیشہ کمائی کی ضرورت
نہیں ہوتی۔ ازیں تمام طرق میں بغیر نقشبندیہ یہ طریق کوئی نہیں کرتا اگر غیر ضروری ہی جان کر ترک کیا ہے سو اس کی کوئی
حاجت نہیں اور سر شیخ ظاہر کچھ کر سکے محل ظن کی راہ سے حق تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے حسب وسعت و مقدور عطا
فرماتے ہیں وسائط کا نام ہوتا ہے لہٰذا محروم وسائط کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ رنج میرٹھ یا دلی یا ہی مشکوک ہے اخبار
غالب بخاست کی ہیں۔ میاں عبد الرحمن صاحب کو بعد سلام فرما دیویں کہ یا باسط گیارہ سو بار بعد عشاء ہر روز پڑھتے
رہو کچھ مضائقہ نہیں اور سب امور کو مقصد جانو اپنے وقت پر ظہور ہوگا۔

داروغہ عبد الحق کو بعد سلام مسنون فرما دیں کہ جو امر حاصل شدہ جاتا ہے یا عدم اہتمام سے جاتا ہے کہ اس کی
چنداں آدمی نگہداشت نہیں کرتا یا معصیت کی شامت سے مفقود ہوتا ہے یا کھانے کے نشیب و فراز سے سو تلاش
کر کے اگر شامت امر ہے تو احتیاط چاہیئے اور جو ثانی ہو تو استغفار و ترک اعمال اس کا ہو اور جو اول ہے تو مناجات
و اظہار عجز و انکسار بدرگاہ واہب العطیات ہو اور اپنی غفلت پر ملامت نفس کو بھی علاج یہ ہے بہرحال کثرت
استغفار و ندامت ضروری چیز ہے۔

مولوی لطافت الرحمن بعد چند روز ابنا لرسے واپس آ گئے اور آپ کا خط ان کو ملا۔ اب بخار موسم میں مبتلا
نہیں چلتے پھرتے ہیں مگر کسی وقت تکلیف زیادہ بھی ہو جاتی ہے سلام علیک کہتے ہیں۔ عبد اللہ شاہ اور سب طلباء
اپنے اپنے وطن کو گئے ہوئے ہیں۔ تحریر رسالہ کے باب میں نذیر احمد کو اجازت دے چکا ہوں چند روز میں نقل ہو جاویگی
دوسری طرح شکایت آپ کی کا حال معلوم ہوا۔ ع

آں را کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک

اللہ معک۔ معلوم ہوا کہ مولوی محمد حسن صاحب کے یہاں سب طرح خیریت ہے۔ فقط

مکتوب ۴۲

مولوی خلیل احمد صاحب مد فیوضہم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ واردات رجوع
الی اللہ تعالیٰ موجب فرحت ہیں۔ حق تعالیٰ کا نہایت شکر کرنا لازم کہ یہ بڑی نعمت کبریٰ ہے کہ بمقابلہ
جہاں شغل پر لیشہ بھی نہیں اور اس احقر کو تو نہایت ہی باعث شکر و افتخار ہے کہ اگر خود ایسے عطیات سے محروم ہے یارے
احباب کو عطا ہوتا رہے ص

در گور برم از سر گیسوئے تو تارے   تا سایہ کند بر سر من روز قیامت   آمین

مُردہ پیا اگر وقت مرگ کوتاہی کفن دیکھی جاوے تو یہ بھی تاویل ہو سکتی ہے کہ تکفین میں اولیاء نے کوتاہی کی اور خیر مشروع امر پیش آیا۔ کوتاہی کفن میں مُردہ کا قصور کیا! اگرچہ باعتبار دیگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پاس عبارت تقویٰ سے ہے مگر بہر حال میں دعائے مغفرت ضرور ہے۔ تلوث دنیا کر آخر لوگوں کے ساتھ سخت لگا ہوا ہے بندہ بھی دُعا کرتا ہے۔

زمین کے قرض میں کیا تردد ہے؟ انشاء اللہ تعالےٰ جلد قرض ادا ہو جاوے گا۔ وہ صورت جو آپ نے لکھی ہے جواب اُس کا یہ ہے کہ بنظر تقویٰ تو اجتناب نکاح سے مضائقہ نہیں مگر بوجہ فتویٰ حلال و درست ہے۔ چنانچہ وہ قصہ حدیث بھی ایسا ہی ہُوا کہ فتویٰ و قضاء فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام تو وہی تھا کہ "الولد للفراش" مگر بنظر احتیاط و تقویٰ حجاب سودہ کا ارشاد ہُوا تھا۔ بہر حال وہ ارشاد تقویٰ تھا اور فتویٰ وہی تھا جو آپ نے "الولد للفراش" فرمایا تو آپ بھی اس مسئلہ کو بنظر تقویٰ و احتیاط ہی فرماویں نہ بطور فتویٰ۔ فقط

باقی سب احمد بدستور ہیں۔ ابوالعلا برادر ابوالقاسم کہ بعمر پچیس سال کے تھا انتقال کر گیا۔ اُس کے واسطے بھی دُعائے مغفرت فرماویں۔ مولوی صدیق احمد دہلی سے آ کر گنگوہ کو گئے۔ ماشاء اللہ تعالےٰ عمدہ حال میں ہیں۔ فقط

والسلام جمعہ ۱۰ ربیع الثانی

مکتوب ۲۵

مولوی خلیل احمد صاحب۔ السلام علیکم! آپ کا خط آیا مافیہ دریافت ہُوا آپ کے حسن احوال سے دل کو مسرور ہُوا جس قدر ہو سکے اپنے شغل یاد داشت میں مشغول رہیں۔ حجاب سیاہ سے ہراساں نہ ہوویں۔ جب وقت آئے گا یہ حجاب خود عین کار ہو جاوے گا نور بن جاوے گا۔ یعنی عبارت ہے اس سے کہ وسعت بے نہایت بھی ایک قید ہے اس کو رفع کر دیوے سو وہ اختیاری نہیں۔ بہر حال جس قدر ہو سکے مشغول رہو ؎

کار کن کار بگذر از گفتار   کاندریں راہ کار دارد کار

تمہاری بہبودی سے توقع کرتا ہوں کہ خود بھی کچھ نفع پاؤں کہ تم نے مجھ جیسے ناکس و نالائق کو رہبر بنایا ہے ورنہ اپنی شخصی کیا کہوں اول تو کچھ حاصل نہ ہُوا تھا اگرچہ طفل تسلی اپنی کی تھی اب ضعف قوت اور ہمت نے اس سے بھی جواب دیا۔ سو خیر دوستوں کی وجہ سے شاید کچھ حصہ مل جاوے۔ اب التفات بندہ کا آپ کی طرف سا ئلانہ ہے نہ معطیانہ "من دق باب الکریم انفتح" حق تعالےٰ آپ کو فتح باب نصیب فرماوے۔ دس روز سے بخار تو نہیں ہُوا مگر شدت نزلہ و درد و حرکت دندان ہے کہ بخار سے زیادہ از کار رفتہ ہو گیا۔ ایک رباعی شاید دو چار روز میں ساقط ہی ہو جاوے۔ ہزال و ضعف کثیر ہے اور عود بخار سے بھی امن نہیں۔ ان سب پر بجز رضا اور کیا چارہ ہے۔ اب تمنا خیریت خاتمہ ہے اور بس۔ ماموں عبدالغنی صاحب مرحوم در محرم کو فوت ہوگئے۔ قاضی سراج الدین سہارنپوری ملتفت

لیتے گئے تھے وہ بہت سخت بیمار ہیں۔ ایسا ہونا بیندگان ہے کہ نسبت کی توقع نہیں۔ تم تمام صاحبوں کو یہاں سے لوگوں کا سلام پہنچے۔

مکتوب ۴۵

عزیزم مولوی فضیل احمد صاحب مدفیوضہم۔ السلام علیکم۔ آپ کا خط آیا اور حال معلوم ہوا۔ اولاً آپ بغور ملاحظہ فرماویں۔ اگرچہ واقف ہو مگر دوسرے کے قول کو کوئی تعجب کہتا ہے کہ نسبت لغت میں دو شے کے ارتباط کا نام ہے۔ طرفین میں جو تعلق قریب ہے وہ نسبت ہے اور جو کہ دنیا میں مخلوق ہے اُس کو اپنے خالق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ ربط ہے وہ ربط کہ جس کی کوئی انتہا نہیں جس قدر اسماء و صفات اور افعال بے حد ہیں اُسی قدر نسبات ہیں۔ مثلاً خالق مخلوق میں نسبت خلق ہے رازق مرزوق میں نسبت رزق ہے۔ رحیم مرحوم میں نسبت رحمت ہے علیٰ ہٰذا پس نسبت سے واقع اور نفس الامر میں کوئی خالی نہیں۔ خالی کیونکر ہو سکے کہ خصوصیات ہے اور اس کا علم سرسری جس کو نفس علم کہہ سکیں سب ذوی العقول کو حاصل ہے ورنہ ایمان بھی نہ ہوتا۔ وہ کون مومن عاقل ہووے کہ حق تعالیٰ کو خالق رازق موجود نہ جانے تھا بلکہ کفار کو بھی علم ناتمام غیر معتبر اس امر کا حاصل ہے کہ اصل فطرت ہے پس اب دیکھو کہ مشائخ نے کس شے کا نام نسبت رکھا۔ اُسی شے کو وہ نسبت کہتے ہیں جو لغت میں نسبت ہے وہ وہی شے ہے جو واقعی سب عباد سے حاصل ہے وہی امر ہے کہ سب عباد اس کو جانتے ہیں لیکن مقصود نسبت یہ ہے کہ علم یقین حاصل ہو کر موثر ہو جاوے اور حضور کا درجہ ہو جاوے۔

پس اب ضرور ہے کہ صاحب۔ اس مقام مقصود کو یہ بھی یقین بڑھ جاوے گا کہ یہ امر جو مدتہا سالہا میں مجھ کو حاصل ہوا کوئی شے حاصل نہیں کہ سب خلق اس پر موجود ہے اور یہ امر صحیح ہے کیونکہ بعد جہد و جہد کے وہی امر معلوم ہوا کہ اول فطرت سے آج تک۔ اس میں رکھا تھا خارج سے کوئی شے کسی کو کاسب حاصل نہیں ہوئی نہ ہووے کسی نے فولاد میں جوہر داخل کر دیئے بلکہ فطرتی ہیں کسی نے تمام ان میں جو ہر داخل کیا ہر گز نہیں اگر کہیں مٹ جاوے ہو تو عارضی امر ہووے گا۔

غرض نسبت اندر سے سالک کے نکلی ورنہ ہر روز اُس کو اپنے اندر جانتا تھا اور سب کے اندر اُس کے ہونے کا معتقد تھا اب جو اُس کو تشخیص و تعیین سے بعلم یقین پایا تو دوسروں کے اندر ہونے کا یقین بھی بڑھ گیا۔ تو اُس دوسرے کو یقین جبکہ علم یقین نہ ہوا جیسے کسی کے گھر میں خزانہ مدفون ہو اور اسے بعد دست کے معلوم ہوا کہ اس کے گھر میں خزانہ ہے اور تحصیل نہ ہو اور بعد مشقت بسیار اس کو مل گیا تو پہلے علم سرسری تھا اب یقین ہو گیا اور دوسروں کے گھر میں بھی خزانہ ہونے کا جو مسموع ہو کر علم تھا اب یقین بڑھ جاوے گا کہ بے شک ہے مگر علم یقین سے یہ شخص ان اشخاص سے برابر نہ ہووے گا اور نہ علم حق میں مساوی بلکہ یہ شخص اور وہ صاحب یقین اور وہ دیگر مثابات فاقد صاحب ظن جگہ شک۔ شعر۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

پس بعد اس کے اب فرق مراتب عوام وخواص باعتبار اس قوت علم کے ہوا کہ خاص کا ایک مُد عوام کے جبل اُحد کے برابر ہوا۔ کما فی الحدیث۔ پس قلیل عبادت اس خاص کی حسب یقین کثیر عوام سے غالب ہووے گی۔ بشہادۃ حدیث اور ہر وقت حضور خطرات کا صدور بھی کوئی امر جدید نہیں وہ کون ہے کہ خطرات سے خالی ہو و تدابیر دین و دنیا سب خطرات ہیں انبیاء علیہم السلام بھی اس سے خالی نہیں کیونکر ہووے اگر خطرہ نہ ہو قصد اطاعت وعبادت سب رفع ہو جاوے۔ وھو محال۔ ہاں خطرات خیر خیر ہیں اور شر شر۔ خطرہ شر کا دفع کرنا اہل اللہ تعالیٰ کا کام ہے صحابہ کو خالق سے بنا خطرہ ہوا اور انا لہ اس کا ارشاد ہوا چنانچہ حدیث "من عمل اللہ" خود شاہد ہے "و اما بنعمۃ ربک فحدث" "ولئن شکرتم لازیدنکم" الحمد للہ فالحمد للہ حمداً جو کچھ شوق مزید ہے وہ عین مطلوب ہے اور جو کچھ رنج و تاب نایافت باوجود یافت ہے وہ عین سعت ہمت ہے۔ مزید یاد ہل من مزید یاد۔ ہیں شموائیں جس وقت وہ خطرہ ہووے کہ ناگوار طبع ہووے اُس کو دفع کرنا اور اگر جاہ کی قسم کا خیال گزرے اس کی ضد تواضع نفس کرنا علاج ہے۔ ذلت سے نفس کو سخت عار ہے۔ جب اپنے کبر کے پاداش مضر پاوے گا پھر خطرہ کو نہ دیگا۔ فقط۔ اس نا قابل بلا عمل کو بھی دعا میں یاد کر لیویں کہ اپنا شعور و حسن ظن احباب پسند کیا اور بس۔ حافظ مسعود دہلی بشوق طلب مقیم ہیں۔ آپ کو سب کا سلام پہنچے۔ زیادہ فرصت نہیں۔ یہ خط بھی کچھ قلیل حرج سے لکھا گیا خاطر عزیز نے تقاضا تحریر کیا۔ فقط والسلام

مکتوب (۲۶)

مولوی خلیل احمد صاحب السلام علیکم! نامہ سامی نے مسرور فرمایا۔ بندہ سہارنپور گیا تھا۔ میری غیبوبت میں خط آیا تھا لہذا جواب میں تاخیر ہوئی۔ جب حضور تام ہوتا ہے تو اس وقت جہت کا کیا محل و امکان ہے اور حضور کے ساتھ جب دوسری شے کا علم ہے تو حضور میں کمی ہے اور یہ لازم بشری ہے ورنہ سب امور معطل ہو جاویں سو اس وقت میں جو فوق کا خیال باقی ہے امر طبعی ہے وسوسہ شیطانی سے کچھ علاقہ نہیں۔ این اللہ فقالت فی السماء الحدیث زوجنی اللہ من فوق العرش الحدیث یہ سب اس کی تائید کرتی ہیں کچھ اندیشہ کی بات نہیں۔ اب آپ قلب کی طرف توجہ زیادہ کریں اور عین حالت شغل حضور میں متوجہ بقلب ہوویں سو یہ شائبہ جہت بھی رفع ہو جاویگا ورنہ کچھ اندیشہ نہیں طبعی امر معفو عنہ ہے خصوصاً وہ خطرہ کہ اوائل میں بھی موجود تھا۔ فقط

امر دوم میں آپ کا جواب عین جواب ہے۔ اگر وہاں صحت ہو جاوے تو بہتر ہے ورنہ اور کوئی جا تلاش ہو اور بجائے مقصود تو ناگوار ہے۔ فقط

اغنیاء خواہ طلب ہوں خواہ عام، محل زکوٰۃ نہیں نصوص قاطعہ اس کا اثبات کرتی ہیں۔ یہ قیاس صاحب مختار وغیرہ قابل اعتبار نہیں۔ فقط تعبیر خواب مستغنی البیان ہے تم کو اپنا عجز و باعث نجات جانتے ہوں۔ کچھ نہیں ہوں شرا بجلس سے مرحوم ہوں۔ فقط والسلام۔ مولوی نذیر احمد، حافظ رشید احمد، مولوی محمد بیت علی صاحب

کو سلام مسنون پہنچے ۔

مکتوب ۴۲

مولوی خلیل احمد صاحب مد فیوضکم بعد سلام مسنون ملاحظہ فرمایند ایک سال رنج و غم ہی مقدر تھا مرض وبیضہ میں گنگوہ وغیرہ میں دوست عزیز فوت ہوئے خود بھی ایک ماہ سے بخار میں مبتلا رہا اب افاقہ ہوا ہے ضعف و تخفیف بخار اب بھی ہے ۔ سبق تحریک جوابات مسائل مسدود ہیں مگر جو سہل ہیں ۔ عجز غلط عرب اور شکایات بے جا از ہر طرف مگر پھر حق حق ہے اور عسی ان تکرھوا شیئا و ھو خیر لکم ۔ قربان واجب الاذعان باذنہ تعالیٰ نے کچھ پرواہ نہیں ہوتی منہ کچھ بیراس ۔ البتہ ضمن ملال ہوا اب وہ بھی نہیں پس اس کو کیا تکرار کروں مگر آپ نے مولوی منفعت علی کی واپسی کی کیفیت پوچھی ہے کچھ لکھتا ہوں کہ مولوی عبداللہ صاحب نے حضرت کے کان اس بات سے بھرے کہ رشید اور سب دیوبند والے یہ کہتے ہیں کہ " جو حضرت سے عمل کرتا ہے گمراہ ہو جاتا ہے " اور " یہ سب اشغال بدعت ضلالہ ہیں " اور ان ارادے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم کو غیر مقلد اور مفسد قرار دیا مگر یہ سب امور خلوت اور پردہ میں ہوئے جس سے حضرت کی طبع سب کی طرف سے برہم ہوئی ۔ اس میں حافظ احمد حسین نے بہت کچھ مجادلہ کیا اور صفائی کی فکر میں رہے اور مولوی عبداللہ کو کلام ناگفتنی حضرت کے روبرو کہے کہ سب و شتم تک نوبت آئی اور انوار ساطعہ کی تصدیق او توثیق کرادی اور خلیل الرحمن رڑکوی کو مسلم اور بعض دیگر چند عدد وہاں موجود تھے سب یک زبان تھے مگر دوا آخر جب یہ زور شور حافظ احمد حسین کا ہوا اور انہوں نے مولوی منفعت کو تاکید کلام کرنے پر آمادہ کرا کر کلام کرائی اور مولوی کو ثر علی نے بھی بہت سختی سے کلام کی تو حضرت نرم ہوئے اور ایک خط جو بنام بندہ لکھا تھا جو باعث فتنہ ہوتا اور اس کی تعلیم کرانے کا بھی حکم ہوا تھا اس میں سے کچھ فقرات کاٹے گئے ۔

خلاصہ یہ کہ بندہ اور بندہ کے احباب بے راہ و معتوب اور مولوی عبداللہ و عبدالسمیع اور ان کے احباب اہل حق بنائے گئے اور ہند میں اشتہار طبع ہو گئے کہ حضرت حاجی صاحب بھی انوار ساطعہ کو مقبول فرماتے ہیں مگر بندہ کے نام جو خط حضرت کا آیا اس میں کچھ بھی اشارہ کسی امر کا نہیں ۔ شاید وہ خط اذن کی نقول اذہیں آوے یا حکم فسخ ہو گیا ہو آخر کے خط سے حال معلوم ہو گا مولوی عبداللہ سال بھر رہنے کا قصد کرتے ہیں اور اس شہرت بے جا سے جو ہند میں ہو گئی اور ہووے گی اس عاجز کی تو دنیا کا نقصان ہوا اور دین تو حزنیا بڑھا کہ غیبت سے کچھ مل ہی رہا ۔ غرض مقصود کو کوئی ضرر نہیں ہوا ۔ اور مداح صاحب کے دو سو چار سو مخالف ہو گئے اور حضرت صاحب کو ان کی بدولت یہ شہرہ ملا کہ مخلص خادم معتقدین غیر معتقد ہو کر منحرف ہو گئے ۔ یہ افسوس ہوتا ہے مگر رضا بالقضاء کے سوائے چارہ نہیں ۔ براہین طبع ہو چکی فروخت شروع ہو گئی ۔ ۸ قیمت قرار دی گئی ۔ ۱۲ جزو ہوئے حاشیہ پر انوار ساطعہ ہے ۔ برابر فروخت ہو رہی ہے ایک نسخہ عرب کو بھی مولوی محمود حسن نے روانہ کر دیا ہے ۔ دیکھئے وہاں کیا رنگ لاوے چندہ رسالہ رد شیعہ میں کچھ بندہ بھی دیوے گا انشاء اللہ تعالیٰ جس کی مقدار اب مقرر نہیں کر سکتا ہوں ۔ انعام کا جواب

اس رسالہ میں مناسب نہیں وہ دوسری بات ہے۔ فقط

صبح اور قصداً چھینا منع ہے اور جو اضطراری صورت نکلے معاف ہے اور زبان سے بکثرت مدح کرنا خواہ دو چار کلمہ معاف ہیں۔ لوجہ مدح کرنے کا نام ہے کہ گریہ کی تائید کرے مگر چونکہ امر طبعی ہے لہٰذا قلیل معاف ہے۔

فقط والسلام

مولوی عبداللہ صاحب کے واسطے بددعا تو ہرگز نہ کی ذکر کرنے کا قصد مگر خود بخود اُن کے مدعی کا عدم حصول قلب میں وارد ہوتا ہے کہ وہ حصول دنیا و رجوع خلق ہے اور انتقالات بدعات کا بعین عرض ہوا ہے اور یہاں اگر وہ قطعہ اپنی برأت کریں گے۔ مولوی منفعت علی اور وصیت علی اور فرزند علی اور نظیر احمد مع جملہ شاہد اُن کے مفسد ہے کہ یہاں فقط سب کو تمام بنام سلام مسنون پہنچے۔

مکتوب ۴۸

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ بجانب برادرم مولوی خلیل احمد صاحب مدفیوضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کا خط آیا والدہ مولوی عزیز الرحمٰن کا انتقال ہوگیا صحیح ہے حافظ عبدالرشید کا رشتہ مناسب ہوا حق تعالیٰ برکت فرماوے مجھ پر ایک ایسی پریشانی ہے کہ کسی کام میں دل نہیں لگتا۔ مولوی ابوالطیب بیمار ایک سال سے تھے اب چار پانچ ماہ سے شدت ہوگئی۔ بخار دائمی اور ضعف معدہ بشدت ہوگیا دو ماہ سے وطن آئے تو اب یہ حالت ہے کہ کروٹ بھی نہیں لے سکتا اُس کی صلاحیت اور جوانی پر بسبب رشتہ چند در چند کے ایک رنج و ملال ہے اور تقدیر میں کچھ دخل نہیں حکیم ضیاء الدین صاحب کو بھی چار پانچ روز سے بلا کر شریک علاج کیا ہے حق تعالیٰ اُس کو شفا عطا فرماوے۔ آپ بھی دعا کریں۔ جواب مسئلہ طوات لکھتا ہوں میری رائے میں تو مثل مریض کے بلکہ مریض ہے مگر الذین یقیمون ہو کرے تو بہتا ہے۔ دل چاہتا تھا کہ سارے رکوع کی تفسیر کروں کہ اس میں کئی مسئلہ معلوم ہوتے ہیں مگر طبع پریشان سے نہ ہوسکا قدر رحامت پرسی کی حکیم صاحب بھی سلام علیک کہتے ہیں اور سب کی طرف سے سلام پہنچے۔ [۲۲]

مکتوب ۴۹

مولوی خلیل احمد صاحب السلام علیکم۔ آپ کا خط آیا بندہ کو بعد سخت بیماری بخار موسم کے اب افاقہ ہوا ہے آپ کا جواب پسند آیا تھا اُس کی تحسین میں خط لکھنا ضرور سمجھا تھا اب حادثہ جدیدہ یہ ہوا کہ مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم ۲۴ شب ذی الحجہ یکشنبہ کو فوت ہوگئے۔ عالم اندھیرا ہوا۔ اب سب رفیق رخصت ہوئے دیکھئے کب تک

---

[۲۲] سوانح میں یہ عنوان مسئلہ صلوٰۃ فقیہ نمبر ۹ پر درج کیا گیا ہے۔ اس پریشانی کے عالم میں رکوع فلا یرا تا الخ کی تفسیر اور مسئلہ کی عجیب و غریب تحقیق قابل دید ہے۔ ۱۲ عاشق الٰہی

میری قسمت میں اس دنیا کے دھکے لکھے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مکتوب نمبر ۵

حامداً ومصلیاً۔ مولوی خلیل احمد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ! آپ کا خط پُرشوق و ولولہ آیا بندہ بتقریب جلسہ دستار بندی دیوبند گیا تھا فرصت جواب نہ ملی۔ اب ۹ روز سہ شنبہ کو واپس دیوبند سے آیا ہے، جواب لکھتا ہوں:-

عزیزم اولاً تو بغور سنو کہ مقصود جملہ اشغالات و مطلب منتہیٰ جملہ مراقبات کا وہ حضور قلب بے کیف ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو نصیب فرمایا نسبت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یہی حضور تھا نہ وہاں نور تھا نہ وہاں اضمحلال اشیاء کسی نور میں تھا نہ وجود کی تحقیق نہ شہود کی تدقیق نہ فرق دونوں حال میں نہ کرامت نہ انکشافات نہ اتحاد و ارتباط تجلی اعظم کے ساتھ کسی کو ظلی یا عینی واضح ہوا نہ مراتب اکوان کو ادراک کیا محض عبادت تھی عبادت یا غیریت محو و فرق عابد و معبود و تنزیہ تمام کی حالت میں کرتے تھے۔ ہاں جب اللہ تعالیٰ کا غلبہ تھا کہ جان و مال کو اس کی جنب میں کچھ اصل نہ جانتے تھے، ہزار جان و ساری دنیا کے عوض رضاء نائب الٰہی کو مقدم سمجھتے تھے اور اس حالت کے عطیہ کو کونین سے بہتر سمجھتے تھے طمع جنت الٰہی و خوف نار غضب ان کا شعار تھا۔

پس یہ نسبت یادداشت و احسان کہ قسم اس کا میرے حبیب ازلی قرۃ العینین خلیل احمد کو نصیب ہوئی جس پر ہزار شکر وثنا ازیں بندہ ناساز کرکے اپنا وسیلہ قرار دیئے مطمئن بیٹھا ہے اگرچہ خود اس دولت سے محروم رہا مگر ناداں اپنے دوستوں کا بنا اگرچہ سوائے کوئی امر سے حظ نہ ہو کہ مبدا ذوق ہے اور منتہیٰ مرعوب نہ کرتا ہم کوئی حضور ساقی کو بھی ہے گو مقید ہیات ہو پھر باوصف اس کیفیت مبارکہ کے اور حصول نسبت اصحاب کرام کے وہی قلب کا بقاء اور انوار و اضمحلال کی خواہش ہل من مزید میں داخل ہے۔ اعلیٰ حالات والے اسفل کے بھی محتاج رہتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام باوصف علم معاملہ کے کہ عین علوم واعلیٰ اصطفا ہے علم مکاشفہ کے طالب ہو کر حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش کو نکلے اور اہل اتحاد کے مناسب مسلک پر انبیاء محفوظ فرماویں گے باآنکہ ہزارہا درجات اعلیٰ ان سے انبیاء ہوویں گے۔ پس حال آنکہ مولوی صدیق احمد کا اصل حال تو وہی یادداشت ہے مگر یہ زائد انوار زائدہ و اضمحلال اشیاء اور انکشاف خواہ کشفاً خواہ وجداناً مزید ہے جس کا نہایت ضروری یادداشت ہے تو پھر اس پر اس قدر غبطہ بجز اس کے کیا تعلق ہو کہ جدید لذیذ اور زائد کا حصول بھی غیریت کا مقتضی ہے۔ بہرحال اپنی اس نسبت کو آپ کم ان کی نسبت سے کسی وجہ تصور نہ فرمائیں جس قدر وہ ترقی کریں گے وہ سب حالات کم ہوتے ہوتے آپ کے مقام میں نہایت ودقر رہا دیں گے۔

ثانیاً یہ کہ ہر طبیع کو خلاق ازل نے دوسری طرح کا بنایا ہے بعض طبائع میں تجلی انوار و اسرار رکھے ہیں بعض میں استتار پہلا دوسری کیفیت سے ناواقف ہے اور دوسرا پہلے حالات سے محجوب ہے اور کامل کل وہی حضور

ہے جس کا ثمرہ زیادہ رحمت اللہ تعالیٰ علیٰ حدہ۔ خیال رہے اور بس! پس اُن کی راہ دستگیر ہے اور آپ کی تحصیل دیگر اور جاری کا
واسطہ ہے۔ پھر آپ کی پوری تسلی کرتا ہوں کہ مولوی صدیق احمد کو تو کچھ یہ کشفیات ہیں ان سے کچھ تعلق ایسا امر کی
مدبر کی طرف سے سوائے راہ بتلانے کے اس کا کام کچھ نہیں۔ ان انوار و واردات سے خود بھی غافل رہا ہے مدت العمر
میں اس قسم کو مشاہدہ نہیں کیا۔ یہاں نسبت حضوری کا قدر نصیب ہے مقدار معتد بہا ہے جس کا ہم پلہ ان ہیچ رہا انوار کو کچھ
نہیں جانتا ہوں تو جب خود ان سے غافل ہوں تم کو کہاں سے آگاہ کروں ہاں اس قدر ہے کہ آپ کی نسبت کو
جس قدر اس ناچیز سے مناسبت ہے مولوی صدیق احمد سے اس قدر مناسبت نہیں۔ وہ حالات اپنے اختیار سے خارج
ہیں نہ افسوس سے ہاتھ آویں نہ جد و جہد سے حاصل ہو ویں۔ ہاں زیادہ تر مشغول کرنا ضرور ہے تا وہی حضور ترقی پر
آجاوے اور میرے واسطے بھی دعا و توجہ فرماویں کہ بسبب مناسبت ساتھ ہی رہوں اور دوستوں کی ترقی کا طالب
ہوں۔ المرء مع من احب۔ حب اسفل سے علی کی جانب مرعی ہے۔ علی سے اسفل میں بھی ملحوظ ہے زیادہ بجز
دعا و ترقی کے کیا لکھوں۔ کی ہوتی دوڑ کی بیج ونی خود بخود۔ واللہ یہدیہ داریکم۔

والسلام ۱۷ رجمادی الاولیٰ [illegible] یک شنبہ

بنام مولانا الحاج المولوی سید کوثر علی صاحب مہاجر مکی دام فضلہ

مکتوب ۵۱

حامداً و مصلیاً۔ از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ عنایت فرمائے بندہ مولوی کوثر علی صاحب سلمہ۔ بعد سلام مسنونہ
مطالعہ فرمایند بندہ بعافیت ہے اور شکر حق تعالیٰ کا کرتا ہے۔ بعد انتقال والدہ حافظ مسعود احمد کے انداز طبیعت
کا کچھ بدل گیا ہے۔ ہر چند ظاہر صدمہ معلوم ہوتا ہے کہ نہ کچھ تندرستی کے آثار ہیں۔ ایک حیرانی سی ہے اور پھر تقدیر پر
حوالہ کر کے صبر کرتا ہے۔ اپنے توحشات کو موجب پریشانی کے ہیں۔ دوستوں عزیزوں کے تردّدات سے بھی رنج ہوتا
ہے۔ یہ دنیا سخت دار کدورت ہے کہ ہرگز رہائی اس سے نہیں ہوتی۔ بجز اس کے کہ سب امور کو ترک کر کے علیحدہ ہو
جاوے۔ میرے دوستوں کو جس کو جو سلام مسنون کہہ دیویں اور سید حسن اور ان کی والدہ صاحبہ کو تحیات اسلامی
پہنچا دیویں۔ حافظ احمد صاحب بھی حیدرآباد گئے ہیں ان سے ملنا اور ان کے خط میں اپنا حال لکھنا۔ وہ وہاں پہنچ کر
ضرور اپنا حال لکھیں گے۔ فقط

حافظ مسعود احمد کا بھی سلام مسنون پہنچے۔ فقط والسلام

مقدمہ مسجد جامع گنگوہ کا جو الہ آباد میں تھا فیصلہ ہو گیا۔ یعنی اسلام کو فیصلہ ملا۔ اس کی خبر اگر کوئی پوچھے
تو کہہ دیں کہ موجب نصرت اسلام و فرحت مسلمین کا ہے۔ فقط

والسلام مورخہ ۱۷ رجب

مکتوب ۵۲

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ مولوی کوثر علی صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا حال دریافت ہوا۔ بندہ کو اعمال وغیرہ میں کچھ دخل نہیں۔ مگر آپ کے کہنے سے لکھتا ہوں کہ ایک سادے پرچہ پر اسم نقش ہوا ملفوف ہے اس کو چینی کی رکابی پر لکھواور پانی یا کسی عرق گلاب یا کیوڑہ میں دھو کر ہر روز پلاؤ اور اس اسم کے ساتھ سورۂ فاتحہ مع بسم اللہ کے بھی لکھا کرو اور ایک تعویذ ہے اس کو ان کے بازو پر باندھ دینا حق تعالیٰ فضل فرماوے۔ یہ تو کر دو گے باقی شجرہ ایک نسخہ بھی لکھتا ہوں اس کا بھی استعمال کریں۔ فقط

حافظ محمد حسین صاحب کا خط پھر کوئی نہیں آیا اور باقی سب حالات بدستور ہیں۔ کوئی لکھنے کے قابل نہیں ہے مگر مولوی خلیل و مولوی محمود حسن کو مولوی منور علی میرٹھ لے گئے اور مولوی عبدالسمیع کو ملا دیا۔ پرسوں مولوی عبدالسمیع گنگوہ آئے تھے مجھ سے ملے مگر کوئی عذر معذرت نہیں کیا۔ معانقہ سلام بات چیت جیسے پہلے ہوتی تھی۔ مجھ سے تو ملے مگر نہ معلوم کہ حکیم صاحب سے رائپور میں ملے یا نہیں؟ خود بندہ نے اس امر کو ذکر نہیں کیا نہ انہوں نے کچھ کہا۔ چونکہ وہ میرے پاس قدر ایک گھڑی کے بیٹھے پھر وہ جہاں پہلے اپنے رشتہ داروں میں آئے اور ٹھہرے تھے وہیں رہے زیادہ نوبت کلام کی نہیں آئی۔ مولوی عبداللہ قصد حج کا کرتے ہیں۔ آج ۲۲ رجب مجھ سے آکر رخصت ہو گئے۔ یکم دوم شعبان تک قصد روانگی معہ اہل خانہ رکھتے ہیں۔ حکیم احمد سعید نے تحریر کیا کہ مولوی مشتاق حسین نے یہ جواب دیا کہ فقط منصب میرے اختیار میں نہیں معذور ہوں۔ بندہ دعا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ رحم فرماوے تم کو سب کا سلام پہنچے میرے کسی واقف سے جو ہو خیریت اور سلام مسنون کہہ دیویں اگر ہو۔

مکتوب ۵۳

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ عنایت فرمائے بندہ مولوی کوثر علی صاحب سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا حال دریافت ہوا حق تعالیٰ تم کو جلد حیدرآباد سے رہا کر کے مکہ معظمہ پہنچا دیوے آمین۔ دعا سے دریغ نہیں مگر سب امور اپنے اوقات پر موقوف ہوتے ہیں۔ فقط

والدہ سید حسن کو بعد سلام مسنون فرما دیں کہ بندہ تو تمہارا دعا گو ہے مگر جب خود ہی کچھ نہ ہوں تو دعا میری کیا ہو؟ بہرحال جو کچھ ہے دعا سے دریغ نہیں۔ ایک تعویذ ملفوف ہے عزیز سید حسن کے گلے میں ڈال دیں۔ باقی دعوات کرتا ہوں۔ فقط

مولوی صاحب اگرچہ دریا کے طغیان کا اندیشہ ہے مگر جو سامان ہو جاوے تو مکہ معظمہ چلا جانا اس دار کفر سے نکل جانا بہت ضرور ہے۔ مع دنیا کی مزاحمت جو کچھ ہوا یہ حق تعالیٰ کا نہایت احسان ہے کہ تم کو یہاں ہی پاک کر دیا محبت حق تعالیٰ کے واسطے کثرت ذکر بفراغ خاطر نہایت موثر ہے مگر بیٹھ کر ہو سکتا ہے حیدرآباد میں کچھ نہیں ہو سکتا فقط

والسلام۔ مولوی عبدالرحمن صاحب کا حال دریافت ہونے سے مجھ کو سخت ملال ہوا حق تعالیٰ اُن کو سب تکالیف سے پاک فرما دیوے۔ اپنی کچھ بے سروپا دعا ہے جو کچھ ہے اُن کے واسطے دریغ نہیں۔ مگر مقدر کے سامنے کچھ کارگر نہیں ہوتا اُن کو میرا سلام مسنون فرما دیویں اور جس کو چاہو سلام فرما دینا فقط حافظ مسعود احمد کا بھی سلام پہنچے۔

مکتوب نمبر ۵۹

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ عنایت فرمائے بندہ مولوی کوثر علی صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ مع الخیر آپ کا دعا گو ہے۔ آپ یہاں سے کیا یاد وعدہ کر گئے تھے مگر کسی امور کا ظہور و قائدہ ہوا یہ تو دریافت ہوا کہ آپ جاتے کے ساتھ بیمار ہو گئے۔ مگر سال کا سال گزرا کچھ چاند لگا نہ یہ معلوم ہوا کہ خود تم پر کیا گزری اور نہ حال براہین کے ردّ و قبول کا دریافت ہوا۔ افسوس یہ ہے کہ مولوی رحمت اللہ صاحب کی نظر ثانی رہی اور ہندوستان سے توقع تھی کہ بنظر ملاحظہ فرما کر جس امر پر مواخذہ فرماتے یا قبول فرماتے اطلاع ہو جاتی کیونکہ رسوم بدعات کے باب میں اور مجلس مولود کی باب میں جو کچھ مولوی خلیل احمد سلمہٗ نے براہین میں لکھا ہے وہ عقیدہ بندہ کا ہے اور سب ہماری جماعت کا اور جو کچھ انوار ساطعہ میں عبد السمیع نے لکھا ہے وہ افراط تفریط سے مملو ہے کہ حد سے بڑھ گیا ہے تو مولوی رحمت اللہ صاحب سے معلوم ہو جاتا کہ وہ عالم ہیں مگر یہ امر تقدیر سے پیش آیا۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ تم کو فرصت نہیں خصوصاً موسم حج میں۔ سو اگر بعد موسم حج کے تم سے ہو سکے اور مولوی صاحب قبول بھی فرما لیویں تو ساری انوار ساطعہ اور براہین قاطعہ ان کو بتدریج سنا کر جس موقع کو وہ رد و قبول سے مدلل فرما دیویں تو کیا عمدہ ہو جاوے ورنہ خیر جو کچھ ہوا سو ہوا اور جو کچھ ہووے گا سو ہووے گا۔ بندہ کو تو اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ خلق بُرا کہے مگر اس سے موافقت کا ہونا البتہ بڑا معلوم ہوتا ہے۔ اب عبد السمیع کی مخالفت بہت درجہ بڑھ گئی اور یہ عہد باہم سب مبتدعین کے ہو گیا ہے کہ خواہ کوئی کچھ لکھے رشید احمد کے نام سے سب و شتم کرو۔ ایک شخص نے میرٹھ سے یہ لکھا ہے سو واللہ کہ اس کا کچھ اندیشہ نہیں کرتا ہوں مگر اُس کی مخالفت کا بیان کرتا ہے کہ رات دن اسی فکر میں رہتا ہے اور لوہاب و کفن بنگالہ پنجاب جہاں جہاں مبتدعین ہیں اُن سے مکاتبہ و طرح طرح کے قصے گھڑے کرتا ہے۔ فقط والسلام

اپنے گھر میں سلام و دعا کہہ دیویں اور جو بیسارن حال ہو اُس کو بھی فقط۔ یہاں کے سب لوگ سلام مسنون کہتے ہیں۔ مورخہ ۲۲ رمضان پنجشنبہ۔

یہ حامل رقیمہ ———— بندہ کے مخلص ہیں ان کو اپنے رباط میں جگہ دیویں یا دوسری جگہ اُن کے قیام کی صورت کر دیویں۔ شاید حضرت سلمہٗ کے مکان پر جگہ نہ ملی ہو اور چونکہ یہ گرم مزاج ہیں اور وہاں لوگ بندہ پر تعریضات کرتے رہتے ہیں۔ اگر یہ وہاں ہوئے تو ضرور اندیشہ فساد کا ہے لہٰذا وہاں قیام ان کا پسند نہیں کرتا ہوں آئندہ جیسا مناسب ہو۔

مکتوب ۵۵

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بخدمت عنایت فرمائے بندہ مولوی سید کوثر علی صاحب زاد عنایاتہم۔ بعد سلام مسنون
السلام مطالعہ فرمایند بندہ بفضلہ سبحانہ بخیریت ہے۔ عافیت جناب کی دعا کرتا ہے۔ بندہ نے آپ کے یہاں روانہ ہونے
کے بعد حسب التحریر آپ کے مولوی امیر حسن صاحب کو خط لکھا تھا۔ نوٹ جو آپ کو مولوی کوثر علی صاحب کے پاس
بھیجانے کی غرض سے دیئے گئے تھے۔ وہ بندہ کے پاس واپس روانہ کردو اس کے جواب میں کسی قدر دیر کے بعد انہوں نے
بندہ کے پاس خط بھیجا کہ وہ روپیہ بذریعہ تار مولوی کوثر علی صاحب کے پاس پہنچا دیا گیا ہے اور اس میں ایک خط آپ
کا بھی تھا کہ جس میں لکھا تھا کسی قدر پریشانی و تاخیر کے بعد روپیہ تمام وصول ہو گیا۔ مگر چونکہ آپ کے خط کو میں نے
نہیں شناخت کیا بوجہ اس کے کہ مجھ کو نظر نہیں آتا اس لئے اس میں تامل ہے کہ آیا وہ آپ کا ہی لکھا ہے۔ وہ روپیہ
آپ کو وصول ہو گیا یا اس میں کچھ دھوکہ ہوا ہے۔ آپ بندہ کو رسید روپیہ سے مطلع کریں کہ رفع تردد ہو۔ تبرا دینی کتب جو
پہلے خط میں لکھ دیا گیا تھا چالے وان کی طرح بیس روپیہ سے زائد کا نہ خریدیں بلکہ جہاں تک خوب مضبوط اور خوش رنگ
دستیاب ہو اور سستا ہونا چاہئے۔ کم از کم بارہ تیرہ روپیہ کا اور بعد سے بندرہ روپے کا خرید کر حافظ قمرالدین صاحب
امام مسجد جامع سہارنپور کے سپرد فرمادیں اور ان سے قیمت بھی لے لیں۔ دوسرے شخص کو نہ دیں تاکہ وصول ہوتے آئیں
دیر اور حرج نہ ہو۔ یہاں سے قیمت ان کو بعد ان کے یہاں تشریف لانے کے دے دی جاوے گی ان شاءاللہ۔ خیریت
مع عیال کے اور رسید مبلغان بخدمت کسی حاجی کے تحریر فرما کر ضرور بھیج دیں اور ڈاک میں ترسیل خط کا قصد نہ کریں
بخدمت مرشدی سلمہ و حافظ احمد حسین سلام مسنون۔

بندہ کا عرض کردیں کہ میں ان حضرات کی خدمات میں خط پہلے بھیج چکا ہوں۔ اب کوئی امر تازہ اس کے سوا نہیں
کہ میری آنکھ میں روز بروز تنفر کی اور مرض کی زیادتی ہوتی جاتی ہے۔

حافظ قمرالدین صاحب سے یہ کہہ دیں کہ یہ روپیہ جو بابت قیمت جائے وان و تبرا آپ سے لیا جاتا ہے اگر
آپ کو اس روپیہ کی ضرورت بمبئی میں لینے کی ہو تو مجھ کو پہلے سے اطلاع کردیں کہ میں اس کے بھیجے میں آپ
کو وصول ہوجانے کا انتظام کردوں اور اگر چنداں حاجت نہ ہو تو یہاں پہنچنے پر دے دیا جائے گا۔ بندہ
کی طرف سے اپنے گھر میں اور سید حسن کو دعا کہہ دیں۔

حافظ مسعود احمد بخیریت ہیں۔ آپ کو اور حضرت کو ان کی طرف سے اور حاجی احمد حسین کو
سلام مسنون پہنچے۔ اور حافظ قمرالدین صاحب اور جملہ متعلقین کو بندہ کی طرف سے سلام مسنون
پہنچا دیویں۔

فقط والسلام

بنام حکیم عبدالعزیز خان پنجلاسوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتوب ۵۶

برادرم حکیم عبدالعزیز خان صاحب دام حلمکم ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ مقتضائے خط حاجی محبوب بخش سوداگر کا یہ ہے کہ دسویں تاریخ کو یہاں سے روانہ ہو جاویں۔ مگر میں نے ایک خط بمبئی کو روانہ کیا ہے اس کے جواب کی انتظاری ہے جب وہاں سے جواب آیا تو فوراً تاریخ مقرر کر کے آپ کو اطلاع دوں گا۔ اس وقت آپ سہارنپور میں تشریف لے آویں اور سامان سب مجتمع کر لینا چاہیئے۔ والدہ محمد سعدان مرحوم کا مرجانا تو آپ کی تحریر سے معلوم ہوا اور ہمشیرہ محمود کا مرجانا پہلے خط سے معلوم ہو لیا تھا میاں محمود سرمست خاں لاہور کی راہ سے تشریف لے گئے۔ مجھ سے ملاقی نہیں ہوئے مگر خط آپ کی ہمشیرہ صاحبہ کا میرے نام کا جو تھا وہ نانوتہ مولوی محمد قاسم صاحب کو دے گئے تھے وہ میرے پاس پہنچا جس کا مضمون یہ تھا کہ اب کے سال چلنا معلوم نہیں ہوتا۔ اگر ہو سکا تو چلوں گی حاصل اس کا نہ جانا معلوم ہوتا ہے۔ فقط

غلہ جو حاجت سے زائد ہے فروخت کرنا مضائقہ نہیں اور اڑھائی سو روپیہ کے زیور کے شاید اب دو سو روپیہ وصول ہوں۔ اگر کوئی اس پر بطور رہن کے زیادہ دے دیوے تو بہتر ہے مگر سودی نہ ہو۔ بہر حال اگر دو سو روپیہ بھی ہو جاوے تو قدر خرچ کو کافی ہو جاوے گا۔ اس عاجز کا سامان خرچ سفر بفضلہ قدر کفایت ہو گیا۔ فقط

ظروف حاجت کے ہونے ضرور ہیں اور مجھ کو ضروریات سفر کی خبر نہیں کہ کیا چاہیئے۔ پہلی دفعہ ایسا ہی دوسروں کے سہارے پر گیا تھا اب بھی ایسا ہی تکیہ کر رہا ہوں۔ غرض اشیاء ضروری لیتی ضروری ہیں مگر بار گراں کو سفر میں بندہ پسند نہیں کرتا تخفیف سامان بہتر ہوتا ہے۔ فقط والسلام

حافظ صاحب سلام کہتے ہیں۔ عبدالمجید کو سلام اور سب احباب کو۔

مکتوب ۵۷

عنایت فرمایم حکیم عبدالعزیز خان صاحب سلمہ بعد سلام مسنون عرض آنکہ آپ کا عنایت نامہ آیا۔ ایک خط تین چار روز ہوئے کہ روانہ کر چکا ہوں غالباً پہنچا ہو وے اور اس سے کچھ حال بندہ کا معلوم ہو جاوے گا۔ اب اس دوسرے خط کے آنے سے آپ کا ضعف و نقاہت معلوم ہوا۔ سو بندہ کے نزدیک آپ کو تو کسی وجہ سفر مناسب نہیں کیونکہ اول تو تم نقیہ ہو کر صعوبت سفر اٹھانے دشوار دوسرے ملک عرب کی آب و ہوا تمہارے مزاج کے مخالف پھر تیسرے ایسی حالت میں سفر دراز کرنے میں خود مرض کا اندیشہ ہے کہ آپ کو اور ہمراہیوں کو

سخت پریشانی کا موجب ہے تو ایسی صورت میں سفر ہرگز مناسب نہیں۔ اگرچہ مرض سے سب کو پریشانی ہوتی
ہے مگر فرق ہے آدمی تندرست جاوے اور تقدیر سے مرض پیش آوے کہ یہ تو معاملہ نہیں کہ کسی کے اختیاری
نہیں اور یہ کہ خود مرض کی حالت میں جاوے کہ اس میں خواہ مخواہ گویا مصیبت اپنے ہاتھوں اپنے اوپر لینا ہے۔
لہٰذا آپ کے واسطے تو قطعاً منع عزیمت چاہیئے اور شیخ اخیر اگلے سال پر رہے۔ رہا یہ بندہ سو پہلے بھی عرض کیا تھا
اور اب بھی کہ بسبب مرض سابق کے کمی ہمت ہے مگر اب جو کچھ تخفیف ہوئی جاتی ہے تو ہمت قوی ہوتی جاتی
ہے اور حضرت کا ارشاد و اشتیاق مستقر دیتا ہے اور ماموں محمد شفیع صاحب جب شوق طلب حضرت مرشد علیہ بیان کرتے
ہیں تو کہتے ہیں کہ تو کسی طرح چلا جا۔ اگر شدت مرض کا اندیشہ نہ ہوا اور ورود ضرورت ارادہ وہ مد خرچ کی تسلی دیتے
ہیں تو اب یوں عزم ہو رہا ہے کہ ذی قعدہ کے اول میں اگر عزم پختہ ہو ہی گیا تو ماموں صاحب سے ان کے وعدہ
کا خرچ لے کر چلا جاؤں گا۔

پھر اگر تا بمبئی مجھ کو کچھ کلفت نہ ہوئی تو آگے سبقت کروں گا اور اگر اس سفر بمبئی میں موقع و مناسب نہ
ہوا اور ہمت نہ بندھی اور آگے جانا مشکل معلوم ہوا تو واپس چلا آؤں گا۔ اسی واسطے کسی کو جانے کی اطلاع نہیں
کرتا ہوں کہ اگر مریدوں سے کچھ خدمت تواضع کی اور پھر واپس چلا آیا تو عبث مطعون ہونا پڑے گا کہ روپیہ لینے
کے واسطے یہ بات مشہور کی تھی۔ چپکے جاؤں گا اور اس عرصہ میں حال جہاز اور کرایہ بھی دریافت ہو جائے گا۔
کیونکہ امسال کو قافلہ دیوبند روانہ ہوا ہے ان کو بتاکید کہہ دیا ہے کہ وہاں کا سب حال دریافت کر کے مطلع
کریں اور اگر اوائل ذیقعدہ میں ہمت نہ ہوئی ضعف کے سبب یا حالات جہازوں کے سبب تو بس مقیم وطن
رہوں گا۔ اپنا تو یوں قصد ہو رہا ہے مگر تم کو ایسی حالت میں سفر ہرگز مناسب نہیں جانتا ہوں اور ماموں صاحب
نے کہہ لیا ہے کہ اگر تو جاوے تو جس قدر روپیہ درکار ہوگا مجھ سے طلب کر لینا۔ ان سے روپیہ لینے میں مجھ کو
یوں بھی اندیشہ نہیں کہ اگر واپس چلا آیا تو طعن کریں گے کیونکہ وہ تو میرے پدر مشفق کی جگہ ہیں مگر اور کسی سے یہ
کرتے شرم آتی ہے۔ اسی واسطے جو کوئی پوچھتا ہے یہ کہتا ہوں کہ میرا قصد نہیں۔ فقط

سمجھو بھتیجا نے مدعی مرجانا بھی گھر والوں میں مشہور کر دے گا تو معاملت مرض میں جانا مناسب نہیں اور
مجھ کو روز بروز کچھ قوت اور ہمت بڑھتی جاتی ہے گو بالکل صاف نہیں ہوں۔ فقط والسلام

سب کا سلام پہنچے۔ مسعود تندرست ہو گیا۔

مکتوب ۵۸

عنایت فرمایم حکیم عبدالعزیز خان دام شفاقہم۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط مژدہ بخش صحت
پہنچا۔ بحمد اللہ بہت بہت فرحت ہوئی اور شکر اللہ تعالیٰ کا بجا لایا۔ مجھ کو اپنے مرض کا اس قدر رنج نہ تھا جس قدر تردد
آپ کی تکلیف کا تھا۔ مگر شکر ہے کہ اس احقر کو بھی شفاء ہوئی اور آپ کو بھی حق تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی۔ اگرچہ

افسوس ہوتا ہے کہ اس سال قدم بوسی حضرت مرشدی سے حرمان ہوا مگر اس میں بھی بہت سے اسرار و حکمت تھے کہ ہماری
نظر اس سے قاصر ہے۔ مولوی خلیل احمد کا خط ۱۵ ذی الحجہ کا لکھا ہوا مکہ سے آیا جمعہ کا حج ہوا اور اس سال مجمع حجاج
کا بہت ہوا۔ کرایہ جہاز کا سو روپیہ تک ہو گیا تھا اس پر بھی حجاج بمبئی سے واپس آئے کہ ٹکٹ جہاز کا نہ ملا مولوی
خلیل احمد اور قافلہ انبیٹھہ کا و دیوبند کا سب لوگ مکان حضرت مرشدنا میں فروکش ہوئے حضرت کے مزاج کی
خیریت لکھی ہے خود حضرت کا نامہ مع عالی حجاج کے ہاتھ آوے گا۔ بعض لوگ جن کے پاس خرچ قلیل تھا وہ بمبئی سے تو
چلے گئے مگر جدہ سے مکہ تک فی شتر پانچ ریال کرایہ ہوا اور عرفات کا کرایہ بھی پانچ ریال اور مشہور تھا کہ مدینہ کا کرایہ
چالیس ریال بدوی مانگتے ہیں نہ معلوم کس قدر پر فیصلہ ہوا۔ کثرت حجاج سے سب شئے گراں ہو گئی۔ ۲۵ ذی الحجہ روانگی
مدینہ طیبہ کی لکھی تھی۔ بہرحال اس خط سے اور دیگر خطوط سے جو مکہ سے آئے خیریت مزاج حضرت مرشدنا اور سب
اہل قافلہ و احباب کی معلوم ہو کر فرحت ہوئی۔ ادھر آپ کا خیریت نامہ آگیا۔ اب میرا حال بھی اچھا ہے تو اب ہر
طرف سے خبریں مسرور کن آتی ہیں۔ دنیا عجب کارخانہ عجیب ہے کہ گاہ ملال و رنج کا زور ہر طرف سے ہوتا ہے گاہ
سرور کا زور شور رہتا ہے۔ یہ حال انقلاب آثار کیا قابل اعتبار رکھا جاوے۔ معتبر وہ امر ہے جو کہ بقا ہووے
اور وہ اتنا سرور و راحت کا موجب ہووے تو وہ بجز رضامندی اپنے مالک تعالیٰ شانہٗ کے اور کوئی شئے نہیں۔
جس کے نصیب ہو جاوے۔ تا یار کرا خواہد و میلش بکدام است۔ رزقنا اللہ تعالیٰ و ایاکم۔ آپ کے خط کا جواب
اسی روز لکھنے کا قصد تھا مگر چونکہ آپ نے اپنا فتح گڑھ جانا اور بعد ہفتہ واپس آنا لکھا۔ چند روز توقف کر کے آج
روز پنجشنبہ ۲۲ ستمبر کو خط لکھتا ہوں۔ فقط والسلام

مکتوب ۵۹

حکیم عبد العزیز خان صاحب السلام علیکم۔ پچھلے خط میں آپ نے حد باب پسر عبد الغنی خان لکھا تھا۔ دعا سے تو
دریغ نہیں مگر امراض سے مجبور میرا دل گھبرایا ہے بس وہیں ان کی طبابت کر دیویں کہ دعا کرتا ہے یہاں نہ لاویں
دور دور سے ہی ان کی تسلی رکھیں۔ فقط والسلام۔

مکتوب ۶۰

حکیم عبد العزیز خان صاحب السلام علیکم! آپ کا پہلا خط مع مولوی اسمٰعیل کے آیا اب کیا لکھوں کہ مولوی
اسمٰعیل کو فقط زبانی باتیں سن کر خیال بک گیا اور وہ فقط اس کی ظاہری باتیں تھیں چنانچہ مفصل لکھ چکا ہوں اب
دوسرا خط آپ کا آیا الحق یہ جیسی رو بچہ بچہ کر لیا سخت معلوم ہوتا ہے کہ اس وجہ سے لیا جاوے میرے دل کی
خواہش یہ ہے کہ اس کو واپس کر دوں مگر تم ایسا کچھ لکھتے ہو اب پھر بار بار لکھنا تو فضول ہے مگر اس قدر متعلق ہے
کہ لاریب آپ کو بعد حضرت کے بندہ سے خیال ہے اور خود یہ ناکارہ خود غرض ہے نہ کسی کی بھلائی مجھ سے ہو سکے نہ

کسی کے کام کا ہوں۔ اگر زبانی دعا کر دی تو کیا ہوا اور توجہ کچھ مجھ سے ہو سکتا نہیں ہے وہ محض حسن ظن اور میں اپنے نزدیک جانتا ہوں کہ یہی محبت اور خوشی سے پوچھا ہے تم تو دوسرے درجہ میں الحق کہ خود حضرت مرشد نا سے بھی مجھ کو جیسی چاہیے اعتقاد و محبت نہیں۔ ایک بار خدمت میں حضرت کے یہی عرض کر دیا تھا کہ آپ کے سب خادموں سے اس بات میں کم ہوں مجھ سا کو کسی درجہ کی آپ کی محبت ہے اور اعتقاد مجھ نالائق کو کچھ بھی نہیں۔ الغرض اس واسطے ذکر کیا تھا کہ نفاق اپنا ظاہر کر دوں اور حقیقت الحال کو عرض کر دوں۔ جواب دیکھو کہ جب خود اس شخص مبارک سے کہ جس کے پاپوش کی بدولت دنیا میں عزت ہو رہی ہے اور یہ توجہ آپ کو ہے اس کے ساتھ اپنا یہ حال ہو تو پھر اور کوئی تو دوسرے درجہ میں ہے پس جب یہ حال خود اپنا اپنے دوستوں کے ساتھ ہوا تو کس طرح میں بدلا یا اپنے حوصلہ سے زیادہ قبول کروں وہ بھی خیال ہے۔ ورا اپنا کچھ اور رجحان تو اب کیا کہوں؟ جو کہہ سکتا ہوں نہ چپ رہ سکتا ہوں۔ اس قدر پھر لکھتا ہوں کہ یہ دو یہ تمہاری طرف میں خرچ نہ ہو تو اب ایسی حالت میں اگر قبول کر لو تو بہتر ہے آخر یہ بدو تم نے جانا ہوں اور فی الواقع یہ مرتقوب ہے کہ مجھ کو کسی دوست عزیز سے آشنائی ہے اپنے دل میں اپنی راحت و غرض اس قدر جاگزین ہے کہ نہ کسی کے رنج سے رنج ہے نہ کسی کی فرحت سے فرحت ہر دم اپنی ہی غرض مد نظر ہے گو پچھلا اپنے حال زار سے نادم ہوتا ہوں مگر طبعی بات کو ندامت سے سود نہیں ہوتا۔ قہر مغموم ہوتا ہوں اور پھر یہی طبیعت سرزد ہوتی ہے تو اب اگر آپ چشم پوشی کریں تو بہتر ہے ورنہ کیا کروں؟ حق تعالیٰ آپ کے حسن ظن سے میرے ان اخلاق نازیبا کو زائل کر دیوے اور تھوڑی سی عقیدت اپنے مرشد کی اگر دے دیوے تو پھر اور دنیا دین سے البتہ کچھ لذت ہو جاوے ورنہ قیامت کو میری حقیقت منکشف ہو کر اندیشہ ندامت ہے۔

اسی واسطے اب ظاہر کرتا ہوں کہ میرا نفاق ظاہر ہو جاوے کہ دوست یوں جانتے ہیں کہ یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور میں بالکل ان کی طرف سے غافل اپنی غرض میں مبتلا ہوں۔ سو اسے برادر دینی! تم سے بھی توقع ہے کہ میرے واسطے اس امر کی دعا کرو کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو اپنی حب دیوے تو اس کے حب سے حب اس کے اولیاء کی ہووے اور پھر ان حب سے حب برادران دینی کی ہووے ورنہ جس قدر میری کوئی شکایت کرے بجا ہے میں خود مقر ہوں اور اپنا حال جانتا ہوں۔

اور یہ بھی ضرور ہے کہ جب آدمی کو رنج ہوتا ہے تو خلاف توقع سے ہوتا ہے کہ جہاں آدمی توقع کسی امر کی رکھتا ہے اور وہ توقع بر آتی نہیں ہوتی تو رنج ہوتا ہے اسی واسطے غیروں سے رنج کم ہوتا ہے اور عزیزوں اور دوستوں سے رنج ہو جاتا ہے کہ ان سے توقع بھلائی رکھتا ہے جب بھلائی وقوع میں نہ آئی رنج ہوا خلاف توقع ہونے کے سبب دل پہ صدمہ ہوا۔ سو چونکہ اپنے آپ سے مجھ کو خود توقع نہیں کہ کسی سے سلوک کروں اور نہ آپ کو قابل دوستی کے نہیں جانتا تو البتہ اگر کوئی میری شکایت کرے تو مجھ کو بری نہیں معلوم ہوتی۔ کیونکہ اپنے آپ کو ایسا ہی جان رہا ہوں اور کسی کی شکایت کو بیجا جانتا ہوں کیونکہ میرے افعال ظاہری پر وہ لوگ مغرور ہو کر وہ مجھ کو اپنا دوست جان گئے پھر جب معاملہ خلاف پیش آیا تو ضرور شکایت ہوتی چاہیے۔

سو اب آپ سنو کہ میرا مجبور کا آنا یا نہ آنا میں سمجھا ایسا ہی مشکل تھا مگر اپنی غرض سے جو دل پر تھی سو عرض حال لکھ دیتا ہوں۔
دینے تو یہ آپ ہی کی توجہ کا باعث نہیں تم تو حضرت کی محبت و عقیدہ کے قائل ہو۔ اس ناکارہ پر توجہ تام رکھتے ہو تم میں
کوئی قصور نہیں مرا امر ہوتا ہی بندہ کی ہے۔ اب میں صاف صاف لکھتا ہوں کہ اگر خود حضرت مرشدنا کو کوئی خدانخواستہ
تکلیف پیش آوے تو بندہ مجھ کو توقع اپنے نفس سرکش سے یہ نہیں کہ ان کی خدمت گذاری میں ذرہ بھی تکلیف گوارا کرے۔
سو یہ میری شامت اعمال ہے کسی کا کیا قصور؟ حضرت کی عنایات سے تو میں دنیا میں سب کچھ مشہور ہو گیا۔ پچھتایا علاج
نہ ہو سکا۔ اے خدا اگر آخرت میں اس کا دسواں حصہ بھی نصیب ہو جاوے تو میرے برابر کوئی صاحب نصیب نہیں۔ مگر
چونکہ دنیا ظاہر ہے اور آخرت میں باطن ظاہر ہو جاوے گا دنیا کچھ بھی تو توقع نہیں بندہ کی۔ الٰہی توبہ توبہ بس ختم کرتا ہوں۔
القصہ ایک یہ بھی کہتا ہوں کہ تم نے مولوی پیر محمد خاں سے شکر رنجی کا قصہ لکھا مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ کیا وجہ ہوئی۔ باہم
شکر رنجی اچھی نہیں۔ گاہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ قصور فہم ہو جاتا ہے۔ بات کچھ ہوتی ہے اور فہم میں دوسری طرح آجاتی ہے
تو مناسب یہ بات ہے جب آپ ان سے ملیں اس وقت پیر محمد خاں سے پوچھوں اور زیادہ اب آپ کو بھی نہیں لکھ سکتا
کہ زیادہ ہو گیا تکلیف دوں۔ فقط

بلی بلا سر کی دشمنی پر صبر کرنا لازم ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں اپنے واسطے کرتے ہیں۔ عبد المجید خان کا البتہ افسوس
ہوتا ہے کہ وہ کیوں ایسا کام کرے جس سے آپ کو ناخوشی ہو۔ مگر ایک نصیحت آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ حتی الامکان ہر ایک
کی فعل کی تاویل حسن کرنا اور جہاں تک ہو سکے دوسرے کی بات کو بھلائی پر محمول کرنا اچھا ہے اور تھوڑے سے قصور
پر چشم پوشی کرنا لازم ہے۔ کہ اس میں آپ کو بہت راحت رہے گی اور دشمن سے فعل کے بدلے نیکی کرنی تو بہت عجیب
بات ہے کہ ہر ایک کا کام نہیں۔ فقط۔

ان فقرات کو اسی طرح نہ جاننا کہ آپ پر طعن ہے یا عبد المجید کی طرفداری ہے بلکہ تمہاری راحت ہی کے خیال سے
لکھتا ہوں۔ ان فقروں سے ناراض نہ ہونا اور ان فقرات کی تصدیق حضرت مرشدنا سے کر لو کہ یہ فقرات مجھ سے
عمل میں نہیں بنے آپ کو لکھتا ہوں۔ بھلا آپ ہی عمل کر لینا۔ یہ قدیم نصائح ہیں۔ فقط والسلام

مکتوب ۶۱

عنایت فرمائے بندہ حکیم عبد العزیز خان صاحب زاد عنایاتہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند مہربانی نامہ پہنچا۔
دورۂ مدت بخار کی تخفیف جو تحریر تھی اس سے طمانیت ہوئی۔

در باب شغل مذکور جس طرح ہو سکے خواہ بشکل مطلوب بشکل مرشدنا ہو خواہ بشکل مرشدنا بصورت مطلوب ہو کر
غرض اس تصور کے ساتھ خیال شریف حضرت سلمہ رہے اور اگرچہ قوت تخیل اور ضعف حافظہ سے کم بھی قادر ہو سکے
کرنے نہ ہو کسی بات کا کچھ خیال نہ کرو اور بعد ایک دو کے جو کچھ کیفیت اس شغل کی ہو اس سے اطلاع دو۔ زیادہ بار
یہ ہے کہ کثرت تحی اور سینہ زوری کا دھیان نہ کرنا۔

اس عاجز کا اپنا بابی خیال آنا بظاہر دشوار ہے۔ اس وقت یہ خیال ہے کل کی خبر نہیں کہ کیا ہوگا اور آپ کے واسطے اگر وعدہ وہاں مقرر ہوں بایں شرط کہ طرز یا رکا علاج کیا جاوے اور اصرار سے بطور خود حسب عرف لیا کرو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر یہ شرط ہے کہ بجائے تنخواہ کے کسی سے کچھ نہ لو اس کو میں پسند نہیں کرتا ہوں، آئندہ جیسی رائے ہو۔ غرض اس چندہ کی تنخواہ میں تو کچھ عیب نہیں، مگر مقدار قلیل پر قناعت آپ سے مشکل ہے اور گزارہ دشوار لیس اس بات کا خیال کرے اگر کر لو کچھ مضائقہ نہیں اور معاملات آمدنی جب تک کہ قیام دو چار ماہ کا نہ ہو معلوم نہیں ہو سکتا اور آپ کا قیام اب تک وہاں کچھ ہوا نہیں اگر بقدر گزران وہاں حاصل ہو سکے تو یہ تیسری بہت عمدہ شے ہے عذر روزگار کرنے کا کچھ عیب نہیں۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۶۲

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ گرامی قدمت حکیم عبدالعزیز خان صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط بدست میاں جی عبداللہ صاحب آیا تھا اور زبانی بھی حال معلوم ہوا بندہ کو وہ بخار جو ایک دیر تک رہا تھا، شدت سرما میں رفع ہو گیا تھا البتہ اب بیس روز کے قریب سے بعد ظہر ایک کیفیت بخار جیسی ہو کر عصر کے وقت عطش و خشکی اور درد سر کا زیادہ ہو کر کم ہو جاتا ہے مگر اس کو نقصان پر محمول کرتا ہوں کہ طلباء کے درس کا بہت نقصان ہو جاتا ہے چنداں تکلیف نہیں البتہ سستی رہتی ہے کہ کام بقلت کرتا ہوں۔ فقط

دو ماہ کے قریب ہوا کہ ایک خط حافظ احمد حسین کا آیا تھا کہ اس میں خیریت مزاج حضرت سلمہ کی بھی لکھی تھی۔ مکہ میں ایک مدرسہ کی تجویز ہوئی ہے جس میں ہزار ہا آدمی فروکش ہوا کریں اور جب تک ان کو مکان ملیں اس میں ہی رہیں، اس کے اشتہارات طبع ہو کر آئے ہیں اور تخمین اس مکان کی چار لاکھ روپیہ کے قریب ہوئی ہے۔ حافظ احمد حسین مہتمم اس کام کے تجویز شیخ المشور اور جملہ اہل شوریٰ سے مقرر ہوئے ہیں۔ فقط

مکتوب نمبر ۶۳

عنایت فرمایم حاجی عبدالعزیز خان صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند یہاں ۳۰ کا شعبان ہوا بسبب ابر غلیظ کے چاند نظر نہیں آیا۔ اگر وہ دو آدمی چاند دیکھنے والے معتبر نمازی صالح ہیں تو تم بعد ۳۰ روزہ کے افطار کر سکتے ہو مگر اس میں سخت بدانتظامی ہے۔ یہاں بھی اخبار آتے ہیں مگر کوئی قابل طمانیت نہیں تو اگر اس تاریخ میں ابر رہا اور چاند نظر آیا تو روزہ رکھنا اور جو وہ دیکھنے والے معتبر ہوشیار ہوں تو کچھ الفاظ ظاہر نہ کرنا کہ فتنہ ہو جاوے۔ نااتفاقی سے بہت بچنا چاہیئے۔

والسلام

مکتوب نمبر ۶۴

عنایت فرمائے بندہ حکیم عبدالعزیز خان صاحب شفاہم اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند عرصہ گذرا کہ آپ کا خط دوآیا حال معلوم ہوا۔ آپ کی بیماری سے نہایت رنج و ملال ہوتا ہے اور دعا بدرگاہ حق تعالیٰ کے کرتا ہوں اگر قبول ہو جاوے۔ حضرت سلمہ کو جو عریضہ خط لکھا ہے آپ کی بیماری کا حال اور طلب دعا بھی اس میں لکھ دیا ہے۔ زیادہ بجز دعا کیا لکھوں۔ منتظر ہوں کہ خبر تخفیف مرض بھیجو دیکھئے کس قدر ہے اور تکالیف داخلی و خارجی جو عزیز پر آجتی ہیں بجز صبر کے اور کیا چارہ ہے۔ سب امور اپنے سپرد حق تعالیٰ کے کرنا ہی چارہ ہے۔

مکتوب نمبر ۶۵

برادرم حاجی حکیم عبدالعزیز خان دام دشفاہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کے دو خط پہنچے۔ برادر زادہ کا حال مثل طفل ناعاقبت اندیش و ناواقف اپنی مصلحت کے ہے کہ طفل اپنے والدین سے جو اس کی خواہش ہو مانگتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے اور روتا ہے اور نہایت ملول ہوتا ہے بلکہ اپنے والدین کو اپنے اوپر تعدی کرنے والا جانتا ہے مگر والدین اس کے شفیق ہیں ہرگز جس میں اس کا نقصان ہو قبول نہیں کرتے وہی کرتے ہیں جو اس کے واسطے فی الحال اور مآل کو بہتر ہو ایسا ہی بندہ اپنی خواہش میں مشغول ہے آخر کی بات اس کو معلوم نہیں ہے کہ اس کا انجام کیا ہوگا مگر حق تعالیٰ اس کے لئے وہی کرتا ہے جو خیر ہو۔ گو بندہ کو ناگوار معلوم ہو اور اپنے واسطے برا جانے۔ اس واسطے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ بہت سی چیز کہ اس کو تم خیر جانتے ہو اور وہ تمہارے واسطے شر ہے۔ لہٰذا بندہ کو واجب ہوا کہ ہر امر پر توجہ کرے اس قدر فریفتہ نہ ہو بلکہ اول اپنی خواہش کے حسب میں مشورہ و استخارہ کرے۔ اور اس کے بعد یوں دعا کرے کہ الٰہی اگر یہ امر میرے واسطے تیرے علم میں بہتر ہے تو مقدر کرے اور جو برا ہے تو میرے دل کو اس طرف سے پھیر دے اور یہ کام نہ ہووے۔

اب بعد اس تقریر کے میں لکھتا ہوں کہ تم کو اس قدر اس کام پر شیفتہ ہونا اور ایسی طرح سے لکھنا مناسب نہیں۔ دعا اس طرح کرو کہ اوپر لکھا ہے اور عمل وہ پڑھو جو پہلے بتایا ہے اور اپنے سب کام حق تعالیٰ کے سپرد کرو۔ فقط

مکتوب نمبر ۶۶

گرامی خدمت حکیم عبدالعزیز خان صاحب۔ اذیت مخلوق پر بجز صبر کیا ہو سکتا ہے۔ فی الواقع مخلوق محض [illegible] ہے سب کچھ خداوند قدوس کی طرف سے ہے۔ لیکن جیسے مرض پر آدمی صبر کرتا ہے اور کسی سے ملول نہیں ہوتا اگر نظر سلیم ہو تو اس اذیت پر بھی کسی سے ملال نہ کرے مگر چونکہ آدمی عالم اسباب کا گرفتار ہے۔ ظاہر پر نظر ہوتی ہے خود

ملال ہو جاتا ہے۔ بہر حال حق تعالیٰ رحم فرماوے۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۶۷

عنایت فرمایم حکیم عبد العزیز خان صاحب سلمہٗ السلام علیکم! آپ کا خط آیا؟ آپ کے اس حال سے مرض میں ایسی کیا لغت اہل دیدہ سے بھی رنج ہوا۔ اگر اندیشہ آبرو کا ہو تو اپنے گھر میں فرض ظہر کے ادا کر لیجئے جمعہ ایسی صورت میں ساقط ہو جاتا ہے اور دوسرے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنے کو جانا ضروری نہیں ناچاری۔ حکم حق تعالیٰ کا ہے کہ سب یک لخت ایسے ہو گئے۔ اور پھر یہ نقصان باغات کا بھی تقدیر سے ہے حق تعالیٰ جو کچھ اپنے بندہ کے واسطے کرتا ہے خیر اسی میں ہے گو بندہ اس کی وجہ نہیں سمجھتا۔

اب ایک فرحت کی بات لکھتا ہوں کہ ایک شخص بریلی کے رہنے والے مولوی محمود حسین نام ہیں اب کے سال حج کو گئے تھے بعد حج کے مکہ میں مقیم ہو گئے اب تیسری شعبان کو مکہ سے چل کر تیسویں شعبان کو بریلی میں پہنچے ان کا جو خط آیا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ جناب مرشدنا ظاہری طور پر تندرست بعافیت تمام ہیں۔ اس مژدہ سے ایک فرحت دل کو ہوئی کہ خیریت حضرت کی بے موسم حاصل ہو گئی۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۶۸

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ برادرم حکیم عبد العزیز خان صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ تم جو لکھتے ہو کہ شاید شکایات ہر طرف سے یہ بندہ تم سے ناراض ہو جاوے۔ سو سنو کہ اول تو تمہاری شکایات بجز تمہاری ہمشیرہ کے کوئی بھی نہیں کرتا۔ مجھ کو ان کی شکایات سے تمہارے ساتھ رنجش کی کیا وجہ اور قطع نظر اس کے میں ایسا دیوانہ تو نہیں کہ بلا وجہ کے شکوہ سے تم سے ناراض ہوں۔ مجھ کو تم سے ایک تعلق ہے کہ وہ قطع نہیں ہو سکتا۔ ہاں تمہارے سبب سے بید رنج ہوتا ہے کہ جب تمہاری کوئی تکلیف کی بات معلوم ہوتی ہے تو دل دکھتا ہے بجز دعا کوئی چارہ نہیں صبر کرتا ہوں اور دعا کر کے متوقع رفع اس بلا کا ہوتا ہوں۔ ہر چند توقع ہے کہ سب آفات مرتفع ہو جاویں مگر تا رفع البتہ ایک خیال رہتا ہے سو ایسا رنج بھی تم سے ناراضی کا باعث نہیں ہو سکتا۔ مجھ کو یہ بات کہ جناب مرشدنا کو تمہارے ساتھ لطف ہے سب چیزوں سے زیادہ وجہ محبت تمہارے ساتھ ہونے کی ہے۔ اگر تمہاری ہمشیرگان ناراض ہوں تو ہوں مجھ کو ان سے چنداں غرض نہیں، اگر ہے تو بوجہ خدمت گذاری و بیعت حضرت مرشد سلمہٗ کے ہے۔ سو جب تمہارا علاقہ بہت حضرت سے ہے پھر مجھ کو کسی کے رنج و شکوہ سے بحث نہیں۔ ہاں میں کچھ نہیں اور کچھ کر نہیں سکتا اور کسی تمہارے امر میں معاونت مجھ سے ممکن نہیں ہو سکتی اور کسی لائق نہیں ہوں مگر بوجہ حضرت مخدوم کے دل سے تمہارے ساتھ ہوں اس بات کو خوب یاد رکھنا اور لیجئے وا پھر جو اس خط میں لکھتے ہو کہ میں مت لکھنا اور یہ قصہ طویل جو معاملہ ہمشیرہ کا لکھا ہے مجھ کو اس سے کچھ حاجت نہیں ان کے شکوہ کو میں ابھی تو لے جاتا ہوں بلکہ اگر تمہاری خوشی ہو تو اب کی دفعہ ان کا خط بھی نہ لوں۔ بہر حال

تم مطمئن رہو۔

اپنا حال یہ ہے کہ طبع پر داشتہ ہو رہی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ پھر خدمت حضرت میں حاضر ہوں مگر ہمت و موقع نہیں۔ اب تک سبق شروع نہیں کرائے اگر کوئی آیا تو جواب دیا معذرا ضعف ایسا ہو گیا ہے کہ کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۶۹

عنایت فرمائے بندہ حاجی عبدالعزیز خان صاحب دام اشفاقہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ اب مجھ کو یوں یقین ہوتا ہے کہ جب خود جناب حضرت سلمہ اس طرف متوجہ ہوئے تو آپ کا مقصد برآمد ہووے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ کچھ گھبرانے کی بات نہیں۔ اب تک کوئی ہدایت نامہ حضرت کا یہاں نہیں آیا باقی ہر طرح خیریت ہے۔ مولوی محمد حامد صاحب بھی رامپور میں چار روز رونق افروز رہے۔ اب بریلی تشریف لے گئے ہیں۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۷۰

عنایت فرمایم حکیم عبدالعزیز خان صاحب دام اشفاقہم بعد سلام مسنون آنکہ روزگار کے باب میں اپنی رائے اور فہم کو قاصر جانتا ہوں اپنا مناسب کو خیال کرتا ہوں۔ لہٰذا استخارہ کر کے جو کچھ کیا جاوے اس کو جانتا ہوں تعلق زیادہ نہیں سمجھتے کہ ترک کر بھی دو تو صحت نہیں ہوتی۔ اور یہ کہتے کہ عطار کی مجلس خراب ہے تحریک نہ ہو یہ بھی موقع نہیں اگر خود حضرت سے اس باب میں مشورہ کر لیا جاوے تو محمود نیت ہے۔ اگر ترک کا قصد پختہ ہو تو مناسب جانتا ہوں کہ بشرط صحت ایسے موسم میں تم خدمت حضرت میں پہنچو۔ حضرت نے زبانی بندہ کو کہلا بھیجا کہ الّا تو کوفت آ اور جو آتا ہے تو اعتدال کے موسم میں آ تاکہ تکلیف نہ ہو کی اور جہاز کی اب بہت ہونے لگی ہے۔ مگر یہ کہ اپنی طبیعت ردوکاس لائق کب ہے کہ چند روز مکہ معظمہ میں قیام کر سکے۔ چند در چند مانع پیش آتے ہیں۔ مجبوراً اگر آپ سے ہو سکے تو بہتر ہے۔ الغرض ترک کر کے عرب جانا مناسب ہے مگر یہ سب امور جب ہیں کہ تم کو اس مرض عارض سے صحت ہو جاوے۔ اب تو اس مرض کا بظاہر تردد ہو گیا ہے حق تعالیٰ صحت کامل عطا فرماوے۔ فقط

مکتوب نمبر ۷۱

عنایت فرمائے بندہ حکیم عبدالعزیز خان صاحب دام اشفاقہم۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ مہربانی نامہ پہنچا۔ احوال معلوم ہوئے۔ من نفت ذلک پہلا سے یہ کیا خیال کرتے ہو جو روزانہ اپنا حق کے ساتھ تم تحفہ رہتا ہے جو کچھ تم سے ہو سکے کر دو باقی وہ جانیں ان کا کام۔ دوسرے امر میں اب ایک بات آپ کو بتلاتا ہوں اس کو ضرور کرنا۔ جناب مرشدنا کی صورت کا تصور باندھو کہ وہ جناب خود فرما رہے ہیں۔ یعنی حضرت بصورت بیٹھے ہوئے ہیں

اس مقصود کو وقت فرصت ہمت و محنت کر کے کرو اور جتنے وظائف تم اس مقصود کے واسطے پڑھتے ہو سب ترک کر دو اور ذکر جیسا ابھی تا رمضان ملتوی رکھو۔ ہاں اگر کہیں صورت روزگار یا اور نفع کی ظاہر دیکھو مضائقہ نہیں میرا جواب واقعی مختصر ہوتا ہے خصوصاً آپ کے خط کے نزدیک آدمی کو غلبۂ حال میں کلام طویل ہوتی ہے اور رات دن مقصد کے کلام سے دل نہیں بھرتا مگر جس قدر کے یاد کئے وہ تھوڑی معلوم ہوتی ہے اور مضامین پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مگر جواب اس کا اگر دیکھا جاوے تو ایک ہی بات ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کے جواب میں بندہ کا خط بہت مختصر معلوم ہوتا ہے اور اب بھی تو ایک علاج لکھا ہے مختصر ہے سو تم اس مشق کو خوب مزاولت کرو اور جب علاج معالجہ سے فرصت ہو جایا کرے اس شغل کو کرو آپ کو اس میں یقینی نفع ہوگا۔ ایسا نہ کرنا کہ کچھ اور تحصیل بلا عذر کر کے کرو اور سب وظائف کا ترک کرنا بھی مزید جانو زبانی فقط لا ملجا ولا منجا من اللہ الا الیہ کو بہ نیت رفع فکر حاصلان وصول مقاصد پسندیدہ حق تعالیٰ پڑھو اس میں کوئی مقدار اور وقت معین نہیں جس قدر ہو سکے جس وقت ہو پڑھو اور علاج بیان کردہ اوّل کلام کی خوب مزاولت رکھو۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر۲۲

حکیم عبدالعزیز خان صاحب السلام علیکم: آپ کا خط مع نور نامہ جناب مرشدنا آیا حضرت کے ہدایت نامہ کو دیکھ کر وہ شبہ جو عشق مزاجی میں جو تم کو تھا رفع ہو گیا اور آپ کو بھی واضح ہو گیا کہ جناب مرشدنا کی تحریر کی جو بندے نے شرح کی تھی درست تھی اور کتابوں میں اور حضرت کے لفظ سے جو عشق مجاز معلوم ہوتا تھا وہ بات نہیں حق مبتدی کو مضر ہے اور منتہی کو مفید۔

بندہ دعا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ آپ کو کامیاب فرماوے۔ اگر مقدر ہے تو نصیب ہو وے گا۔ میرا دنیا داری عمر تعقب گذاری نہیں ہوئے دینی جو کچھ ذکر ہو جاوے وہی کام آوے کا۔ فی الواقع کوئی شے شوق سے علاوہ نہیں صاحب شوق کو کوئی چیز مانع نہیں ہوتی جس کو شوق ہوتا ہے وہ سب یا الفت و استعداد مزید کچھ لے جاتا ہے اور بدوں شوق ساری عمر کی محنت بھی تھوڑا جلا دیتی ہے۔ آپ کو شوق لگا ہوا ہے یہ خیال رہ جاوے گا نالاں و گریاں ہونا ہی کافی ہے۔

ولایت نظری کے یہ معنی ہیں کہ بعض وقت بدون اختیار عارف کے ایسا ہوتا ہے کہ عارف کی نظر میں اور توجہ میں اثر ہوتا ہے کہ جس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس پر ایک اثر پڑتا ہے جس سے وہ طون ہو جاتا ہے مثل آفتاب کے کہ سب پر نمایاں ہوتا ہے تو ہر شے پر اس کی شعاع ہوتی ہے مگر جو شے مستعد قابل ہوتی ہے تو انوار کا عکس آتا ہے اور جس کو حرارت کا اثر ہوتا ہے اس میں بھی تفاوت استعداد ہے۔ آئینہ پر نور زیادہ اور حارہ پر کم، پتھر پر گرمی زیادہ اور گھاس پر کم نمایاں۔ پھر جو وہ عکس جو رنگ کا قائم ہو گیا تھا اور جو زائل ہو گیا تو پھر ویسا ہی رہ گیا۔ یہ بھی تفاوت رکھتا ہے تو یہ امر اتفاقی ہے بے اختیاری اس پر کوئی اعتماد کر کے نہیں بیٹھا

اپنا مرنا اور مجاہدہ مشروط ہے اور اپنا ہی کیا حال تا ثمر دائم لاتا ہے ۔

الغرض اب آپ ملازمت پاس انفاس بہت رکھیں اور اس پر زیادہ توجہ رہے اور وظائف و اوراد زبانی جو ارشاد حضرت ایں آن شوکی کہتے۔ میں جو معتقد رہے تھے تھا اور تمہارے حال پر جس قدر توجہ حضرت کی ہے وہ مخفی نہیں اور یہ کچھ محض محبت چاہیے۔ بھلا مجھ کو ایک سخت ندامت اپنے پاک پروردگار سے یہ بھی ہے سوائے بہت سی شرمندگیوں کے کہ مجھ کو اپنے مرشد پیر سے ہرگز الفت نہ ہوئی جیسا تم صاحبوں کو محبت و عشق پیر کا ہے مجھ کو نہ ہوا اور محبت کچھ تکلیف سے نہیں ہوتی۔ سو فقط اعتقاد و محبت جو تم کرتے ہو وہی بس ہے۔ اور میرا تو سارا قصہ اپنی تقریر کذاب اور حسن ظن جناب مرشد کا ہے۔ جب یہ ناکارہ ننگ خاندان تکمیل کو اپنے ہادی کے ساتھ شتر سوار ہو کر چلا تو راہ میں خلوت پاکر عرض کیا کہ اے ہادی من میرا تو آپ کی خدمت میں عقیدہ بھی جیسا چاہیے ویسا نہیں اور نہ محبت مثل دیگر مریدین کے اور نہ کوئی ایسا حال جس پہ طمانیت ہو بلکہ خود ایمان پر بھروسہ نہیں تو پھر باوجود ان نقصانات کے حضور کی عنایت اگر محض میری سے بیہودہ باتوں پر ہے تو واسطے بزرگی اور اگر آپ کو اشارہ باطن یا بحکم الٰہی یا بزرگان خاندان ہے تو ارشاد ہو کہ میری بھی طمانیت ہو جاوے۔ حضرت نے سکوت فرمایا۔ ازاں بعد آگے کچھ تحریر کا حصہ ہے جو ملا نہیں۔ ہو عاشق الٰہی ،

مکتوب نمبر ۳

عنایت فرمائے بندہ حکیم عبدالعزیز خاں صاحب سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا تعویذ فرزند کے واسطے مرسل کرتا ہوں مگر مجھ کو تعویذات میں دخل نہیں۔ حق تعالیٰ شفاء بخشے۔ میرے یہاں یہ حادثہ ہوا کہ زوجہ حافظ مسعود احمد ۴ر جمادی الاولیٰ روز جمعہ کو فوت ہو گئی۔ اس کی جوانی پر ایک حسرت ہے۔ ایک دختر یتیم سالہ چھوڑی جس کی تربیت اب دشوار ہو رہی ہے۔ پھر سہ شنبہ ۲۸ر جمادی الاولیٰ عزیز ابوالنصر کا بخشیر زادہ جو جوان صالح تیس برس کی عمر میں تھا حافظ قرآن اور نیک بندہ انتقال کر گیا بجز صبر اور رضا کے بندہ کا کیا چارہ ہے جو کچھ وہ پسند فرماوے وہی عین حکمت و مصلحت ہے۔ اس دنیا میں کوئی مال کو روتا ہے کوئی اولاد و اقارب کو دوسروں کے نام سے اپنا دکھڑا روتا ہے۔ مگر فی الواقع اپنا رونا کہ اصلاح اپنی آخرت کی ہے کسی کو خبر و پرواہ نہیں عجب روز گار ہے زیادہ کیا لکھوں ۔

مکتوب نمبر ۴

عنایت فرمائے حکیم عبدالعزیز خان صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا عزیز الحاق از جانب نانا کے تقرر نکاح سے فرحت ہوئی۔ شرکت نکاح میں قطع نظر اس کے کہ موجب برکت ہے بڑی قباحت یہ ہے کہ جو شخص بندہ کو شرکت نکاح کی تکلیف دیوے گا۔ رب تک سب کو یہ معلوم ہے کہ کہیں نہیں جاتا تو کوئی لب کشا نہیں ہوتا اور پھر بہت حرج

اور دشواری پیش آجاوے گی لہٰذا اپنی شرکت سے معذور ہوں۔ فقط

ایک سفر دیوبند کا کہ حسب الحکم حضرت مرشدنا اختیار کیا ہے بہت بندہ کو کلفت ہے اور حرج ہے مگر اس سے گویا مجبور ہوں۔ ایک دفعہ ہر سال میں ہونا پڑتا ہے چاہتا ہوں کہ اس سے بھی نجات ملے۔ جواب خط کا مع ہدایت نامہ حضرت سلمہٗ کے پہلے روانہ کر چکا ہوں۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۶۵

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ برادرم حکیم عبدالعزیز خان دام اشفاقہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط ابتلا سے آیا۔ واقعہ جدیدہ معلوم ہو کر رنج ہوا مگر بندہ عاجز بیچارا اپنے مالک سے کیا کر سکتا ہے! مجھ کو تو بجز آپ کے ان مقاصد کا نہایت خیال ہے مگر قضا و قدر سے سب مجبور ہیں جو کچھ مرضی مالک تعالیٰ شانہٗ کی ہے اُس پر ہی راضی اور شاکر ہونا چاہیے۔ اور کوئی ہرگز توقع نہ توڑنا چاہیے کہ ہوتا وہی ہے جو مقدر ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے بعض امور میں چاہا مالک الحقیقی کی اور کچھ ہی ہوا۔ غرض بندگی کا اظہار ہوتا ہے۔ اعداء کی مخالفت کو بھی حوالہ خالق تعالیٰ شانہٗ کے کرو اور مجھ کو غافل ہرگز ہرگز مت سمجھنا تو مولوی عبدالعزیز جیسا کریں گے اُس کا پھل دنیا و آخرت میں پاویں گے۔ انبیاء کو برا کہنا خالی نہیں رہا! مگر ہاں یہ زمانہ ایسا ہے کہ بدی کی سزا بدیر ملتی ہے اور فروغ دروغ کو بہت ہے۔ سو تم سب امور سے اعراض کرو کہ ہر کسی اپنی پاداش پاوے گا اور اُن کے افسوں کب تک چلیں گے! یہ سب مقدر تھا یہ ہے نہ کوئی افسوں کر سکے اور نہ کوئی کسی کو تکلیف دے سکے۔ سب ایک مالک مختار کے ہاتھ بات ہے اُس کی ہی طرف سے ہے۔ کیونکر درمیانی نے جو بیان کیا ہے وہ پہلے ہی مشہور تھا تم اتنا کیوں پریشان ہوتے ہو! ہاں اگر راز مخفی ہوتا تو شہرت میں کیا رنج ہوتا۔ جب پہلے ہی سب کچھ مشہور ہو گیا تو "الیہم اللہ عاشقی بالسے غمہائے دگر" وہ بھی سہی یہ بھی سہی۔ فقط

مکتوب نمبر ۶۶

خان صاحب مکرم حاجی عبدالعزیز خان صاحب بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ تم اپنی تدبیر ظاہری کرو کہ عالم اسباب میں سامان و تدبیر پر عمل ظاہر ہوا کرتا ہے۔ حسبنا اللہ و نعم الوکیل کو پانچ سو بار اوقات مختلفہ میں پڑھتے رہو اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس تین تین بار اور آیۃ الکرسی ایک بار سوتے وقت ہاتھوں پر دم کر کے تمام بدن پر پھیر لیا کرو اور ان کو ہی صبح شام بعد نماز پڑھ لیا کسی کا سحر و مکر اثر نہ کرے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور استغفار کثرت سے کرو! استغفار کی کثرت پر اداء قرض و دفع غم و حصول مطلب کا وعدہ ہے۔ ایک بات یاد رکھنا کہ اپنے راز کسی کو دوست جان کر اطلاع مت کرنا۔ یہ بھی ایک ضروری بات ہے کسی کا اعتبار نہیں۔

فقط والسلام

مکتوب نمبر ۶۷

"از بندہ رشید احمد عفی عنہ حکیم عبد العزیز خان صاحب علیکم السلام علیکم آپ کا خط آیا۔ درباب سفر آپ کے دعا کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ قبول فرماوے۔ اپنی کم ہمتی و بے بضاعتی تو ظاہر مگر تقدیر کی خبر ہے اور کچھ شکوہ۔ فقط یہاں سب طرح خیریت ہے۔ فقط

مکتوب نمبر ۶۸

عنایت فرمایم حکیم عبد العزیز خان صاحب السلام علیکم آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا فساد عبد العزیز خاں کا موجب رنج ہوا حق تعالیٰ اس کو ہدایت فرماوے۔ آپ کو صبوری لازم ہے۔ اگر زیر باری مال کی ہوئی اس کو بھی تحمل کرنا اور زبان سے احسان کی طرح یہ بیان نہ کرنا چاہیئے بلکہ صدقہ جان کر صبر کرو اور خرقہ شیخ کے آنے پر تو بہت فرحت ہوئی اللہ تعالیٰ مبارک فرماوے۔ اس خرقہ کا بھی حق یہی ہے کہ اپنے کئے کو نہ جانے دوسرے کے کئے کو بہت کچھ جانے اور جو کسی سے تکلیف پہنچے اس کو حق تعالیٰ کی طرف سے جان کر صبر کرے۔ اب اس مقدمہ میں تو فقط اتنا ہی لکھتا ہوں کہ اگرچہ اس نے بے مروتی اور سخت نادانی کی مگر تم اس کے ساتھ سلوک و پرداخت ویسے ہی رکھو جیسے پہلے کرتے تھے اور اس کی نادانی پر خیال نہ فرماؤ۔ گو بندہ یہ لکھتا مگر جب خرقہ شیخ مرحمت ہوا۔ اب اس کا کرنا ضرور ہوا اور مجھ کو اطلاع کرنی واجب ہوئی۔ حضرت سلمہ نے بھی اپنی تحریر میں اس کا اشارہ کیا ہے اور علیٰ ہذا دیگر لوگوں کی برائی کو خیال نہ کر کے صبر کرو اور اپنے کام میں مشغول رہو۔

در باب عزیمت حج اگر آپ کے پاس سامان آپ کا ہو جاوے تو قصد کرو ورنہ کسی چیز کا بیع رہن کرنا ہرگز مت کرنا اور بندہ کے واسطے جو آپ تحریر کرتے ہیں تو اگر بلا تکلف غیب سے میرا بندوبست ہو گیا خواہ آپ کے ذریعہ سے یا کسی اور وجہ سے تو اس وقت تجھ کو اپنی طبع کا اطلاع کرنا واجب ہوگا۔ اگر ہمت ہوئی تو قصد کروں گا ورنہ نہیں۔ ضعف ایسا ہے کہ کوئی کام کرنا سہل نہیں مع ہذا ایک عنایت نامہ حضرت مرشدنا کا مورخہ ۲۲ رجب آیا۔ بجواب عریضہ بندہ جس میں مولانا مرحوم کے انتقال کی خبر بھی تھی اس میں ایک فقرہ خود منا سلمہ نے ایسا لکھا کہ جس سے بہت کوتاہ سی ہو گئی اور طبع کاہل کو تائید ہو گئی لکھتے ہیں:۔

"معلوم می شود کہ قصد این صورت است عزیزمن ، این سفر بہتر است مگر تقدیر عمر خود رہ ملی ترسد کہ از تکلیف سفر کہ عظیم است تن ناتوان آں عزیز را رسد و صدمہ آں بر جان ناتواں احقر افتد فقط "۔

اس عبارت نے وہ چستی جو بھی دفع کر دی اور طبع کو جو آرام طلب ہے قوت ہو گئی۔ پہلے تو بہانہ عدم سامان کا تھا اب اگر سامان کی صورت بھی ہو گئی تو قطعاً ارادہ نہیں کر سکتا کہ ضعف اور یہ اشارہ حضرت سفر کا مانع نہ ہو جاوے تو وقت پر جو پیش آوے وہی قابل اعتبار ہے۔ فقط والسلام ۔

مکتوب ۸۰

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ بگرامی خدمت جناب حکیم عبد العزیز خاں صاحب سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند چونکہ بہت ایام سے آپ کے حالات کی خبر نہیں تعلق خاطر ہے امید کہ کیفیت مزاج سے اطلاع فرماویں اور بندہ پر سال گزشتہ میں صدمہ فوت ہونے حافظ محمد اسحاق نواسہ کلاں کا ہنوز اُس کو فراموش نہ ہوا تھا کہ اب دوسرا صدمہ تقدیر سے پہنچا مگر بجز رضا کیا ہو سکتا ہے؟ حق تعالیٰ صبر عطا فرماوے۔ وہ یہ ہے کہ ۱۷ جمادی الاولیٰ کو چھوٹے فرزند عزیز حافظ محمود احمد کا اسہال دموی میں انتقال ہوگیا۔ یہ اس قدر واقعہ جانکاہ ہوا کہ کیا لکھوں حق تعالیٰ اس کو بخشے ایک فرزند دو ماہ کا اُس نے چھوڑا حق تعالیٰ اُس کی عمر کرے کہ اس سے ہی دل بہلاؤں۔ فقط والسلام

حافظ مسعود احمد کا سلام مسنون پہنچے۔ ۲۰ جمادی الاولیٰ سنہ

مکتوب ۸۱

عنایت فرمایم حکیم عبد العزیز خان صاحب سلمہم السلام علیکم: یہاں کے حادثات کیا لکھوں۔ مولوی علاؤ الدین پسر مولوی محمد یعقوب صاحب جن کو سال گزشتہ میں دستار اجازت بندھوائی تھی ذی الحجہ کی دسویں کو فوت ہوئے تھے اور سوائے ان کے تین پسر اور چار پوتے اور دو پوتیاں ایک زوجہ ایک بیوہ اور ایک نواسہ مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم کا فوت ہوا تھا۔ اب ۳ ربیع الاول کو خود مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم نے نانوتہ آکر وفات پائی اور ایک سخت حادثہ مدرسہ پر اور لوگوں پر ڈالا۔ سہارنپور میں حافظ فضل حق جو دیرینہ مہتمم مدرسہ کے تھے فوت ہوئے حق تعالیٰ سب کو بخشے اور ہم کو عبرت دیوے۔ فقط والسلام

مکتوب ۸۲

عنایت فرمایم حکیم عبد العزیز صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا خیریت رسی پر شکر حق تعالیٰ کا کیا اور عبد الکریم کی حرکت بے ہودہ پر سخت رنج ہوا۔ کیا وہ ہمیشہ دنیا میں رہے گا۔ خیر کیا مضائقہ ہے اب تم صبح شام اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق کو تین تین بار بہ نیت دفع سحر پڑھتے رہو اور قل یا اور قل ہو اللہ اور قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس، سورہ فاتحہ، آیت الکرسی کو صبح شام ایک ایک بار پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھ پر دم کر کے تمام بدن پر پھیر لیا کرو اور جو ہو سکے تو ایک بار کسی وقت مقرر کر کے حزب البحر پڑھ لیا کرو ورنہ کچھ ضرورت نہیں۔ یہی دونوں عمل کافی ہو جاویں گے اور بندہ ہرگز تمہاری طرف سے غافل نہیں حق تعالیٰ تمہارے ہر طرح کے کاروبار کی اعانت فرماوے اور مخالفوں کو مغلوب فرماوے۔ اگر تعویذ ۲۴ آیت کا جو چھپا ہوا فروخت ہوتا ہے کہیں سے مل جاوے تو اس کو پڑھ کر بازو پر باندھ لینا۔ یہاں تلاش کیا نہ ملا بعد میں

اگر ملا تو واپس روانہ کروں گا۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۹۳

حکیم عبدالعزیز صاحب السلام علیکم! آپ کا خط آیا سب حال معلوم ہوا۔ اگرچہ آپ کی طرف سے اور آپ کے ان احوال سے بہت کچھ قلق ہوتا ہے اور بندہ اپنے علم میں بخلاف کہتا ہوں کہ تمہارے واسطے ہر روز توجہ عطا یقیناً کرتا ہوں مگر پانچ وقت میں شاید کسی وقت ترک ہوتی ہو لیکن آپ کے اس حسن ظن سے سخت پریشان ہوتا ہوں کہ تم کو میرے ساتھ اس قدر عقیدت بے محل ہو گئی۔ مجھ جیسے صدہا عالم میں موجود اور بہتر بھی بہت ہیں۔ ہاں اپنے مرشد کی نسبت ایسی ہی عقیدہ ہے کہ ایسا شخص کم ہے۔ سو بندہ کا حال تو اس سے ہی واضح ہو جائے گا کہ تا اندم شب و روز آپ کے باب میں دعا کرتا ہوں اور کچھ اجابت کے آثار نہیں جس سے صاف روشن ہے کہ مثل دیگر عوام مومنین کے میں ایک ہوں۔ کوئی شخص اپنی تعریف کو برا نہیں جانتا۔ میں بار بار اپنا عیب و حقیقت جو ظاہر کرتا ہوں تو فقط اس سبب سے ہی کہ میرے سبب تم اپنے مقصود سے نہ رہ جاؤ۔ میری عقیدت تم کو مضر نہ ہو جاوے۔ ناقص کے ساتھ ہو کر اپنا نقصان ہوتا ہے۔ دوسرے قیامت کو جب اپنا حال ظاہر ہوگا مجھ کو ندامت نہ ہو کہ خلاف توقع ظاہر ہوگا۔
اب سلوک اس حد تک پہنچا ارادہ حضور خدمت حضرت کا تھیں ہوا البتہ دل چاہتا ہے مگر صعوبت سفر اب تک نفس پر گوارا نہیں ہوتی اور مقدر کی خبر نہیں کہ کیا پیش آوے۔

مکتوب نمبر ۹۴

حاجی عبدالعزیز صاحب السلام علیکم! آج بروز جمعہ آپ کا خط آیا تمہارے مرض سے رنج ہوا حق تعالیٰ صحت دیوے۔ اگرچہ بندہ کا شوق تو مزید ہوتا ہے مگر تخمیناً حال مانع سفر ہے اب کے سال بہت دوست متعجب گئے مگر اپنا چلنا جو مظنون تھا کچھ نہ ہوا اب بھی تری فتنہ کی وجہ سے بند ہیں تک جہاز روانہ ہوویں گے ارسال روپیہ لیکن یہ سو چالیس جو بخدمت حضرت مرشد تا بھیجے ہیں وہ تو روانہ کر دوں گا۔ مگر سو روپیہ جو بغرض حج خانم مرسل کرتے ہو اس میں مجھ کو یہ کہنا ہے کہ حضرت ممدوح تو سید صاحب مثل اپنے سب کر جاتے ہیں اور خدام جناب مرشدنا پر بندہ کو اعتماد نہیں۔ بلکہ ایک صاحب نے جو ہمارے زمانہ میں حج بدل کیا میرے نزدیک بالکل خیرات کیا ان کو فقط روپیہ لینا مقصود ہوتا ہے کچھ حج نہیں کرتے لہٰذا ایسا حج کرانا عمدہ بات نہیں۔
دوسرے یہ کہ اگر خانم مرحومہ پر حج فرض تھا تو اس حج سے فرض ادا نہ ہووے گا اگر کسی نے اچھی طرح بھی کیا حج فرض جب ادا ہو کہ یہاں سے کوئی اس کے روپیہ سے جاوے اور حج کر کے واپس آوے۔ اس میں قدر ڈیڑھ سو روپیہ کے خرچ ہو کر پورا حج ہو جاوے گا۔ پھر اگر اگلے سال اس طرح کرایا جاوے تو اس مرحومہ کو فائدہ بھی ہو اور اس طرح حج کرانے میں اول تو کرنے والے محتاط نہیں پھر اگر ہوا بھی تو نفل ہووے گا فرض ذمہ پر رہے گا۔ و

بہتر ہے کہ ان کے وارثوں سے کہا جاوے کہ سال آئندہ میں پچاس روپے اور اس میں زیادہ کر کے پورا حج کرا دیویں اور جو روپے حق نہ مانیں تو وہ جانیں۔ اب کے سال تو ایسا نہیں ہو سکتا جانے والے جا چکے پھر کوئی تجویز ہو سکتا ہے۔ اب شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ رشید احمد اپنے واسطے چاہتا ہے! سو الحق یہ بات نہیں مجھ کو حج جانا نصیب ہوا تو اپنی جانب کی طرف سے حج کروں گا۔ مجھ کو ہرگز مطلوب نہیں کہ کوئی میرا حج کر دیوے یہ مجھ کو منظور نہیں۔ الغرض اگر ان کی یہی خوشی ہے کہ اب کے ہی سال روپیہ مرسل ہو جاوے تو فوراً آپ دریافت کر کے اطلاع دیویں روانہ کر دوں گا۔ میرا یہ طرح بخدا اس مرحومہ کی خیر خواہی سے یہ امر لکھتا ہوں۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۸۴

حکیم عبدالعزیز خان صاحب السلام علیکم۔ آپ نے جان دشمنی کا ذکر لکھا ہے سو اگر اندیشہ ہے تو بنام خدا تعالٰی بعد استخارہ ترک کر دو۔ حق تعالٰی دوسرا سامان کر دیوے گا۔ یہ ضرور ہے کہ آپ کی محبت و عقیدت بجناب حضرت اس درجہ کی ہے کہ خالی نہیں چھوڑتی اور بفضلہ تعالٰی نسبت تو پیش آنی ضروری ہے۔ اگر چند روز خدمت حضرت میں رہے اس کو قوت ہو جاوے گی۔ جو کچھ آثار لکھے ہیں وہ سب حسن عقیدت کے ثمرات ہیں۔ خرقہ مشائخ تبرک رہتا ہے اور نگاہ تو وہ اس کو تھوڑی دیر کو بنظر حصول برکت زیب بدن کر لیا پھر باادب رکھ دیا گاہ پہننے کی برکت بدن و قلب پر اثر کرتی ہے۔ نوکری تو اپنی نوع ایک پابندی اور خصوصاً کفار کی پابندی مگر ضرورت کے واسطے سب برے سر پر رکھنی جاتی ہیں۔ پاخانہ میں جانا کس کو خوش معلوم ہوتا ہے کہ ہر طرح کی تکلیف اور دل تنگی ہے مگر ناچاری کو قدر ضرورت جانا ضرور ہے۔ ایسا ہی حال نوکری کفار کا ہے۔ سو اگر بدوں اس کے کار چل سکے کیا مصیبت ہے۔ معہود صورت یہ کہ آپ کو تردد اور اندیشہ اس روزگار کا ہے ترک کر دو۔ حق تعالٰی دوسرا سامان کر دے گا اور جملہ قوم آپ کو سفر نہیں ان کی عزت دیوے گا آپ نظر اپنے مالک قادر پر شانہ پر رکھیں۔

مجذوب ہو جانا جس میں عقل سلب ہو جاوے کچھ اختیاری نہیں مگر مجذوب بے عقل ہوتے ہیں اہل دنیا کی طرف سے بے خبری ہو جاوے گی۔ کچھ ان کا کام تو پہنچے گا نہیں پھر اگر اس فکر و خیال کے دفع کے واسطے جذب مطلوب ہے تو نظر دینے سے غائب ہونے میں بھی کچھ نسیان و غفلت ہو سکتی ہے۔ بہر حال جو حق تعالٰی کو آپ کے واسطے خیر پسند ہے وہ پیش آوے گا آپ بھی اس کو ہی یاد کریں اور اس طرف سے ہی اپنے امور میں مدد چاہیں سب کو کفایت ہے کار عیان کر التفات چھوڑ دیویں۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۸۵

عنایت فرمائے بندہ حکیم عبدالعزیز خان صاحب دام الطافہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط پہنچا۔ حال معلوم ہوا چور کی اس قدر زبردستی کی جو آپ نے لکھی ہے موجب ملال و دل گیر خاطر بشریت میں ہوتا ہے مگر تسلی دینا

دل کا بھی لازم ہے۔ حق تعالے کسی کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ لینے والا مسرور و خوش ہوتا ہے کہ ہم کو مفت مال
ملا اور جس کا جاتا ہے وہ ملول ہوتا ہے مگر معاملہ علی العکس ہے۔ جس کا جاتا ہے اس کا ذخیرہ ہوتا ہے اور جو لیتا ہے
وہ خسران میں پڑتا ہے۔ حق تعالی نے تم کو دیا ہے اور اب بھی دیوے گا۔ جو رذیل و خوار اب بھی ہے اور آخرت میں
پشیمان ہوگا۔ حق تعالے آپ کے مال میں برکت دے گا۔ فقط

مکتوب نمبر ۸۶

عنایت فرمائے من حکیم عبدالعزیز خان صاحب دام مجدہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائیں خط آپ کا آیا حال معلوم ہوا۔
در باب نوکری کا پہلے خط میں صاف لکھ چکا ہوں کہ اگر آپ اس تکلیف کو گوارا کر سکتے ہو تو عیال تنگی معاش قبول کرو۔
اگرچہ پر کلفت ہے مگر اور بہت خرخشوں سے محفوظ رہو گے۔ آخر فرائض تو ادا کر سکتے ہو۔ اگر نوافل میں قصور ہے تو کوئی گناہ
نہیں اور جو اس تکلیف کو گوارا نہیں کر سکتے اور نوافل و وظائف کا افسوس ہوتا ہے تو واقعی اس کا ترک بہتر ہے مگر اس
صورت میں قسمت غریبی و تنگی دنیا کو گوارا کرو۔ اب بھی یہی لکھتا ہوں کہ اس میں ایک بات قطعی کیا لکھوں؟ طالب آخرت
کا حال دیگر ہے۔ اور عقلاء نے عیالی کا حال دیگر۔ جس کو خوب آخرت کی رغبت ہے وہ تو ایک سبحان اللہ کہنے کے عوض
کروڑ روپیہ کو ترک کرتا ہے اور تنگی معاش پر خیال نہیں کرتا اور جس کو معاش کی فکر ہووے اس سے فرائض کا ادا
ہونا بھی غنیمت ہے۔ سو اگر آپ کو مبتلائے عیال و خرچ دیکھتا ہوں تو اس علاقہ کو ترک کرنا پسند نہیں آتا جب تک
کوئی دوسری شکل نہ ہووے اور جب آپ کے ترک وظائف کا دھیان ہوتا ہے تو ثواب عقبی کے مقابل میں اس
علاقہ قلیل کو ہیچ محض جان کر ترک کو ضرور جانتا ہوں۔ اب قطعی بات کیا لکھوں تم خود اپنے نفع نقصان کا موازنہ کر کے جو
کرنا استخارہ کر کے کر لو۔ اگر ترک کرنا متعین ہو جاوے تو پھر اپنا عذر اول سب سے بیان کر دو۔ اگر قبول کریں تو
کام بہت دونوں بات حاصل رہیں۔ اور جو نہ مانیں تو ترک کے لئے عمدہ حیلہ حاصل ہوا مگر پہلے استخارہ کر لینا ضرور ہے اور جو
میری رائے ہی لیتے ہو تو میرے نزدیک تو ثواب آخرت عمدہ شے ہے لیکن پھر آپ کو مشکلات پیش آویں گی کہ خرچ تمہارا
فراخ ہے۔ اگر تنگی پر صبر کرو تو بے شک ترک کر دو۔ بشرطیکہ وہ لوگ مدد نہ دیں اور کچھ پرواہ نہ کرو مگر یہ واقعی درست دیکھو
ہے۔ اپنی ہمت ایسی نہیں۔ چونکہ میرا عمل ایسا نہیں تو دوسرے کو کیا لکھوں؟ اور دوسرے کو یہی بات کرتا ہوں کہ دنیا تمام ایک اسم
ذات کی برابر نہیں۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۸۷

حکیم عبدالعزیز خان صاحب السلام علیکم! اپنا عزیز[1] مرد اہل سبب سے شکست ہے کہ موت سے ڈر ہو بلکہ موت
بایمان کو مبارک و در پیش ایسی تیرہ ہے کہ کچھ نفع نہ ہووے محض ضد مدعا۔ کا دیکھتا ہوں دور سے بہتر جانتا ہوں اپنی زندگی سے

لہ یعنی حج کا ۱۲

سوائے نقصان کے کوئی نفع نہیں جانتا اور صرف اس وجہ سے کہ روپیہ کی کوتاہی مانع ہے ذریعہ سو موجود ہیں اور جب
چلوں گا تو یہ پاس ساتھ کی صورت ضرور یقین رکھتا ہوں بلکہ یہ وجہ ہے کہ اگرچہ بظاہر تندرست اور سالم ہوں مگر نیند
نہیں، کس قدر خراب اور ضعف بہت اور اعصاب ہے کہ سر کی حالت ذرا سی غذا کی بے اعتدالی میں سخت پریشان ہوتی
ہے۔ ذرا تبدیل تغیر خواب میں سخت پریشانی ہوتی ہے دیر تک بیٹھے رہنا دشوار ہے۔ اعضا شکنی کسل اکثر رہتا ہے جو
ایسی حالت میں سفر میں کیا کیا مشقت پیش نہ آوے گی گو ان سب امور کا انتقام کسی ثواب سے تو شاید ہو سکے مگر یہ البتہ
خدمت کرنے والے کو زحمت کے ہیں اُن کے دل میں حق تعالیٰ نے ڈال دیا حسن ظن سے میرا دنیا کو آرام ہو گیا۔ آخرت میں دیکھا
چاہیے کیا پیش آوے۔ پھر جب ضعف طبع سے یہ حال ہوا تو دل میں کچھ یا نام نے لگتا ہے کہ کاش وہ آتا ہی لیکن
برباد کن وہ ہو نہ آیا۔ حج کا ثواب تو کہاں پہلی جمع کا اندیشہ ہے زیادہ کیا لکھوں ایک فقرہ اپنے استاد کا یاد ہے وہ
لکھتا ہوں :-

”در ہندوستان بجائے مکہ زیستن بہتر است از انکہ در مکہ بجائے ہندوستان باشی۔“

سو وہ تو یہ ہے ورنہ دل میں ملک کی زیارت مرشد ناسب۔ یہ تو نہیں کہ محبت کیوں ہاں ہوس ہے سو یہ
ہوس تین سال سے چلی جاتی ہے۔ اب بھی وہی حال ہے۔ دل چاہتا ہے اور ضروری اشیاء بھی موجود رکھی ہیں اگر
وقت پر غلبہ ہو گیا تو چل دوں گا مگر یہ اپنا عزم کا حال نہیں۔ اس واسطے میرے سبب آپ یا کوئی رہ جاوے تو سخت
ناگوار ہے۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۸۸

عنایت فرمایم حکیم عبدالعزیز خان صاحب دام اشفاقہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط آیا حال
معلوم ہوا عنایت فرمایا پس یوں ہے کہ اصل مقصود آخرت ہے اور بندہ عبادت اور بندہ پن ظاہر کرنے کو مخلوق ہوا
ہے تو اس کا وظیفہ اور ذریعہ جب یہ ہے کہ رات دن ایسے حرکات و افعال و اقوال کرتا رہے جس سے بندگی و
عجز اپنا اور حمد شکر و عظمت خالق تعالیٰ شانہٗ کی ظاہر ہوتی رہے۔ بس اسی میں عمر ہو جاوے مگر یہ مشکل ہوتی کہ
یہ قالب جسمانی کھائے پیئے بغیر قائم نہیں رہ سکتا تو اس کا اسباب مہیا کرنا ضرور ہوا۔ پھر بعد کھانے کے پاخانہ
پیشاب و شہوت لازم ہوئی اس کا دفع کرنا پڑا۔ ان کا سامان کرنا واجب ہوا۔ ہم جنسوں میں ملے بغیر یہ سامان
نہیں ہو سکتے۔ لباس وغیرہ امور کا داعیہ ہوا۔ اس کا بہم پہنچانا ضرور ہوا۔ اب ایک عبادت کے واسطے یہ سب قصہ
کرنا آیا جس کا اگر حساب کر کے دیکھئے تو اکثر اوقات ان اسباب میں خرچ ہوتا ہے اور اصل مقصود جو تھا وہ کچھ
بھی نہ رہا لہٰذا حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مجبور جان کر معذور رکھا۔ فقط پانچ وقت کی نماز مقرر کر دی اور
اس تھوڑی عبادت کو قبول کر کے قائم مقام تمام رات دن کے ٹھہرا دیا اور سارا رات دن فقط اس کے لوازم کیا
صرف کرنے کو دے دیا۔ اب اگر بندہ فہیم ہوا تو اس نے جانا کہ یہ سب کا کسب کرنا سامان عبادت ہے۔ اسی

خیال سے سب کام کرتا ہے کہ عبادت کی فراغت حاصل ہو۔ اس کا تو سب کسب و کام عبادت ہی ہو گیا اور جو
بندہ نیت کو نہ سمجھ کر نکلا وہ سمجھا کہ یہ سب کام میری راحت کو ملے ہیں اس کا کمانا کسب کرتا، سونا جاگنا، خانہ داری
محض دنیا و لذتِ دنیا ٹھہری فقط پانچ وقت نماز کو عبادت ٹھہرایا۔ سو ہمارا حال یہی ہے کہ سارا دن غفلت میں گزرتا
ہے اور سب کام حظِ نفسانی ہے فقط یہ نماز باقی عبادت میں ہے۔ اگر اس میں بھی کوتاہی اور تشویش رہی تو وہ
کسب و اکتساب بالکل واہیات ہے اس کو کیا کرے جب اصل مقصود ہی گم ہوا سو اگر آپ کو اس نوکری کا خدشہ
ہے تو ترک کر دو اپنے رزاقِ مطلق پر توکل اختیار کرو۔ رہا یہ کہ آپ کا خرچ فراخ ہے تو اس کا جواب اوپر کی تقریر
سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ حوائج بشریہ ضروری ہیں اگر قدرِ ضرورت پر کفایت کرو تو ہو سکتا ہے مگر خلافِ طبع ہے کہ
قدیم سے عادت فراخ پسند رہی مگر آخرت پسند کو قناعت ہونا ضروری ہے اور اگر رغبتِ آخرت ہے تو تنگی دنیا
چنداں دشوار بھی نہیں۔ سو آپ کے حق میں بنظر خیر خواہی آخرت ایسا روزگار جس میں نماز کا بھی خشوع رفع ہو جاوے
پسند نہیں کرتا ہوں مگر یہاں اس تحریر کا میرا منشا نہیں یہ دوسری بات ہے۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۸۹

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند مخالفات احباب و برادران اگرچہ باعث ملال کا ہے
مگر چونکہ تقدیر ہے اس پر بھی رضا واجب ہے۔ عنایت نامہ حضرت کا واپس ارسال کرتا ہوں رسید سے
مطلع فرما دیویں۔ والسلام

بنام مولانا مولوی محمد روشن خاں صاحب مراد آبادی دام الطافہ

مکتوب نمبر ۹۰

از بندہ رشید احمد عفی عنہ گرامی خدمت مولوی محمد روشن خان صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آج
آپ کا خط آیا۔ بندہ آپ کے فرزند احمد شفیع کے باب میں دعا کرتا ہے مگر حسب قول

"او خویشتن گم است کرا رہبری کند"

خود سال بھر سے بیمار ہے کسی کو میرے سے کیا نفع ہوگا؟ بہر حال بندہ، بندہ ہے دعا اپنا کام ہے اجابت بحکم مولیٰ تعالیٰ
شانہٗ ہے۔ بندہ اگرچہ بیمار مدت سے تھا مگر شعبان کے اوائل سے اب تک شدت مرض رہی۔ حقیقہ مسئول کے جواب اس
قدر ہوا ہوں کہ بدست خود جواب خطوط مرسلہ بعبارت قلیل لکھ سکوں ضعف ہے مگر عوارض زائل ہو گئے "بہر سو ساقی مارفت عین
الطافت" وظیفہ و نوافل متروک ہو گئے خواب و خور کا شغل باقی ہے۔ فقط

مکتوب نمبر ۹۱

مولوی روشن خان سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بیعت مولوی عبدالسبحان صاحب کو چندے ملتوی کرتا ہوں وہ استخارہ مسنونہ دس پانچ دن کر کے اپنی طبع کو آزمائیں اور وظیفہ محررہ کو چند روز پڑھیں اثناں بعد جیسا ہوگا کیا جاوے گا۔ اول خود واثق اخذ بیعت نہیں ہوں۔ دوسرے وہ اہل علم تیسرے بندہ کے حال سے واقف نہیں لہٰذا استخارہ تک توقف ضروری ہے اور استخارہ حدیث کا ہی کافی ہے۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۹۲

مولوی محمد روشن خان صاحب السلام علیکم۔ آپ کا خط آیا جواب مسائل اُس کے ہی حاشیہ پر لکھ کر روانہ کرتا ہوں حال بیعت فرزندان سے کسی وقت مطلع کر دیں کہ خیال اُس طرف کا ہے۔ خواب آپ کا عمدہ ہے مبارک ہو۔ مرشدوں کا خواب میں دیکھنا کیفیت کا حاصل ہونا حاصل کی بات ہے۔ وسواس جب ذکر کو معتبر ہوں تو چنداں حرج نہیں۔ اپنا کام کئے جاؤ جو کچھ مقدر ہے سب ملے گا طبع کو بہ تکلف توکل و دفع خطرات کی طرف لگایا کرو۔ اول تکلف ہوتا ہے پھر ملکہ ہو جاتا ہے۔ ومن یتعفف یعفہ اللہ جو حدیث ہے سب ملکات کا حال ایسا ہی ہے۔ اوّل جبراً تکلف سے لاتے ہیں پھر تکلف سے ملکہ ہو جاتا ہے۔ فقط والسلام

سب کو میرا سلام مسنون کہہ دیں۔

مکتوب نمبر ۹۳

از بندہ رشید احمد عفی عنہ گرامی خدمت مولوی محمد روشن خان صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون آنکہ بندہ مع جملہ متعلقین بعافیت ہے مطمئن رہیں۔ آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ تہجد کے واسطے یہ کیا کرو کہ اگر شب کو اٹھنے کا اتفاق نہ ہو تو روزہ رکھا اور نفس پر جرمانہ کسی قسم کا لگا دیا تو البتہ نفس کی سرکشی کچھ کم ہو جاوے گی اور جو آپ نفس کو اپنے حال پہ چھوڑو گے تو روز بروز زیادہ سرکش ہوتا جاوے گا۔ پس اب پھر تجدید عہد کر لو اور تہجد اور شغل کو جاری کرو۔ حالت مہمان عزیز ہوتا ہے اگر اس کی تواضع نہیں ہوتی تو ناراض ہو جاتا ہے۔ اب جب خوب محنت کرو گے اور ملازمت رکھو گے تو پھر حالت عود کرے گی یا وہ یا شغل اُس کے لہٰذا کام کرنا بالتزام ضروری ہے اور جو کچھ قلیل کثیر ہوا اس پر شکر بہت بہت کرنا۔

حالات احباب دریافت ہو کر بہت مسرور ہوا شکر ہے حق تعالیٰ ان کے حسن ذریعہ و حسن ظن کی برکت اپنا ان خاتمہ خیر فرماوے۔ آمین فقط

دو تعویذ ملفوف ہیں اور نفل بعد وتر کے کھڑے ہو کر افضل اور بیٹھ کر نصف ثواب ملتا ہے۔ فقط

مکتوب نمبر ۹۴

عنایت فرمائے بندہ مولوی روشن خان صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ بعافیت ہے۔ آپ کا خط شوق آیا حق تعالے آپ کا شوق دو بالا فرما دے۔ حاجی سعد اللہ خان اور محمد عالم بیگ کو سلام مسنون فرما دیں۔ رمضان کے سبب سے زیادہ تحریر دشوار ہے اور کام میں بہت رہتا ہے تم نے جس کام کے واسطے بڑی طویل عبارت میں کھینچ کھینچ کر لکھا ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ تم اس کو بیعت کر لیو خواہ اپنی طرف سے اور یہی مناسب ہے خواہ حضرت مرشدنا کی طرف سے اور حضرت سلمہ کے خلفاء جو اس زمانہ میں اجازت یافتہ ہیں۔ آپ سے مراتب اسفل درجہ میں ہیں اگر حضرت سلمہ آپ کا حال دیکھیں تو بعجلت کہتا ہوں کہ مجاز بنا دیویں۔

غرض حسب قاعدہ ہمارے حضرت کے آپ مجاز ہیں لہذا بالطوع و رغبت اجازت بیعت کی عرض دیتا ہوں کہ اپنے نام سے بیعت لیا کرو جو اہل ہو وے توبہ کرا دی حسب لیاقت وظیفہ بتا دیا کریں فقط

مبارک ہو شکر کرو بہت شکر کرو اور اس اجازت کو حضرت سلمہ کی طرف سے سمجھو سچ کہتا ہوں کہ ترجمان زبان شیخ ہوں۔ اپنا حال جو ہے لکھ نہیں سکتا محض بیگانہ ہوں چند باتیں یاد ہیں، ورنہ ہیچ فقط والسلام۔ ۱۳ رمضان [illegible]

مکتوب نمبر ۹۵

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بندہ اب بعافیت ہے۔ آپ کا خط آیا حال تخفیف مرض عزیز احمد شفیع سے مسرور ہوا۔ حق تعالے بقیہ مرض کو دفع فرما دے اور بندہ دعا گو سب خلائق کا ہے خصوصاً اپنے دوستوں کا۔ تم جس روز تہجد فوت ہو روزہ رکھا کرو یا بدون صوم فاقہ کر دیا۔ غرض سزا جو نفس پر بہت سخت ہے اور جو صاحب بیعت کرنا چاہیں اُن کو توبہ کرا دیا کرو۔ اپنے آپ کو کچھ مت جانو بلکہ وسیلہ نیز حضرت مرشدنا سلمہ تصور کرو۔ چند لوگ جن کا حال آپ نے لکھا ہے دیکھ کر مسرور ہوا۔ حق تعالے بذریعہ آپ کے کسی سے ذکر جو کراتا ہے اس کا اجر آپ کو ملتا ہے تواضع بہت عمدہ خصلت ہے۔ جب تواضع رفع ہوئی اور عجب آیا ہلاک ہوا۔

ابلیس کا منشاء ہی و ہلاکت یہی عجب تھا اور حرص مال و جاہ دو دشمن سخت ہیں کہ دین و دنیا دونوں کو تباہ کرتے ہیں۔ فقط والسلام۔ مورخہ ۲۰ محرم روز چہار شنبہ سنہ [illegible]۔

مکتوب نمبر ۹۶

از بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی مولوی روشن خان صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا حال دریافت ہوا۔ غالباً بندہ کے پاس کوئی آپ کا خط نہیں آیا۔ مگر آیا ہو اور فقط خیریت طلبی بھی اُس میں تھی تو عدم تحریر جواب بھی ممکن ہے کیونکہ بندہ اب کاہل بہت ہو گیا ہے اور کام بہت بڑھ گیا ہے۔ غیر ضروری خط کا جواب لکھنا شاق ہوتا

ہے۔ بندہ ہمراہی متواتر کا مورد ہے نماز کا نام شاہ دیگر مرض ضعیف اب عمر ضعیف اور قوی کی شکست جو دن جیوتہ کے مقدر میں پورے کئے جاویں گے تم اگرچہ مبتلائے افکار ہو اور حق تعالےٰ آپ کو اطمینان دیوے۔ بندہ دعا کرتا ہے مگر حج بھی کر آئے ہو اور خواص مکہ سے ہے کہ میرے عنایت فرما بعد حج کے کچھ متغیر ہو جاتے ہیں بوجہ اس کے کہ اعلیٰحضرت سلمہٗ کو بعض افعال ظاہریہ میں بندہ محبوب کے خلاف تصور کرتے ہیں اور ان کے فعل کو مقابلہ میں اس ناکارہ کے اقوال کو ضعیف و غیر معتمد جانتے ہیں تو مائل بہ بدعات ہو جاتے ہیں گویا اس کا ہی نام تصوف ہے۔ لہٰذا اگر باوجود کثرت مشاغل و تفکرات کے یہ بھی ایک وجہ غیر مناسبی کی پیدا ہو کر مانع ملاقات و تحریرات ہو وے تو کیا عجب ہے؟ مگر میرا احقر اپنے قدیم عنایت فرمایان سے منحرف نہیں کو دعا کرتا رہتا ہوں اور اُن کی خیر خواہی سے کسی وجہ دریغ نہیں زبان بہ دعا خیر ملاتا گیا گراں ہے اور تم تو بظاہر معتقد بندۂ احقر کے ہو تم سے تو کس طرح عذر ہو وے تمہارے پسر محمد شفیع طالِ عمرہٗ کے مرض سے ورود گمروتی مسطورہ خط سے سخت ملال ہے بجز دعا کیا چارہ ہو سکتا ہے۔ ارحم الراحمین رحم فرماوے فقط والسلام۔

تعبیر خواب یہ ہے کہ انشاء اللہ حق تعالےٰ کو ہے تو قرۃ العینین مسعود احمد بندہ کی وضع پر رہے گا اگرچہ فقط قلباً و اعتقاداً ہی ہو۔ فقط مورخہ ۱۱ر شعبان

مکتوب نمبر ۹۷

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بمولوی محمد روشن خان صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون آنکہ آپ کا خط آیا۔ مکرم تم کو اپنا مخلص اور دوست قدیم جانتا ہوں اور خوش عقیدہ سمجھتا ہوں مگر دو سبب ہوئے ایک یہ کہ حج کر کے بعض احباب متغیر ہوئے اور جس کے مزاج میں نسبت وجدی ہوتی ہے اُس کو بعض بدعت کی طرف میلان ہو جاتا ہے اور یہ دونوں امر آپ میں موجود ہیں تو بعض لوگوں نے مراد آبادی لوگوں سے نقل کیا کہ مولوی روشن خان کو میلان بدعت ہو گیا ہے۔ بناءً علیہ آپ کو وہ سو کہا جواب لکھا اب جو تم برادت کرتے ہو تو مجھ کو آپ کا یقین ہے اور وہ تکدر رفع ہوا۔ بندہ کو ایسا ہی مخلص اپنا جانو جیسا پہلے تھا کچھ ملال و تردد دل میں اب مت رکھنا۔ فقط یہاں کے حالات بدستور بعد انتقال والدہ حافظ مسعود احمد کے گھر کا انتظام خراب، ہر قسم کی راحت خانگی مبدل بہ پریشانی ہو گئی ہے۔ فقط والسلام ۲۴ر ذی قعدہ

مکتوب نمبر ۹۸

از بندہ رشید احمد عفی عنہ گرامی خدمت مولوی محمد روشن خان صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آج ۹ر شوال کو پہنچا اس سے پہلے کوئی خط نہیں آیا کہ جواب لکھتا۔ آپ جانتے ہیں کہ اس عاجز کا واسطہ آپ سے بوجہ دین اور علم دین کے ہے سو جو دوست بندہ کا اپنے طریق پر ہے جو راہ حق صراط مستقیم ہے

سے بندہ کو الفت ہے اگرچہ بظاہر اُس کا کوئی ظہور نہ ہو مگر قلبی علاقہ ہوتا ہے۔ اور جو صاحب انحراف اپنے مسلک سے کرتے ہیں قدر انحراف کے علاقہ قلبی میں فتور آجاتا ہے۔ پس جس اپنے دوست کو سنت کی راہ مستحکم دیکھتا سنتا ہوں بے ساختہ اُس طرف تعلق بڑھتا ہے ورنہ کم ہوتا ہے۔

دوسرے یہ کہ بندہ کو کوئی الہام یا مکاشفہ نہیں ہوتا۔ خالی ہوں مگر سماعی اخبار پر کچھ دارومدار ہوتا ہے۔ پس آپ سے جو تعلق ہے اور تھا وہ خود آپ اپنے خطوط میں مصرح لکھتے ہیں۔ کیا جتلاؤں۔ مگر اخبار اغیار سے آپ کا میلان بدعت کی طرف معلوم ہو کر لاریب آپ کی طرف سے ملال ہوا اور اُس کے استکشاف کی غرض سے ہی وہ فقرات لکھے تھے جس سے آپ کو غیرت و تلاش ہووے۔ سو بحمد اللہ آپ کو تنفر ہوا اب بندہ نے بھی ظاہر کر دیا۔ اب صریح لکھتا ہوں کہ راہ سنت میں فتور نہ ہونا چاہیئے۔ کمال طریقت و شریعت یہی ہے ورنہ کشف کرامات خرق عادات خلاف شرع کے ساتھ کچھ وقع نہیں رکھتے فقط والسلام۔

اور افلاس میراث انبیاء علیہم السلام ہے اس پر رضا دینا چاہیئے کوئی جزع فزع نہ ہووے۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۹۹

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بخدمت مولوی روشن خان صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون الاسلام واضح باد خط آپ کا آیا حال معلوم ہوا۔ بندہ کو کئی روز سے کچھ عوارض جسمانی لاحق ہو رہے ہیں شافی مطلق اپنے فضل سے شفا عنایت فرماوے اسی واسطے اپنے ہاتھ سے جواب لکھنے سے معذور رہا۔ آپ نے معذرت اپنے حال کو جو لکھی ہے اس کی کچھ ضرورت نہیں۔ مجھے تم پر ہر طرح طمانیت ہے اور وہ جو بعض اخبار سے تمہاری جانب شبہ پیدا ہو گیا تھا وہ تمہاری تحریر سابق سے رفع ہو گیا تھا۔ نسبت وجد یہ میں جو ایسے کلمات شطحیہ سرزد ہو جاتے ہیں وہ موجب شبہ کا نہیں ہوتے لیکن تم بھی اس قدر احتیاط کیا کرو کہ ہر ایک کے سامنے ایسے کلمات نہ کہہ دیا کرو جس سے عوام کو شبہ پیدا ہو جاوے۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۱۰۰

از بندہ رشید احمد عفی عنہ مولوی محمد روشن خان صاحب دام افضالہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط پہنچا۔ حالات آپ کے لوگوں سے دریافت ہو کر خود شرمندہ و محجوب ہوا کہ آپ کو بندہ کے ساتھ یہ حسن عقیدت ہے اور خود ہیچ در ہیچ ہوں۔ کاش آپ کے حسن عقیدت کی وجہ سے مغفور ہو جاؤں۔ حق تعالیٰ رحم فرماوے۔

جن کو بارہ تسبیح اور پاس انفاس تلقین کیا ہے اور وجد کی حالت ہے ان کو کچھ درود شریف کی تسبیح بھی بتاؤ کہ سکون ہو اور اگر مولوی عبد السبحان کو شوق شغل کا ہو تو یہ دونوں شغل اُن کو بھی بتا دیویں مگر ایسا نہ ہو کہ روزگار سے جاتے رہیں معاش کا معاملہ بھی نازک ہے لہٰذا اول پاس انفاس بتا دیا کہ اُس کی مشق کریں۔ پھر اگر مناسب

ہو تو بارہ تسبیح بتا دیں۔ ذکر جہر نہایت گرمی لاتا ہے اور جلد اثر کرتا ہے اور باقی کیا لکھوں؛ بندہ بعافیت ہے
مگر حافظ مسعود احمد کو گردے میں درد ہے کہ بارہ تیرہ روز سے ان کو تکلیف ہے حق تعالیٰ صحت دیوے
آپ بھی دعائے صحت کریں۔ فقط ۲۰ رصفر از گنگوہ

مکتوب نمبر ۱۰۱

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ بخیریت ہے آپ کے لئے دست بدعا ہے۔ آپ کے خط سے جملہ کیفیت معلوم ہوئی۔ آپ نے اپنی نسبت جو کلمات لکھے ہیں سو آدمی کو اپنے آپ کو ادنیٰ اور ہیچ جاننا بھی کمال ہے جتنے بزرگ پہلے گزرے ہیں وہ سب اپنے کو ایسا ہی سمجھتے رہے ہیں حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اکثر خطوط میں اپنی نسبت یہ تحریر فرماتے ہیں ع

سودہ شد از سجدہ درِ پیش بتاں پیشانیم

اور اکثر جگہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ :-

"عمر بعد رسید بوئے اسلام نشنیدم و روئے اسلام ندیدم" وغیرہ وغیرہ

پس اپنے کو حقیر جاننا بھی عزت اور بزرگی ہے۔ آپ کے واسطے میں دعائے خیر کرتا ہوں۔ یہ کلمہ جو آپ نے تحریر کیا ہے کہ :

"حق میں اور مجھ میں مغایرت نہیں چاہتا"

یہ مجھے پسند نہیں آیا۔ اگرچہ اس کلمہ کی تاویل ممکن ہے جیسا کہ اکثر بزرگوں سے منقول ہے مگر تاہم ایسا لفظ کہنا اور لکھنا نہ چاہیے کیونکہ ظاہر اس کا سخت موہم ہے اور منشاء آپ کے اس لکھنے کا مطالعہ مثنوی شریف کا اور توغل مسئلہ وحدت الوجود ہے مگر یہ مسئلہ بہت نازک اور پیچیدہ ہے اس میں لب کشائی کرنا اور زیادہ گھسنا مناسب نہیں۔ اتنا ضرور ہے کہ یہ مسئلہ فی نفسہٖ حق ہے۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ جس جگہ اس مسئلہ کا تذکرہ کرتے ہیں تو یہ بھی لکھ دیتے ہیں کہ

الرَّبُّ رَبٌّ وَالْعَبْدُ عَبْدٌ وَشَتَّانَ مَا بَيْنَهُمَا۔

پس اس مسئلہ میں جب بڑوں بڑوں سے بھی لغزش ہو گئی ہے تو اس میں ذرا سوچ سمجھ کر لب کھولنا چاہیے۔ بندہ آپ کے واسطے دعائے خیر کرتا ہے۔ حق تعالیٰ امداد فرماوے۔

فقط والسلام

بنام مولانا صادق الیقین صاحب کرسوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتوب نمبر ۱۰۲

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ بخیریت ہے۔ آپ کی عافیت سے اطمینان ہوا۔ آپ اصلاً کوئی نسخہ تعلقو وغیرہ سے منا دیں اور جب آپ کے گھر والے بالکل تندرست ہو جاویں اور خوشی سے اجازت دیں اس وقت آنے کا قصد کریں۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۱۰۳

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند بندہ بخیریت ہے آپ کی خیریت کے لئے دست بدعا۔ آپ کے خط سے آپ کی کیفیت دریافت ہوئی۔ مجھے دعا خیر سے دریغ نہیں میں ہمیشہ تمہارے لئے دست بدعا رہتا ہوں۔ میری طرف سے مطمئن رہو۔ خط کے نہ پہنچنے سے بے التفاتی نہ سمجھا کرو۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۱۰۴

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند آپ کا خط اس سے پہلے اور ایک خط آج پہنچا۔ آپ کا حال معلوم کر کے رنج ہوا۔ آپ گھبراویں نہیں اور مریضہ کے علاج میں بدل مصروف رہیں۔ آدمی کو راضی برضائے الٰہی رہنا چاہیئے۔ گھبرانے سے کچھ نہیں ہوتا اور اپنے والد کی رضا میں رہو۔ جب مریضہ کو صحت کامل ہو جاوے گی اور والد صاحب کی رضا ہوگی اس وقت یہاں آنے کا قصد کرنا۔ یہاں آنے کے واسطے جلدی مت کرو۔ بندہ دعا کرتا ہے اور بعافیت ہے۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۱۰۵

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون آنکہ آج کارڈ آپ کا آیا اور کل ترجمہ پہنچی۔ بندہ کی آنکھ میں پانی آیا ہے اور ایک دوا کلکتہ سے آئی ہے اس کا استعمال کرتا ہوں۔ اگر اس سے نفع ہوا تو بہتر ہے ورنہ پھر آپ کی دوا کا استعمال ہوگا۔ اگر مقدر ہے۔ بندہ دعا کو ہے دعا کرتا ہے حق تعالیٰ آپ کے قرض کو رفع کرے۔ بندہ بھی تندرست ہے اور سب عزیز گھر حافظ مسعود احمد کو اول بخار وغیرہ تھا اب اس سے صحت ہوئی مگر وجع المفاصل کی سخت تکلیف ہے مسہل دیا ہے حق تعالیٰ صحت دیوے۔ چارپائی سے چوکی پر بھی آنا مشکل ہے۔ اس قدر ضعف

بے قابو ہو گئی ہے۔ فقط

اگر تم کو جانا نہیں ملتا تو مجبوری ہے اپنے والد صاحب کو میرا سلام مسنون فرما دیں۔ حافظ مسعود احمد صاحب آپ کو اور آپ کے والد صاحب کو سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔ فقط مورخہ ۲۰ صفر چہارشنبہ۔

مکتوب نمبر ۱۰۶

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون آنکہ آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا آپ کے گھر والوں کی خبر علالت سے خصوصاً آپ کے والد کی بیماری سے طبیعت نہایت مکدر ہوئی۔ حق تعالیٰ ان کو شفاء کلی عطا فرما دے۔ اور بندہ دعاء خیر کرتا ہے اور منتظر ہے کہ آپ ان کی مژدہ عافیت سے مطلع فرما دیں۔ میری آنکھ کا حال بدستور ہے بلکہ روز بروز روشنی میں کمی ہے۔ عزیزی مسعود احمد و سعید احمد بعافیت ہیں۔ البتہ ایک نیا حادثہ واقع ہوا کہ حکیم ضیاء الدین صاحب رام پوری نے ۲۰ رمضان کو اس دنیا سے انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور ان کی مفارقت سے ہم کو سخت رنج ہے۔ ۱۱ شوال

مکتوب نمبر ۱۰۷

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون السلام مطالعہ فرمایند بندہ بحمدہ تعالیٰ بخیریت ہے۔ آپ کی عافیت مطلوب۔ پارسل وصول ہو گیا۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ سرمہ کا استعمال کروں گا۔ اگر نفع مقدر ہے تو ہو جائے گا۔ راستہ وغیرہ یہاں بھی مامون نہیں ہیں۔ قصبات و قریات پر بھی لوٹ پڑتا ہے اور راستوں پر بھی دست اندازی ہوتی ہے۔ آپ ابھی یہاں آنے کا قصد نہ کریں جب مقدر ہے انشاء اللہ تعالیٰ ملاقات ہو جاوے گی۔ میں دست بدعا ہوں۔ از جانب حافظ مسعود سلام مسنون۔ مورخہ ۲ جمادی الثانیہ۔

مکتوب نمبر ۱۰۸

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون آنکہ آج آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ اور ہر چند کہ مجھ کو نسبت سابق بہت افاقہ ہے لیکن قطع قمع مرض ہنوز نہیں ہوا۔ اور ضعف بکثرت ہے۔ روز دو ایک دست آتا ہے اور بعد ہفتہ عشرہ کے بخار کچھ زور کرتا ہے اسی واسطے اپنے ہاتھ سے لکھ نہیں سکتا ہوں دوسرے کے ہاتھ سے لکھواتا ہوں۔ ایسی حالت مرض میں آپ کا آنا اگرچہ منع نہیں کرتا ہوں لیکن چنداں مفید بھی نہ ہوگا اور تم کو تکلیف بھی ہوگی۔ اس واسطے بعد رمضان قصد فرما دیں یا جیسی مرضی ہو مگر میں خود از کار رفتہ ہوں۔ فقط

اپنے والد صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور مسعود احمد کی طرف سے بھی سلام مسنون مطالعہ ہو۔

۵ رجب

❖

مکتوب نمبر ۱۰۹

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ بعد سلام مسنون گذارش آنکہ بندہ بحمدہ تعالیٰ بخیریت ہے۔ مژدہ عافیت باعث اطمینان ہوا۔ میں دعا گو ہوں بحصول مقاصد کے لئے دست بدعا ہوں، حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے قبول فرماوے۔ میری طبیعت اب بحمدہ تعالیٰ بالکل صاف ہے۔ آپ ہر طرح سے مطمئن رہیں۔ اول لقوہ کا اثر تو بالکل زائل ہو گیا تھا مگر اس کے بعد اسہال شروع ہو گئے تھے اور بخار شدت سے ہوا ایسا کہ یہ نوبت ہو گئی تھی تیمم سے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ کئی روز یہی حالت رہی اب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے بالکل تندرست ہوں گھر بھی آتا جاتا رہتا ہوں نماز بھی مسجد میں جا کر پڑھاتا ہوں۔ فقط والسلام

احب یا جیہ مثل یا رفتہ باطل۔ اگر بغیر مزامیر القرآن لطف سے ملائکہ کو حاضر ناظر نہیں جانتا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ مگر لوگوں کو اس کی اجازت دینا فساد سے خالی نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

مکتوب نمبر ۱۱۰

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ بحمدہ تعالیٰ مع متعلقین بخیریت ہے۔ آپ کی مژدہ عافیت سے مسرت ہوئی اور آپ کے والد صاحب کی علالت سے ملالت ہوئی۔ میں دعا خیر کرتا ہوں۔ آپ کہیں آنے جانے کا نام نہ لیں اور زیادہ پریشان بھی نہ ہوں۔ خدمت عیال و والدین کو سعادت سمجھیں اور دین پڑھے جاویں۔ فقط والسلام مورخہ ۱۹ جمادی الثانیہ

مکتوب نمبر ۱۱۱

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون، السلام مطالعہ فرمایند خط شما رسید بدریافت خبر عافیت ایشاں مسرور گردید الحمد للہ بندہ نیز بخیریت مقرون است۔ قصد انعیوب کردہ اند بلا رضا و اجازت والد بزرگوار چناں نکنند باقی عنہ الکافی فقط والسلام مورخہ ۲۹ ربیع الثانی روز شنبہ۔ بخدمت حضرت والد صاحب سلام مسنون رسانند۔

مکتوب نمبر ۱۱۲

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آج آپ کا خط بعد انتظار کے پہنچا۔ حال دریافت ہوا۔ کھانے کے باب میں اس قدر تقلیل کہ ضعف نہ ہو جاوے مضائقہ نہیں۔ مگر اس قدر نہ کریں کہ ضعف ہو کر کام سے رہ جاویں اور آپ اپنے کام میں برابر مشغول رہیں۔ قدما کی کتابیں دیکھ کر پریشان مت

ہوئیں۔ اسی واسطے مبتدی کو منع کیا گیا ہے کہ بزرگوں کی کتب نہ دیکھا کرے کہ ایسے وقت میں اُن مکاتیب کو دیکھ کر سوائے پریشانی اور کچھ حاصل نہیں اور جو کچھ آپ سے کہہ دیا گیا ہے وہ خلاف مکاتیب کے نہیں۔ پس تم اپنے کام میں لگے رہو۔ حق تعالےٰ سے اُمید بائدھے رکھو کہ بندہ سے جس قدر ذکر ہو سکے وہ سرا سر رحمت ہے۔ فقط

مسعود احمد سعید احمد سب اچھے ہیں۔ آج ہی مولوی محمد یحییٰ صاحب حسب طلب اپنے والد کے دہلی گئے ہیں۔ آپ اپنے والد صاحب کا حال تحریر کریں کہ شکایت بیماری کی کیسی ہے۔ مولوی کرامت علی صاحب رضا سلام مسنون کہتے ہیں۔ فقط یکم رجب المرجب ۱۳۰۸ھ یوم شنبہ

بنام جناب مولانا المولوی ممتاز علی صاحب انبیہٹوی زید مجدہٗ

مکتوب نمبر ۱۱۳

از بندہ احقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ عنایت فرمائے بندہ مولوی ممتاز علی صاحب مدفیوضہم بعد سلام مسنون! مطالعہ فرمایند بندہ بعافیت ہے۔ آپ کا خط آیا۔ آپ کی حسرت عدم حصول مطلب اگرچہ علامت ہے مگر بندہ کے نزدیک عمدہ حالت ہے جیسا کہ حصول مطلوب کی فرحت و سرور علامت بسط کہلاتی ہے۔ ایسا ہی عدم حصول مطلوب کی حسرت قبض کہلاتی ہے۔ قبض و بسط دونوں حالت نیک ہیں اگر حسرت عدم حصول ہے تو الحمد للہ کہ طلب ہے اور درد نایافت ہے۔

ہمارے شیخ الشیوخ قطب عالم شیخ عبدالقدوس فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو بعد مجاہدہ ہزار سالہ حسرت و درد نایافت حاصل ہو جاوے تو سب کچھ اُس کو حاصل ہو گیا۔ ہائے افسوس کہ درد نایافت نہیں ملتا کہ کام تمام ہو جاوے۔ پس اب لازم ہے کہ شغل باطن کو خوب التزام کے ساتھ بجالاؤ اور بحکم "مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ" جس قدر ہو سکے اُس سے شغل میں رہو اور پھر حسرت نایافت میں لطف دیکھو اور امید ہے کہ حق تعالیٰ آپ کو ضائع نہ فرمائے گا۔ شغل وہی شغل کافی ہے کہ جو پہلے آپ کرتے تھے اب بھی اس کو ہی التزام کرو ذکر پاس انفاس محدود نہیں۔ فقط۔

یہ ایک شغل شب و روز کی مشغولی کو کافی ہے۔ ہم ذکر و ہم مراقبہ اس میں حاصل ہے۔ یک گیر محکم گیر انشاء اللہ نفع ہووے گا۔ بعد کا معاملہ حق تعالےٰ کا کام ہے۔ آپ کی سعی جس قدر ہو سکے کر دو۔ وہی بہاری کرا دے گا۔ کچھ اندیشہ مت کرو اپنا کام کئے جاؤ۔

مکتوب نمبر ۱۱۴

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ عنایت فرمائے بندہ مولوی ممتاز علی صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ

بجانیت ہے آج آپ کا خط آیا تمہاری صحت پر شکر کرتا ہوں اور دعا گو اپنے سب دوستوں کا ہوں۔ آپ اپنا شغل
معمول کرتے رہیں اس میں ہی سب کچھ ہے اور گاہ گاہ کسل گاہ حدت ہر روز لازم بشریت ہے۔ ایک حالت پر آدمی نہیں رہتا
خود کمل اولیا فرماتے ہیں :-

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم　　　گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

ہم تو کس حساب میں ہیں مگر آدمی کو اپنا شغل و ذکر اگرچہ قلیل ہے ترک کرنا نہ چاہیے۔ خیر العمل ما دوم
علیہ الحدیث۔ والسلام حافظ مسعود احمد کا بھی سلام مسنون پہنچے۔

مکتوب نمبر ۱۱۵

از بندہ شرمسار احقر العباد رشید احمد گنگوہی عفی عنہ گرامی خدمت برادرم مولوی ... علی صاحب دام مجدہم
بعد سلام مسنون می رساند بخیریت حسبی خود شکر حق تعالیٰ می کنم و بدعا ترقی مدارج دوستان خود سرگرم می مانم محرر دعا یم
کہ سرور دہر کہ خود گرفتار خرابہ اندرون ہستم "ہر چہ ساقی ما ریخت عین الطاف است" عزیز من کیست در قدرہ و تاخیر
کہ خویشتن را مذنب و عزکی از معاصی و خلاف حکم مولیٰ دانستہ باشد آدمے جملہ کمالات بتبدیل نقص مشغول باشد اگر
و بتقصیرات خویش بر زبان لا احصی ثناء علیک فخر عالم فرمود پس کسے کہ عبادت قلیل خود کہ بدرگاہ بے نیاز حسبہ
بعد محرماں بخشی نیست نادم و تائب شد و خود را حقیر و خوار پنداشت ہموں قدر عجز خود کمال او بود زہے
نصیب بدرگاہ تعالیٰ شانہ کہ خود را عاصی و خوار و بدست نفس شریر گرفتار دانست کہ ایں جملہ رویت تقصیرات
و عجز خود ہر قدر کہ یافت از عنایت حق تعالیٰ است کہ بحقیقت خود قدر رویت عجز بقدر یافت زیں است حظ
از نیستی کہ حقیقت بشری است و آنچہ کہ ہستی است و نظر کمال خود آں حظ بشر نیست کہ آں ذات لا متناہی حق تعالیٰ
را لائق است و غیر او را بجز عجز حظے نیست پس آنچہ آں برادر مکرم از تقصیرات خویش نوشتہ اند صاحب کمال ہمیں حصہ
از کمال است اللھم زد فزد۔

آنچہ شغل با من یا ایشاں سپردہ شد اگرچہ بظاہر قلیل است آں را کثیر باید دانست و بشغل آں ہر قدر کہ تواں شد
وقت عزیز خود صرف باید کرد و آبادی آخرت باید نمود ہر چند معنی بشریت کاہلی و کسل دہد کہ جملہ ذرہ ذرہ باختیار مختار
حقیقی است تعالیٰ شانہ مگر تاہم آنچہ تواں از آں سستی نباید بود۔ سابقوا الیٰ مغفرۃ من ربکم
نظر انداختہ کار خود باید کرد۔

"تا یار کرا خواہد و میلش بکدام است"

بدست بندہ حقیر چیست کہ تواند جملہ از حق تعالیٰ است لا حول ولا قوۃ الا باللہ کار خود کنند و ایں حقیر را
بحسن ظن خود نواختہ اند بدعا خیر یاد دارند عفی عنہ والسلام
حافظ مسعود احمد بجانیت اند سلام مسنون ایشاں برسد۔

مکتوب نمبر ۱۱۶

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بمولوی ممتاز علی صاحب مد فیوضہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا، حال دریافت ہوا۔ حق تعالیٰ کی رحمت کا ہر دم امیدوار ہونا چاہئے اور اپنے کام میں سرگرم رہے۔ یہ بسط و قبض ہر روز پیش آتا رہتا ہے۔ گاہ کیفیت وارد ہوتی اور گاہ فرو ہو گئی۔ مگر جب وارد ہو شکر کرنا چاہیے لئن شکرتم لازیدنکم اور جب بند ہو جاوے تو دعا کرنا اور تضرع و زاری کرنا چاہیے۔ اس کو گمراہی یا شقاوت نہ جاننا چاہئے۔ بلکہ تلطف حق تعالیٰ کا جاننا ضروری ہے۔ یاس رحمت حق تعالیٰ سے حرام ہے بلکہ رجاء میں رہے۔ والسلام
جمادی الاولیٰ کو ولد زادہ حافظ مسعود احمد نے انتقال کیا۔ حق تعالیٰ بخشے زیادہ کیا لکھوں؟ باقی سب خیریت ہے۔ فقط مورخہ ۱۰ جمادی الثانیہ روز شنبہ۔

مکتوب نمبر ۱۱۷

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بمکرمی مولوی ممتاز علی صاحب سلمہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا حال دریافت ہوا۔ آدمی کو جو کام کرنا ضروری ہے اس کے واسطے انتظار فرصت کا نہیں کرنا چاہیے۔ مثلاً اگر کوئی بیمار ہے اور علاج کرنا ضروری ہے تو یہ نہیں انتظار کرتا کہ جب سب کاروبار سے فراغ ہووے گا تو شروع معالجہ کروں گا بلکہ معالجہ کو مقدم یا منجملہ تمام امور کے کرنا شروع کر دیتا ہے۔ ہاں اگر مرض کا خطرہ نہیں اور علاج کی ضرورت نہیں یا علاج کرنا ہی مراد نہیں تو دوسری بات ہے۔ پس جب ذکر کرنا بندہ کو اگرچہ وہ نفل ہی ہے اپنے خیال و عزم میں ضرور ہوا تو انتظار فرصت کا ہرگز درست نہیں کیونکہ انسان ہرگز فارغ نہیں ہو سکتا۔
معاش کے کسب میں، عیال کی تربیت میں، حوائج کی فراہمی میں ہر روز پریشان ہے تھوڑا یا بہت لیکن تادم مرگ فرصت نہ ملے گی اور جب شیطان کو محقق ہوا کہ یہ مرد فرصت کے خیال میں ہے تو ہرگز فرصت نہ لینے دے گا۔ اس خیال امید فرصت کو قوت دے کر راسخ کرے گا اور تسویف ڈال کر سارا طریق خیر ہووے گا۔ یہ فی الواقع دھوکا شیطان کا ہے لہٰذا انسان عاقل کو واجب ہے کہ ذکر و فکر آخرت کو کسی حال تعویق میں نہ ڈالے اگرچہ نفل ہی ہے کیونکہ اس کو کرنا ضرور جانتا ہے۔ البتہ اگر ممکن ہو تو امور دنیاوی کو تسویف کر دیوے اور جس قدر ذکر ہو سکے اگرچہ قلیل ہو اس کو بھی تشاریش سے مخلوط کر کے کرتا رہے۔ اگر پریشانی خاطر ہے تو فقط لسانی ہی سہی کہ اگر لطیفہ قلب معطل رہا و غافل ہوا تو زبان تو معطل و غافل نہیں۔ نہ تو یہ تذکر کہ کلّہ لا یترک کلّہ۔ ذرا ایسی شے ہے کہ اگر اس کو کرتا رہے اگرچہ بے ہوشی خواطر و پریشانی تعلقات میں محض تحریک لسانی ہو تاہم نافع اور موجب نورانیت قلب کے ہوتا ہے ہرچند "ذکر قلبی بہتر ہے" اور ذکر کامل وہی ہے کہ تمام لطائف کو شامل بنا دیوے مگر یہ نہ ہو تو فقط لسان کو بھی کیوں بے کار کر دیوے۔ یہ محض لسانی غفلت سے ذکر کرنا کنشاں

قلب تک پہنچا دیتا ہے۔ مثلاً لسان اگر جنت میں جائے گا تو کیا دیگر جملہ اعضا محل نار ہو سکتے ہیں۔ ذکر وہ شے ہے کہ اگر کسی جزو انسانی سے متصل ہو وے گا تمام جسد کو اپنی طرف کھینچ لے گا۔ زنہار کہ آپ التزام شغل کے واسطے فرصت کا انتظار کریں اگرچہ پانچ چار منٹ ہی ہوں مگر شغل کو شروع کرو۔ وما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ کو پیش نظر کر کے اسی پانچ منٹ پر التزام کریں اگرچہ محض لسانی بھاگتے دوڑتے ہو۔ پس اس تحریر کو بالضرور تصور فرما دیں اور اپنا کام ان ہی کاموں میں بالالتزام شروع فرما دیں۔ جب پانچ منٹ کا التزام ہوگا وہ زائد ہو جاوے گا فقط والسلام۔

بندہ بھی پریشان ہے سب خیریت ہے مگر والدہ حافظ مسعود احمد سخت بیمار ہیں کہ نوبت یاس کی ہے حق تعالیٰ قادر ہے۔ فقط والسلام

بنام جناب مولوی فتح محمد صاحب زید فضلہ محرر پلیس ملہووال

مکتوب نمبر ۱۱۸

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ آپ کا خط آیا حال دریافت ہوا وقت حرکت قلب کے جو حرارت قلب پر ہوتی ہے وہ اثر ذکر کا ہے اور عمدہ امر ہے اور چار خاندان قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ ہیں اور خانوادہ اس کو کہتے ہیں جو ان میں سے شاخیں نکلی ہیں سو شاخیں بہت ہیں۔ چودہ خانوادہ جس نے لکھے ہیں اس وقت میں چودہ تھے اس کے بعد بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ غرض خانوادہ بہت ہیں چودہ کسی وقت خاص میں تھے اب چودہ کہنا درست نہیں پرانا لفظ ہے اور آپ کے بھائی کے واسطے دعا کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ فضل فرما دیں۔ آمین۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۱۱۹

از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم خط آیا حال دریافت ہوا تم شغل کو برابر کرتے رہو جب اس کا وقت آئے گا قوت بھی ہو جائے گی۔ ایسا ہی ہوتا ہے کہ گاہ حرکت نبض معلوم ہوتی ہے اور گاہ وہ حرکت مخلوط ہو کر حرکت متصل بن جاتی ہے اور گاہ حرکت محسوس بھی نہیں ہوتی۔ تم کسی امر کا کچھ خیال اور غم نہ کرو جس قدر ہو سکے اس میں مشغول رہو۔ آدمی کا کام کرنا ہے اور عابد کا حال دریافت کرنا ضرور نہیں۔ بالفعل جو کچھ ہے اس کو کرو وہ کسی کے اختیار میں نہیں کہ حد معین کر دیوے کہ اتنے ایام میں فلاں امر حاصل ہو جاوے گا ذکر جہاں تک ہو سکے کرنا کام ہے۔ دنیا کے تعلقات سب خلاف شغل کے ہیں مگر ناچاری ہے۔ ریاضات ترک طعام و کلام و صحبت انام و

خواب و اشتغال کا نام ہے جس سے نفس پر ہر ہر امر شاق ہووے۔ فقط

ذکر کرنا کوئی ریاضت نہیں، تسبیح رکھنا درست ہے اور قرآن باقی اگر یاد ہو جاوے تو بہتر ہے اور جس قدر یاد ہو گیا ہے اس کا محفوظ رکھنا بہت ضروری ہے مبادا بھول جاؤ کہ اس کا بہت سخت گناہ حدیث میں آیا ہے اوّل وضو کر کے فرض ادا کر لیا کرو پھر دوسرا وضو کر کے نوافل پڑھ لئے اور بخلاف بلا وضو بھی درست ہیں ارشاد صاحب عذر ہے کرو ضرور نہیں سکتا تھا۔ واللہ اعلم۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۱۲۰

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ برادرم منشی شیخ محمد صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آج آپ کا خط آیا۔ ضعف دماغ کی شکایت دریافت ہوئی حق تعالے صحت دیوے بندہ تندرست ہے مطمئن رہیں اور خمیرہ گاؤزبان خواہ کیسا ہی ہو مفید ہوگا۔ اگرچہ سادہ ہی ہو سو اس کو اور خمیرہ گاؤ کا استعمال کرو حق تعالیٰ فائدہ بخشے کھانے کے باب میں بھی پرہیز رکھنا بہتر ہے سے اجتناب کرنا دال مسور کی اور گوشت کھانے کا مت کھانا۔ فقط باقی خیریت ہے دعا گو ہوں اور تم سے بھی طالب دعا کا ہوں حق تعالے ہم کو تم کو بخشے آمین۔ آپ خط میں حافظ مسعود احمد کو سلام لکھا کریں۔ حافظ محمود مرحوم دو سال ہوئے کہ اس عالم سے رحلت فرما کر مجھ ناکارہ کو پریشان و حیران کر گئے ہیں جب تم ان کو سلام لکھتے ہو مجھ کو بے قراری ہو جاتی ہے آئندہ ان کا نام مت لکھنا۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۱۲۱

از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم۔ آپ کا خط آیا حال دریافت ہوا۔ اس حرکت پر جہاں تک ہو سکے خیال رکھو جب اس کو قوت ہو جاوے گی تو کوئی اس کو مانع نہ ہوگا۔ ابھی پختگی اس میں نہیں ہوئی اور یہ کام جلدی کا نہیں بتدریج ہوتا ہے۔ اوّل شغل کا کام کامل جب ہوتا ہے کہ جملہ امور کو چھوڑ کر رات دن اس میں ہی مشغول ہو جاوے جیسا بزرگوں نے سب کو ترک کر کے خلوۃ کی اور جو مشغول دنیا کے امور میں ہیں کبھی بھی تمام شغل بھی کر لیا ان کو بہت دیر میں مشق ہوتی ہے۔

پس آپ سے جس قدر ہو سکے اس کو کرتے رہو۔ نماز میں یا چلتے پھرتے کام کرتے بھی جس قدر خیال ہو سکے کرو۔ جب یہ اپنی مراد کو پہنچے گا خود تم کو مشغول کر لے گا۔ فقط

ہاں معاش کا معاملہ بہت مشکل ہے۔ بعد ترک کے زیادہ پریشانی ہوتی ہے لہٰذا اوّل دوسری جگہ مقرر کر کے ترک کرنا مناسب ہے۔ ورنہ زیادہ موجب پریشانی کا ہو جاوے گا۔

فقط والسلام

٭

بنام حاجی ظہور احمد صاحب انبیٹھوی

مکتوب نمبر ۱۲۲

برادرم حاجی ظہور احمد صاحب سلمہ۔ السلام علیکم آپ کا خط آیا جس سے بوئے دین و دیانت آتی ہے الحمد للہ! کہ افسوس دین کا اس صاحب نصیب کو نصیب ہوتا ہے کہ نصیب رحمت کا خدا کا کامل رکھتا ہے۔ برادرا یہ تمام شریعت کا علم اور طریقت کا طریقہ نور یقین کی تحصیل کے واسطے ہے اور انجام و منتہی سب کا یہی تو ہے کہ جس کو مسلمان سرسری طور سے علم رکھتے ہیں وہ یقین حق الیقین مثل مشاہدہ کے ہو جاوے ؛

یہ تمہاری طرف کی ہے سو تم نے اس امر کو کیا کہ اس سے زیادہ ہرگز عنایت نہیں۔ صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین نے تمام اپنا مال و دولت اور آبرو و جان کیوں دی تھی؟ کیا دیکھا تھا؟ یہی فیض صحبت فخر عالم علیہ السلام سے یقین حاصل ہو گیا تھا کہ دنیا کا فانی ہونا اور آخرت کا باقی ہونا اپنا دیکھے ہوتا اور حق کا کارساز ہونا یقین ہو گیا تھا پس اسی پر مدار سب کام کا تھا۔ حضرت سیدی عبدالقادر جیلانیؒ اور خواجہ خواجگان معین الدین چشتی اور سید الطائفہ بہاؤالدین بخاری کیوں بڑے ہو گئے؟ اسی یقین کے سبب سے بڑھے ہوئے تھے سو عزیز یہ دولت اگرچہ ہرگز ہرگز سہل نہیں تمام جان و مال دے کر اس سے ایک ذرہ ملے اور عمر نوح علیہ السلام خرچ کرے اگر ذرہ ملے تو مفت اور بہت سہل اور جلد ہے مگر تاہم کچھ مشکل نہیں اگر مقدر ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔ سچ کہا ہے جس نے کہا ہے

"ایک انچھر پریم کا پڑھے سو پنڈت ہو"

سید الطائفہ حضرت احمد مجددؒ فرماتے ہیں کہ "کل سات قدم ہیں پس سو سات قدم تو سات ہی ہیں ایک قدم بھی اگر ہزار سال میں طے ہو تو جلد ہے مگر جو بفضل اللہ تعالیٰ طے شانہ ہو تو ایک ساعت ہے۔

الحاصل اگر حاصل نہ ہو پاوے محصلین کی جماعت میں تو شمار ہو جاوے "الحق کہ کشف و کرامت ایک جو برابر بھی نہیں اس نور یقین کے سامنے" حق تعالیٰ فرماتا ہے " وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ " جس قدر یقین ہے اسی قدر قوت ایمان و تقرب ہے۔

الحاصل اگرچہ یہ قوت بذریعہ ذکر اور وجد اور کشف اور تصرف دنیا میں بہت ہے مگر یہ نور الیقین مثل کیمیا کے نادر الوجود ہے اگرچہ عالم خالی نہیں۔ اشغال سب اس کے مقدمات تھے اب خود مقصود ہو گئے پس اپنے شرائط و ارکان کے ساتھ آدمی کام کرے تو قدر مقدر پاتا ہے۔ مدینہ نسبت حقہ معدوم و مفقود ہے اور بہت عنقا اس کی مکان ہے اگرچہ اہل اس نسبت کے ہر روز کم رہے ہیں اور اب اقل قلیل ہیں مگر عالم خالی بھی نہیں ہے طرق اربعہ اسی نسبت پر مدار ہے اور اسی کے ہی واسطے گھر بار ترک کر کے حیران و پریشان ہوتے ہیں۔ ہر چند آپ نے

تھوڑا لکھے کہ ماتحر الحق کو خوب فہم کی بات اور تمام مدعا لکھا مجھ کو اس تمہاری تحریر سے نہایت ذوق آیا اے کاش!
کہ اس یقین کا شائبہ ہوا مگر اس محروم کو رنگ چاوے کہ سارا مدار اس پر ہی ہے۔ اس نسبت کا نام نسبت احسان
ہے کہ بعثت جناب فخر رسل علیہ السلام کی اس کے ہی واسطے تھی اور صحابہ جملہ اس نسبت کے حامل تھے علی حسب
مراتبہم۔ پھر اولیاء امت نے اس کو دوسرے طریقہ سے پیدا کیا کہ ہر ایک نے اشغال اپنے اپنے طریقہ کے
وضع کئے۔ سو یہ سب مقامات اس کے ہیں اور بس۔ اس کا کوئی طریق معین نہیں، ہر شخص کا طرز جدا گانہ ہے مگر اس
زمانہ میں ترک تعلق کو شرط کامل ٹھہرایا ہے ؎

نخست موعظۂ پیر محفل این سخن است　　　که از مصاحب ناجنس احتراز کنید

اور پھر کوئی بتلانے والے کی ضرورت شدید ہے کہ بدون ہادی کس طرح اندھیری راہ کو طے کرے بس زیادہ
کیا لکھوں اپنے حوصلہ سے زائد اور فہم سے خارج ہے اور خود یہ درماندہ تہ اس کی رکھتا ہے۔ ہر چند حاصل
کچھ نہیں مگر ؎

أُحِبُّ الصَّالِحِينَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ　　　لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِي صَلَاحًا

مکتوب نمبر ۱۲۳

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا پرچہ آیا صحت دل کی موجب مسرت ہوئی
یہاں ابلیچہ گنگوہ میں ہیضہ ہے۔ بہت آدمی مر گئے بعض عزیزوں کا ابلیچہ اور گنگوہ کے صدمہ ہے مگر رضائے
حق تعالےٰ میں کیا چارہ ہے اس کی قضا پر راضی ہونا جزو ایمان ہے۔ بندہ اور سب گھر والے تندرست ہیں
کل کی خبر نہیں زیادہ کیا لکھوں؟ ضعف و درد سر کے واسطے اگر دس گیارہ بادام کے مغز کو ہم وزن مصری کے
ساتھ سوتے وقت یا صبح کو کھا لیا کرو توفیق تعالیٰ سے توقع ہے کہ فائدہ ہووے۔ والسلام

مکتوب نمبر ۱۲۴

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ آج آپ کا کاغذ آیا۔ آپ کے خط معاملہ سے مسرور ہوا۔ یہاں
کی کیفیت یہ ہے کہ ۸ رجمادی الاولیٰ روز عید کو والدہ حافظ مسعود احمد کا انتقال ہو گیا۔ حق تعالےٰ ان کو بخشے
اور ہم کو عبرت دیوے۔ آمین والسلام۔ حافظ مسعود احمد کا بھی سلام مسنون پہنچے۔

مکتوب نمبر ۱۲۵

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ بعافیت ہے آپ کا خط آیا حال مندرجہ معلوم
ہوا خواب پریشان کا اثر تو معلوم ہو لیا مگر دونوں خواب جس میں سانپ کا نکلنا اور مارنا ہی ہے اس کی تعبیر تو ظاہر

جو گمی کردہ مولوی محمد زکی خود ذلیل و پست ہوا شاہ صاحب قدس سرہٗ کا کیسا ہونا شاید یہ ہے کہ معاملہ موافق قاعدہ کے نہ ہوا ہو اور ابتلاء آپ کا کفار کی حاضری میں ناپسند ہو۔ والغیب عند اللہ۔
جس کی تعبیر دوسری خواب سے کہ آپ نے خواجہ قدس سرہٗ کو دیکھا ہوگی ہے اور مقدمہ کا قرب بنگال کا بھی دفع ہو جاوے گا باذنہ تعالیٰ۔ کیا عجب ہے کہ ایسے بدمعاشوں کی شرکت کرنی دین آمس میں کرنا پڑتا ہے موجب ناخوشی شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کا ہوا ہو اور معائنہ خواجہ قدس سرہٗ بشارت اس سے نجات کی۔ اب انشاء اللہ سب قصہ دفع ہو جاوے گا۔ والسلام یکشنبہ ۲ر جمادی الاولیٰ۔

مکتوب نمبر ۱۲۶

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ السلام علیکم۔ جواب آپ کے پہلے خط کا روانہ کر چکا تھا کہ آپ کا منی آرڈر صہ کا پہنچا ہر چند قبول میں نفس کی خوشی ہے، گو آپ کی خوشی کا بہانہ ہو مگر بلحاظ حال خود اور حسن ظن آپ کے تردد بھی ہوتا ہے آخر کار وہی اپنے نفس کی حرص کے اتباع کا غلبہ اور قبول میں آپ کی خاطر کی خوشنودی کا بہانہ بغرض قبول ہوا۔ تاریخ یہاں سہ شنبہ کی یکم ہے اور سب جگہ یہی تاریخ ہے آپ کے وہاں بھی یہی ہے اب تو مخالفت نہیں۔ مگر ہاں عید میں دیکھئے کیا پیش آوے۔ یہاں سب خیریت ہے۔ مسعود احمد اور اس کی والدہ کو تسلیمات اسلامیہ پہنچے و مولوی خلیل احمد صاحب اور مولوی صدیق احمد صاحب اور مولوی پیر محمد خان صاحب سب گنگوہ میں آگیا تم کو سلام مسنون ان کا پہنچے۔ باقی خیریت۔ مسعود محمود کا بھی سلام مسنون پہنچے۔ ۱۲ر رمضان

مکتوب نمبر ۱۲۷

عنایت فرمائے بندہ حاجی ظہور احمد صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائند یہاں سب طرح خیریت ہے بارش بھی اکثر جگہ اچھی ہے مگر نرخ گندم ۷ وا آثار پختہ ہے تاریخ شنبہ کی یکم ذی الحجہ قرار پائی۔ پنجشنبہ کو عید ہوئے گی۔ اب وجہ تحریر ایں یہ ہے کہ اگرچہ بندہ کے لکھنے کی ضرورت نہیں مگر کچھ زیادہ تاکید سے لکھتا ہوں۔ ورنہ یہ کام خود آپ پر واجب ہے وہ یہ کہ کسی ضرورت کی وجہ سے آپ کی والدہ صاحبہ کو ۵۰ روپیہ کی ضرورت ہے اور وہ تم سے بطور قرض چاہتی ہیں ہر چند کہ حدیث صحیح ہے کہ ”تو اور تیرا سب مال والدین کا ہے“ یہ محل قرض کے نام رکھنے کا نہیں مگر وہ قرض ہی مانگتی ہیں اور ایک سال کا وعدہ ادا کا ہے اور بندہ اس میں ذمہ کرتا ہے۔ میرا ذمہ بھی ایک نحو مشغول ہے مگر یہ بھی معلوم ہے۔ پس اس کا سرانجام بہت جلد کر کے روانہ کر دو۔ بندہ کے پاس یا جس کو تم مناسب جانو یہ امر والدہ کا ہے۔ جس میں عذر چون و چرا مسموع نہ ہووے گا۔ اور وجہ کو وہ بیان نہ کریں مگر واضح ہے۔
بہر حال اُن کی رضا تم کو ضروری ہے اور پھر بندہ کا پیچ ہے اس کی جلد تدبیر کر دو۔ اگر خدانخواستہ اُن

کے انتقال کی اس عرصہ میں صورت ہوئی تو اوّل تو کسے آپ کا یہ دین ادا ہوگا یہ فقرہ اُن کی طرف سے نہیں
بندہ نے لکھا ہے بس زیادہ تطویل کرنا ضروری نہیں اُن کا حکم تم کو قبول کرکے عمل کرنا واجب ہے اور بندہ ساعی
اور نام قرض کا نہیں بلکہ فی الواقع قرض ہی ہے تو رفع نہیں اصل ہے آگے تمہاری توفیق و تدبر ہے۔ فیض احمد
چونکہ کسی کام کا نہ ہوا تم کو حق تعالیٰ نے ہر طرح دین و دنیا کی فہم دی کم سے کم کہا جاتا ہے فقط والسلام
جواب سے جلد مطلع کرنا نہیں بلکہ ارسال مطلوب ہے۔

مکتوب نمبر ۱۲۸

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ عنایت فرمایم حاجی ظہور احمد صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند کل جواب خط رسید بیعت درپیہ روانہ کرچکا تھا آج آپ کا دوسرا خط آیا اے برادر! گریہ وزاری و التجا بحضرت الہ العالمین عین سعادت ہے اور مخالفت ہونا اپنی تقصیر پر بھی بڑی نعمت ہے اس سے زیادہ نہ کوئی وظیفہ ہے نہ کوئی حال و ورد ہے مگر مضمون آیت لَا يَنفَعُ الظَّالِمِينَ اہل کفار کی شان میں ہے کہ بلا توبہ مر گئے ورنہ التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ۔ حدیث صحیح ہے اور معذور کی معذرت اور عاصی کی توبہ کے قبول کا وعدہ ہے۔ درصورتیکہ آپ تائب خائف ہیں تو توبہ کو کس طرح کوئی رد کرسکتا ہے حق تعالیٰ خود توبہ کے قبول کا وعدہ فرماتا ہے اور آیت یہ ہے: يَوْمَ لَا يَنفَعُ الظَّالِمِينَ ظالم وہ ہے جو بالفعل مبتلائے ظلم ہو۔ مشرک وہ ہے کہ بالفعل شرک کا ملوث ہو۔ جو تائب ہوا وہ مشرک و ظالم نہیں کہ شرک و ظلم رفع ہوگیا۔ اب اس کو مشرک و ظالم کہنا درست نہیں۔

پس جو لوگ کہ قیامت کو ظالم ہو ویں گے وہ وہ جماعت ہے کہ بدوں توبہ کے شرک میں ملوث فوت ہوئی تو فرماتے ہیں کہ مشرکین کو اس دن عذر نفع نہ دیوے گا۔ یہ معنی نہیں کہ اگر کوئی مشرک آج (دنیا میں) توبہ کرے اُس کی توبہ نافع نہ ہووے گی۔ پس یہ تاثر باعث آپ کی فہم کی کمی سے لگا ہے۔ رہا یہ کہ حق والدہ میں کوتاہی ہوئی سو اُس کی تدبیر اب ایصال ثواب اور اُن کے لئے استغفار ہے کہ اُن کی روح راضی ہو جاوے گی بس اور اپنے واسطے بھی استغفار کرنا اور ڈرتا بہتر بات ہے مگر اس قدر خوف مت کرو کہ اصل مطلب سے بھی جاتے رہو ڈرتے بھی رہو اور توقع بھی رکھو۔ فقط والسلام لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔

مکتوب نمبر ۱۲۹

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ السلام علیکم! آج خط آیا حافظ مسعود احمد کو صحت ہوگئی مگر حافظ محمود کو مسعود احمد کے ساتھ بخار لرزہ میں مبتلا ہو کر صحت ہوگئی تھی۔ بعد چند روز تپش ہوئی پھر اسہال دموی شروع ہوئے یہاں تک کہ سب قوی تحلیل ہوگئے۔ کچھ علاج نہ ہو سکا۔ تقدیر غالب رہی۔ ۱۲ رجمادی الاولیٰ کو انتقال ہوا۔ ہنوز صدمہ

حافظ محمد اسحاق نواسہ کا نہ ہُوا تھا کہ یہ صدمہ اُس سے بھی زیادہ ہو گیا ۔ رضینا بقضاء اللہ تعالےٰ ۔
دعائے مغفرت و ایصالِ ثواب قرآن اگر ہو سکے آپ بھی اعانت فرماویں ۔ باقی خیریت ہے والسلام مورخہ ۲۲ جمادی الاولیٰ جب تک دونوں مختلف نہ ہو جاوے علت نہیں جا سکتی ۔ اگر ایسا یقین ہے کہ ایسا کر سکے تو درست ہے ورنہ نہیں ۔ والسلام (علالہ مطلقہ مغلظہ کا مسئلہ ہے) ۔

مکتوب نمبر ۱۳۱

از بندہ رشید احمد عفی عنہ ۔ برادرم منشی حاجی ظہور احمد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالےٰ و برکاتہٗ ۔ آپ کے تین خط پہنچے ۔ جواب پہلے خط کا اور رسید بھی آنے کی روانہ کر چکا ہوں ۔ یہ تیسرا خط آیا اس کے جواب میں دو تین روز وقفہ ہُوا ۔ ۳ ر کو خط آیا پہلی دوسری کو جواب کی فرصت نہ ہوئی ۔ مولوی خلیل احمد صاحب آئے تھے ۔ ۲۹ ر کو انبیٹھہ جانے چونکہ اپنی زوجہ کو بہاولپور لے گئے ہیں ۔ ۱ م ر کو گنگوہ سے جا کر سامان سفر مہیا کر کے دوسری کو روانہ ہوئے مولوی نذیر احمد کل ۲ ر کو مجھ سے ملنے گنگوہ آئے ۔ بعد عصر روانہ ہو گئے ۔ آج ۳ ر کو انبیٹھہ سے روانہ ہو کر بمعیت مولوی خلیل احمد ۴ ر کو سہارنپور سے روانہ بہاولپور ہوں گے ۔ خواب اول مولوی صاحب نے وقت وضو کسی کو مارا الخ وہ شخص شیطان تھا جس کو مولوی صاحب نے مارا اور حاکم بھی شیطان ہے کہ اس زمانہ میں ظلمہ نائب شیطان ہیں ۔ مولوی صاحب حرز الٰہی میں کچھ پرواہ کسی کی جہاد لسانی میں نہیں کرتے کسی شیطان کی پرواہ نہیں فرماتے اور چونکہ برائے اللہ تعالےٰ کرتے ہیں اُن کی سعادت محمود کفار و مخالفین کی طرف سے ہوتی ہے ۔
ذاتِ پاک فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خواب میں دیکھنا عین ایمان ہے اور جناب علیہ السلام لاریب جو لوگ سنت کے اتباع میں سرگرم ہیں اُن کے ساتھ کمال خوش اخلاقی سے معاملہ فرماتے ہیں ۔ جو سنت کی طرف متوجہ ہوتا ہے آپ کی عنایات اُس کی طرف توجہ فرماتی ہیں ۔ اس خواب کی تعبیر کی حاجت ہی نہیں ۔ مبارک ہو ۔
طغیانِ معاصی خلق کا بشکل دریا و طوفان کے نمودار ہوتا ہے اور بسبب کثرت کے اندیشہ ہلاک خلق مراد اس سے ہے مگر شکر ہے کہ تم اُس وقت کلمہ شہادت کو یاد رکھتے ہو یہ عین سعادت و ایمان کا نشان ہے آخر ہلاک و قیامت آتی ہے اور طوفان غضب ایسی صورت میں جو کہ فی زمانہ نا موجود ہے وارد ہوتا ہے اور آن اعمال کی ہے اور جب قہر الٰہی تعالےٰ نازل عباد پر بسبب معصیت فجار فساق کے ہوتا ہے تو نیک و بد کی تمیز نہیں ہوتی ۔ اُس وقت سب کے سب مورد غضب ہوتے ہیں لیکن ایسی حالت میں جو تذکرہ اور ذکر شہادت میں فوت ہوا انجام کار ناجی ہوا اور عذاب آخرت سے فارغ ہوا اور جو غفلت اور دولو بلا میں مرا قہر الٰہی کا آخرت و اولیٰ میں محل بنا ۔ پس ہزار ہزار شکر کی جگہ ہے کہ تم کو اُس وقت کلمہ شہادت یاد آیا اور اُس کے ملازم رہے ۔ اگرچہ ثروت ہے مگر دو جا بھی نہایت ہے زیادہ کیا لکھوں مطمئن رہو اور حق تعالےٰ سے نجات کی دعا کرو ۔ ہو سکے تو قصد اس ملک کا کرو وہاں رہنا ایسے دور دراز ملک میں اچھا نہیں معلوم ہوتا ۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۱۳۱

حاجی منظور احمد صاحب السلام علیکم! آپ کا خط اور پوسٹ کارڈ آیا۔ سنبہ بیع ڈبل روٹی میں لکھا ہے "شراب کی بیع تو حرام ہے اور جس شے میں شراب مخلوط ہو اور مالیت ہو وے کہ کسی کام میں لانا درست ہو تو اس کی بیع بھی درست ہے مگر جو شے کہ اس کا استعمال کسی شے کا نہ ہو اور جس کام کی وہ ہے وہ حرام ہو تو اس کی بیع درست نہیں۔ دیکھو انگوٹھی جس کا استعمال حرام ہے اس کی بیع کو حرام لکھا ہے حالانکہ لوہا، پیتل بیع کرنا درست ہے۔ روٹی ڈبل ہو لے کھانے کے اور کسی کام کی نہیں اس کی بیع بھی حرام کر کھانا اس کا حرام ہاں اگر کچھ اور کام بھی اس سے ہو سکتا یا پاک ہو سکتی تو بیع حلال ہو جاتی۔ سو یہ شے سبب موقع ہو گیا اعانت حرام کی بھی حرام ہے۔

باروت کے بنانے کے واسطے شراب کا خریدنا شرعاً حرام ہے مگر باروت کا خریدنا درست ہے جلانے میں کوئی قباحت نہیں۔ ہاں اگر باروت کھانے کی چیز ہوتی اور کوئی کام اس سے نہ ہوتا تو اس کا خریدنا بھی حرام ہوتا۔

نمک اگر خاک ہو کر نمک کا ہوتا ہے لہٰذا اس کا کچھ حرج نہیں اور مردار کی ہڈی اگر حلال جانور ہے تو نجس بھی نہیں ہوتی۔ ہاں سور کی ہڈی نجس ہے مگر حل کردہ وہ سب پاک ہو جاتی ہے۔

صبح صادق کا یہ قاعدہ کہ ہفتم حصہ شب ہوتا ہے غلط ہے یہ تقریبی حساب ہے تحقیقی گھڑی شب میں کبھی ۱/۲ گھنٹہ کی ہوتی ہے خود بلند مکان پر چڑھ کر دیکھنا کہ دو گھنٹہ کی صبح نہیں ہوتی اور واقعی ماہ اساڑھ کی جولائی کے مطابقت ہے صبح صادق بہت بڑی ہے چار گھڑی اور ۲ منٹ کی ہے اور باقی شہور کی اس سے کم ہوتی ہے اور یہ حساب ہمارے اس ملک کا ہے اور وہاں کا حال معلوم نہیں وہاں کے درجات کو اور یہاں کو بڑا فرق ہے۔ ہر درجہ کی صبح صادق اور طلوع و غروب مختلف ہوتا ہے وہاں کا حال مجھ کو معلوم نہیں۔ بندہ کی رائے تو یہ ہے کہ بسہولت تم ترک کر کے اس ملک میں چلے آؤ۔ اس قدر بعد مسافت و مقام تمہارا فائدہ کی ملک برما، جو مت رہو خصوصاً ایسا ملک۔ یہ یقین کرتا ہوں کہ چار سو روپے کی قدر تم نے جمع کیا ہووے گا۔ سو قدر تلاش روزگار کو یہ کافی ہووے گا۔ سو اب اس ملک میں آنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ یہاں بھی کوئی صورت کر دیوے گا۔ ایسے وحشی ملک میں رہنا کیا ضرورت ہے؟ اور اس وقت بسبب تمہاری تنگی و پریشانی کے وہاں جانا پسند کرتا تھا اب کچھ جمع ہو گئی ہے اور والدہ صاحبہ تمہاری طلب کرتی ہیں اور اب چلا آنا ہی اچھا معلوم ہوتا ہے مگر ہاں ایسی جلدی مت کرو سرٹیفکیٹ سے کر آنا اور اب برسات میں دریا کی ہوا بھی اچھی نہیں۔ جب دریا کی کلفت کم ہو جاوے اس وقت چلے آنا اور ابھی سے سامان اور ارادہ آنے کا کرو۔ بس باب مکان کا بنانا خریدنا بھی بے سود ہوا۔ اس کا جواب بھی معلوم ہو گیا اور دوسری بات بھی فضول لغو ہوئی اس میں بھی طرح طرح کی دشواریاں ہیں۔ اگر اولاد و بچوں کی بڑی دقت ہے اور عدل نہ ہو تو بھی مشکل ہے اور گھر میں رنج ہوا تو بھی دشواری ہو وے تین ماہ

صبر کرکے گھر چلے آؤ یہی بہتر ہے اور جو بیاہ کے بعد طلاق ہو گیا تو اس کو بہت پسند کرتا ہوں کہ گویا اپنا ہی مِلک
ہے۔ فقط والسلام
اُس کے گھر کا وہی ارادہ محض آپ کا ہے اور خود ہی چھالینا اس ارادہ سے باز رہنا دوسرے کو اُس کے
واسطے طلب کی ضرورت نہیں ہے اور مستقرض جو قرض ادا کرے ادا کرنا ذمہ اُس کا ہے۔ خرچ میں آڑ و بچار نہیں
ہے سکتا۔ فقط

مکتوب نمبر ۱۳۲

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ عنایت فرمائے بندہ حاجی ظہور احمد صاحب سلمہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا
خط آیا اور منی آرڈر دس روپیہ کا بھی پہنچا۔ بندہ کے نزدیک ایصال ثواب میں اگر صدقہ جاریہ ہو تو اعلیٰ درجہ ہے کہ دیر تک
اُس کا ثواب پہنچتا رہتا ہے اور جو گرسنہ حاجت مند کو دیا جاوے تو بھی ثواب ہے مگر جب اثر ختم ہوا ثواب منقطع
ہو گیا۔ پس ایسی حالت میں یہ دس روپیہ یا کسی مسجد کی تعمیر میں صرف ہو یا دار [illegible] کہ جواب وہاں بھی ہے اور اب کے
سال اُس میں دو سو آدمی سے زیادہ طالب علم فروکش ہوئے اس میں بھیجا جاوے یا کوئی کتاب دین کی خرید کر
وقف کر کے اُن کے نام پر ثواب کیا جاوے۔ یہ تین صورت ہیں ان میں سے جس کو تم پسند کرو ویسا کیا جاوے
تمہاری اجازت کے یہ روپیہ امانت رہے گا۔ مسجد گنگوہ میں افتادہ پڑی ہے۔ وہ لوگ اس کی تعمیر شروع کرنے
کو ہیں۔ اس میں معتبر ذریعہ سے صرف ہو جاوے اور دیوبند والا مدرسہ بھی تک کو جاتے ہیں وہاں ارسال ہو جاوے
یا بخاری یا کوئی کتاب خرید کر وقف کی جاوے ہر سہ صورت ممکن ہے جس کو راجح جانو لکھ دو۔
در باب غیر حاضری حسب طلب والدہ مرحومہ جو آپ تمہید لکھتے ہیں تو تم مجبور معذور تھے۔ اگر نہ آسکتے تو معذور
ہو البتہ اگر آسکتے تو اندیشہ تھا۔ اب جو مقدر تھا ہوا اُس مرحومہ کی ایصال ثواب استغفار و دعا صدقہ سے اعانت کرو
اُن کی روح خوش ہو جاوے گی۔ آنا دنیا کی راحت و سرور کے واسطے تھا اگر تم آتے تو کیا ہوتا۔ فقط
اپنے گھر میں اور بچوں کو بندہ کی طرف سے اور والدہ مسعود احمد کی طرف سے تحیات پہنچا دیویں۔ فقط
مورخہ ۳۰ ر جمادی الثانیہ

بنام مولانا الحاجی المولوی محمود حسین صاحب بریلوی دام مجدہ

مکتوب نمبر ۱۳۳

مولوی محمود حسین صاحب السلام علیکم۔ آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا جو کچھ مقدر ہو چکا ہے اُس میں کوئی کمی زیادتی نہیں
کر سکتا اور رہی بندہ کے حق میں مستحسن ہے فقط۔ ذکر کے وقت سردی اور قشعریرہ ہوتا ہے بھی اسی سلطان ذکر کے

آثار میں آیا ہے سو یہ امر محمود ہے۔

مسح گردن مستحب ہے بعض احادیث سے اس کا نشان ملتا ہے۔ جذامی کے ساتھ اختلاط کرنا درست ہے اور الگ رہنا بایں وجہ کہ مبادا یہ مرض ہو جاوے اور لوگ دل میں عقیدہ ہو جاوے کہ یہ مرض متعدی ہے جائز ہے کہ پہلے سے ہی الگ رہے تاکہ فساد اعتقاد پیدا نہ ہووے۔

سکوت ادائے سنن سے بعد فرض فجر عند الحنفیہ منسوخ ہے۔ عموم اس حدیث سے جو در باب منع نوافل بعد الفجر والعصر وارد ہوئی ہے یا خصوصیت پر محمول ہے کہ کسی وجہ غیر معلوم سے آپ نے اس شخص کو اجازت دی مگر وہ تخصیص ہے کلیہ حکم اس سے حاصل نہیں ہو سکتا کلیہ منع نوافل کا بحال خود رہے گا۔ فقط

ادا سنت فجر در صورت جماعت فرض بشرطیکہ ایک رکعت جماعت مل جاوے اور سنت کو پردہ میں ادا کرے بحضور جماعت نہ پڑھے درست ہے ورنہ نہیں اور یہ امر تاکد سنت فجر کے باعث ہے اور سنن میں یہ امر نہیں ہوتا اور مدرک ایک رکعت کا مدرک جماعت و صلوٰۃ کا ہوتا ہے اور اکل کم از کم رکعت کا ادراک فضیلت ہے تو ادراک جماعت بعدت کو حکم کل ہے لہٰذا ایسی صورت میں ادا کا مضائقہ نہیں اور بحضور جماعت ہرگز نہیں پڑھنا چاہیئے کہ مخالفت جماعت مسلمین بنا بر فقہا حرام ہے۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۱۳۲

مولوی محمود حسن صاحب السلام علیکم۔ آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ بندہ کے نزدیک کتب دینیہ کا پورا کرنا عمدہ ہے اور ادب کی چنداں ضرورت نہیں۔ ایک دو کتاب بھی کافی ہے اور کتب دینیہ کے درس کو شغل باطن پر ترجیح دیتا ہوں سو اگر تمام کتب دینیہ کا مراد آباد ہی ہو جاوے تو عمدہ ہے کہیں جانا کیا ضرورت ہے اور نہ جب قیام مراد آباد رکھو پھر جیسا ہووے گا کرنا اور معقول کا خیال ہرگز مت کرنا بس مختصر معانی کا ختم کر لینا مناسب ہے۔ یہ بھی ایک فن عمدہ ہے اور کارآمد دینیات ہے۔ بعد ازاں اگرچہ تنقیل بھی ہووے بقایا تفسیر و حدیث و فقہ و اصول ہو جاوے۔ اصول میں توضیح تلویح کافی ہے۔ ہر چند اصول آتا نہیں مگر تاہم کارآمد علم ہے اور بقدر مایحتاج تو نور الانوار میں ہی حاصل ہو جاتا ہے۔ فقط

الحاصل اتمام علوم دینی کا ضرور و مقدم جانو اگر مراد آباد ہو جاوے تو بہتر ورنہ دوسری جگہ تکمیل چاہیئے۔ فقط والسلام

تعبیر خواب ہر دو خواب یہ ہے کہ کوئی صورت اس صورت موجودہ سے عمدہ تمہارے واسطے ہووے گی اگرچہ کہیں ہو۔ فقط

سب کو میرا سلام مسنون کہنا یہاں ہمیشہ رہا اب کم ہے سب خیریت ہے سب کی طرف سے سلام پہنچے۔

مکتوب نمبر ۱۳۵

حافظ محمد حسین صاحب السلام علیکم! آپ کا خط آیا شغل کے ناتمام رہنے کا افسوس لکھا ہے برادرم حصول دولت آخرت کا رنج و افسوس بھی نعمت ہے جو شوق پر دلالت کرتا ہے شوق ذکر و شغل الی اللہ تعالیٰ کسی سعید کو نصیب ہوتا ہے اور فی الواقع درد آخرت کے برابر کوئی دوا و لذت نہیں۔ بہرحال جو کچھ ہو سکتا ہے کرتے رہو اور جب کبھی ناغہ ہو گیا تو دوسرے وقت قضا کر لیا۔ التزام تھوڑے شغل کا بھی عمدہ ہے اور وہ حرکت قلب جو محسوس ہوتی ہے اس پر تم خود قصداً ذکر اسم ذات قائم کر لینا بلکہ اس حرکت کو بطور یادداشت پاس انفاس التزام کر کے خیال میں رکھو۔ پاس انفاس اور یہ حرکت اگر جمع ہو جاوے تو بہت بہتر بات ہے ورنہ جس قدر ہو سکے حرکت کو خیالی ذکر خیال میں قائم کر لو اور اکثر اوقات اس حرکت کو ملحوظ رکھو اور خود قلب کی طرف بھی دھیان رکھنا چاہیئے۔ رمضان شریف میں قرآن شریف پڑھنا مناسب ہے کہ سال بھر یہ کلام آتا ہے مگر شغل کو بہت التزام رکھنا۔ الغرض عدد اسم ذات اگر چار ہزار نہ ہو سکیں چند روز کو دو ہزار ہی رہنے دو۔ جاڑے کے موسم میں رات طویل ہووے گی اس وقت زیادہ کر دینا۔

خواب تمہارا محبوبیت کا نشان ہے۔ نسبت اہل حق سے تم کو حصہ کامل ملے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ راحت کی بات ہے مبارک ہووے فقط

پیر جیو صاحب و عبد اللہ شاہ مسعود وغیرہم سلام کہتے ہیں۔

مکتوب نمبر ۱۳۶

برادرم حافظ محمد حسین صاحب۔ السلام علیکم! آپ کا خط آیا مسرور کیا۔ بندہ بخیریت ہے۔ قرآن شریف کا سُنانا بہت اچھا ہوا۔ جب خیال اس بات کا آیا کہ مقتدیوں کو میرے پڑھنے سے خوشی ہوتی تو فوراً یہ خیال کر لیا کہ اس میں میرا کیا کمال ہے سب حق تعالیٰ کا احسان ہے۔ میرا کچھ دخل نہیں اور اپنے عجب پر اس مضمون سے تواضع کر لی کہ میں تو وہی مشت خاک ناپاک شے کا زندہ ہوں یہ سب خوبی و حمد خداوند تعالیٰ کی ہے اور لاحول پڑھ کر بائیں جانب تھوک دیا۔ ضبط پاس انفاس اور حرکات لطائف جہاں تک ہو سکے کرتے رہو اور جب غفلت آوے اور غفلت لازم انسان کو ہے تو پھر متنبہ ہو کر گریہ و زاری اور دعا کرو کہ الٰہی تیرا بندہ ہوں تو مجھ کو اپنے ذکر سے غافل مت کر اور اس غفلت پر استغفار و ندامت کو لازم کرو اگر بدو نانہ آسکے تو روزانہ شغل اسم ذات معمولی طرح پر جس قدر ہو سکے پھر بعد رمضان زیادہ کر دینا مگر آدمی کی زبان سے جو کلمہ ذکر نکل جاوے اگرچہ ایک بار ہی ہو بہت غنیمت ہے۔ دنیا و مافیہا سے ایک لفظ بہتر ہے۔ سو کاروبار کرتے کرتے بھی اللہ اللہ کرتے رہو اور کچھ شمار کی حاجت نہیں۔ چلتے پھرتے بھی اسی میں۔ غرض ذکر کرنا ہے سانس سے حرکت سے

زبان سے کثرت ذکر ہووے۔ تعبیر خواب تمہاری محبت زور آثار ذکر کے ہیں تعجب ہیں حرکت آثار سلطان ذکر کے ہیں مبارک ہووے۔ گرانی قلب پر ور اس طرح کے بہت سے امور پیش آتے ہیں سب آثار صالح ہیں خوشی کی بات ہے شکر چاہیئے۔ تھوڑی کیفیت اور حال پر بہت بہت شکر کرنا لازم ہے کہ یہ سب نعمت و احسان حق تعالے کا ہے۔ سالہا سال تمنا میں اگر کچھ عنایت ہو جاوے غنیمت ہے چہ جائیکہ تھوڑے سے کام پر اس قدر ہو۔ فقط

الحاصل یہ سب آثار موجب فرحت کے ہوتے۔ بعد رمضان پھر ذکر زیادہ کر دیا۔ اب رمضان تمام ہوتے مہاز پور میں شہادت چاند کی بھول گئی چنداں معتبر نہیں۔ تم اپنی مدیت پر کام کرنا شب سہ شنبہ کو چاند کی تلاش کرنا لنظر آ دے تو عید کرنا ورنہ نہیں۔ بعد رمضان مشکوٰۃ تمام کر کے حدیث ہی پڑھنا اور دینیات کا ہی خیال رہے فقہ تفسیر مختصر معانی کا بھی مضائقہ نہیں۔ مذاہب سب حق ہیں مذہب شافعی پر عند الضرورت عمل کرنا کچھ اندیشہ نہیں۔ مگر اتباع نفسانیت اور رخصت نفسانی سے نہ ہو۔ عذر یا حجت شرعیہ سے ہووے کچھ حرج نہیں۔ سب مذاہب کو حق جانے کسی پر طعن نہ کرے سب کو اپنا امام جانے۔ فقط

مکتوب نمبر ۱۳۷

برادرم مولوی محمود حسین صاحب سلمہٗ! بعد سلام مسنون مطالعہ باد۔ آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ یہ خیر کہ مشکوٰۃ شریف کا پڑھنا چھوڑ دو کیونکہ امتحان قریب ہے مگر یہ ضرور ہے کہ سبق تھوڑا پڑھو اور شغل جس قدر ہو سکے کرتے رہو۔ گر اسم ذات مقدار معین نہیں ہو سکتا تو کم ہی اور اب جاڑے کا موسم آتا ہے رات طویل ہو جاوے گی اس وقت پچھلے وقت اٹھو۔ اگر وہ بھی نہ ہو سکے تو تصور شغل باطن پر ہی قناعت رکھو اور جس قدر ہو سکے کیے رہو۔ زیادہ مشقت بعد فراغ کتب حدیث کے کر لینا کچھ گھبرانے کی بات نہیں سب کچھ ہو جاوے گا۔ سب امور بتدریج ہوتے ہیں۔ جلدی سے کچھ نہیں نکلتا۔ مداومت چاہیئے اگرچہ اقل قلیل کام ہو۔ ملازمت و مداومت کو بہت بڑا اثر ہے۔ مولوی صاحب مرحوم کی زیارت مدینہ دعا موجب قبولیت عمل و آثار صلاح و رشد ہیں اور اُن کی توفیق کی علامت ہے شکر کی بات ہے وقت اس کا اثر ہے مولانا مرحوم حیات میں جہاد سانی میں سرگرم تھے اس کا ظہور ہے اور تم کو اس تحلیہ میں نظر آنا بھی یہی مقصد ہے کہ بہ وحق تعالے اس وفیرہ کا کام کرو اور سعی کرو۔ ملازمت کا مدرسہ کا بظاہر درست ہے اگرچہ باطن مقصد اس کا فرنگیوں کا چھا نہیں۔ مگر اب ترک کر کے پریشانی اٹھانا اس سے بہتر ہے کہ ترک نہ کرو اور حاجی حسن علی شاہ کو اس قوم نصاریٰ سے دلی عداوت ہے اس واسطے انگریزی نوکروں کا کھانا نہیں کھاتے اور جو روزگار بعضا ہر خلاف شرع نہیں اُس کو وہ خلاف شرع بھی نہیں

لہ مراد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نانوتوی ہیں۔ م

جلسہ میں آن کا طبعی امر ہے اس پر تم جلدی مت کرو۔ اگر کوئی سامان تجارت ہو جاوے تو اس وقت جیسا مناسب ہو ایسا ہی کرے وکالت ہر طرح کا ہے۔ اگر بھائی صاحب کچھ تم کو دیا کریں استعمال کر لیا کرو۔ فتویٰ سے جو امر جائز ہو سکے مضائقہ نہیں۔ آج کل تقویٰ معاملات اور طعام میں ہو نہیں سکتا۔ ظاہر کا حال دیکھ لیا اور بس۔ اور تمہارے خواب کا یہی اشارہ ہے کہ طعام یہودی سے تم کو نفرت ہے وہ تم سے منقطع ہو گیا۔ الغرض روزگار کو ترک مت کرو۔ اپنا کام شغل کا بھی کرتے رہو جس قدر ہو سکے اور کچھ حدیث کی پڑھتے رہو۔ فقط والسلام

میرا قصد یکم ذی قعدہ کو ہو گیا کہ سفر عرب کروں بعد چار ماہ واپس ہوں جو ہووے گا۔ اگر زندہ رہا و زندہ جو مقدر ہے۔ بضرورت جواب لکھتا ہوں فرصت نہیں۔ سب کی طرف سے نام بنام سلام پہنچے۔ میرا سلام کہہ دیا جو پوچھے۔ فقط

متفرقات

مکتوب نمبر ۱۳۸[۱]

گرامی خدمت جناب مولوی صدیق احمد صاحب مد فیضہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط آیا فرصت آج کل نہیں اس واسطے جواب میں دیر ہوئی۔ عبد السمیع مشکوۃ بتقریب فاتحہ عبد الکریم کے آئے تھے بندہ سے بملاقات ملے ایک وقت اُن کی ضیافت بھی کی پھر چلے گئے۔ "انوار ساطعہ" مہذب ہو کر طبع ہو گئی۔ قریب اس کی اشاعت ہووے گی اگر اس میں جواب براہین کا ہو گا تو اس کا رد بھی کیا جاوے گا مصلحت کی ہو گی اور بوقت ملاقات کسی قسم کا ذکر نہیں کیا نہ عذر نہ معذرت بندہ سے لہٰذا سکوت کیا۔ آپ کے حالات سے بہت مسرور ہوتا ہے اور وظیفہ بھی اچھا ہے حق تعالےٰ بندہ کو بھی کچھ نصیب فرما دے۔ قیام بر مزار حضرت مجدد علیہ الرحمہ بہت عمدہ ہے حق تعالےٰ آپ کا قصد حاصل فرما دیوے اور میرٹھ کے قیام کے باب میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ بہتر ہے مگر صورت جریان وظیفہ کا ہو جانا ضرور مناسب ہے سو کر لیا جاوے۔ مولوی غلام احمد قادیانی صاحب کی "فتح الاسلام" بندہ نے بھی دیکھی اعلانات کو جو اوّل شائع کیا تھا ان کی تجدید ہوا ہے یہ اسی کا تتمہ ہے کہ اب اُن کے خیال میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ مثیل عیسیٰ ہوں۔ اس باب میں بندہ یہ گمان کرتا ہے کہ دنیا طلبی تو اُن کو مقصود نہیں بلکہ ایک خود پسندی اُن کے خیال میں بوجہ صلاحیت قائم ہو گئی تھی اب یہ خیالات بڑھتے چلے جاتے ہیں اور اس کو وہ دین و تائید دین اور اپنے کمالات جانتے ہیں اس میں مجبور ہیں۔

اس مثیل عیسیٰ ہونے کو اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دجال کی روایات کے حقیقی معنی کے انکار کو چند جگہ سے جو بندہ سے استفسار کیا گیا تو بندہ نے یہ لکھا ہے کہ یہ عقیدہ فاسد و خلاف عقائد اہل سنت و خلف کے ہے ان کو مالیخولیا ہو گیا ہے کہ خلاف عقل کے ایسی بات لکھتے ہیں کہ تمام عالم نے اس کو نہ سمجھا اب اُن کو اس کی فہم ہوئی

---

[۱] یہ خط سابق خطوط میں نقل ہونے سے بوجہ سہو رہ گیا تھا اس لئے متفرقات میں درج ہوا۔ ۱۲ عاشق الٰہی

اس پر استفسار و مباحثہ دیا ہے اور بندہ کو مطلب بتایا ہے اور تکفیر نہیں چاہیئے کہ وہ ماؤل ہے اور معذور ہے۔ فقط

مولوی عبداللہ کو منع کرنا حضرت سلمہ کا جو حافظ احمد صاحب کی تحریر سے دریافت ہوا تھا اور خط بنام حافظ قمرالدین کے تھا، حافظ قمرالدین نے دکھایا مگر نہیں مانا بعد ازو مبلغ و فرزندان ثلاثہ و والدہ حافظ احمد کو بھی اپنی خوشدامن کو لے کر چلے گئے۔ آج بمبئی سے ان کا خط بھی پہنچ جانے کا آیا کہ ۹ رشعبان کو وہاں پہنچے اور حافظ احمد نانوتوی اور حبیب الرحمن دیوبندی اور ڈاکٹر عبدالرحمن مظفر نگری ۱۱ رشعبان کو بمبئی سے روانہ ہو گئے۔ مولوی عبداللہ کو نہیں ملے۔ حافظ احمد کی والدہ کو یہ کہا گیا کہ احمد کو دو ہزار روپیہ اور نوٹ ملے ہیں۔ یہ بھی طمع روپیہ اور حج میں جلتی ہوئی اور پھر تجویز لے اپنا ہر طرح فائدہ تصور کر لیا۔ مولوی منظر حسین دہلی گئے ہیں۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۱۳۹

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون آنکہ آپ کا خط آیا حال دریافت ہوا۔ بندہ دعا گو ہے۔ اگر فرصت ہو اور حرج بھی نہ ہو تو کسی وقت مل جاویں ورنہ ضرورت نہیں باقی خیریت ہے۔ فقط والسلام پنجشنبہ ۱۰ صفر

حافظ محمد حسن صاحب کو سلام مسنون فرما دیں۔

مکتوب نمبر ۱۴۰

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون آنکہ آپ کے خط سے کیفیت معلوم ہوئی۔ بندہ بخیریت ہے۔ آپ کے اور جملہ اہل محلہ کے واسطے دست بدعا ہے۔ دو تعویذ مرسل ہیں جس پر مرد لکھا ہے وہ آپ بازو پر باندھ لیں اور جس پر زن لکھا ہوا ہے وہ اپنے گھر میں بازو پر باندھ دیں۔ اور آپ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کو بعد عشاء پانچ سو مرتبہ پڑھ لیا کریں اور اہل محلہ کو بھی بتا دیویں۔ فقط والسلام ۲ صفر چہار شنبہ۔

مکتوب نمبر ۱۴۱

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ عورت بیعت نہیں لے سکتی اور متقدمین مشائخ سے کسی نے عورت کو بیعت لینے کی اجازت نہیں دی۔ اگر کوئی شخص عورت کو خلافت بیعت دے وہ خاطی ہے۔ دستار و جبہ خلافت عورات کو نہیں مل سکتا۔ البتہ اگر صرف برکت کے واسطے مرشد اس کو کوئی شے مرحمت فرما دے تو وہ تبرک اس کو اپنے پاس رکھ سکتی ہے مگر دستار خلافت و جبہ خلافت اور عورت کو یہ امر جائز ہے کہ وہ کسی کو کچھ وظیفہ و ذکر اذکار بتا دیوے مگر مرید کرنا نادرست ہے۔ فقط والسلام

---

۱ بنام منشی محفوظ علی صاحب مرحوم ۲ بنام منشی [illegible]

مکتوبات[1] نمبر ۱۴۴

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعنایت فرمائے بندہ سطر بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ بندہ کے اوپر فرض ہے کہ جو صاحب مجھ سے علاقہ رکھتے ہیں اُن کو میں بھلائی بُرائی سے مطلع کردوں۔ ہر چند بندہ نہ قابل پیری کے ہوں اور نہ بسبب اپنی نا قابلیت کے اپنے آپ کو کسی کا مقتدا اور دوسروں کو اپنے تابع جانتا ہوں۔ اگرچہ دُوسروں کے دل میں اس امر کا خیال واقعی یا بناوٹ سے ہو۔ مگر ہر حال مسلمان کا حق مسلمان کے ذمہ ہے اور بُرے کام سے روک دینا سب پر واجب ہے۔ لہٰذا مجھ کو اس تحریر کی ضرورت ہوئی۔ عزیزم بندہ نے ایک دو کے کہنے پر اعتماد نہیں کیا مگر جب بکثرت گوش زد ہوا تو "تا نباشد چیزکے مردم نگویند چیزہا" یقین ہوا کہ کچھ تو ہے جو اس قدر کہتے ہیں۔ سبب یہ ہے کہ آدمی آخرت کے واسطے پیدا ہوا ہے نہ دُنیا کے۔ آدمی کو دُنیا میں حق تعالیٰ نے امتحان کمانے اور امتحان لینے کے واسطے بھیجا ہے۔ قرآن میں حق تعالیٰ فرماتا ہے:

"سو جس نے دُنیا میں اگر اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ کے فرمانے کے موافق عمل کیا تو وہ امتحان میں پورا ہُوا دُنیا میں بھی نیک نام اور بعد مرنے کے بھی اُجرت اور انعام پا کر شاد کام ہوگا اور ہمیشہ بلا قیاد راحت سے رہے گا اور جس نے غفلت میں عمر گزاری اور خلاف امر حق تعالیٰ کے کیا خصوصاً تعدی اور ظلم عباد اللہ پر تو وہ دُنیا میں بھی بدنام اور بعد مرنے کے بھی امتحان میں ناکام اور مبتلائے بدانجام ہوگا۔"

سو کسی عاقل کا کام نہیں کہ بچاس ساٹھ دُنیا کے جو آخرت کی نسبت ایک لمحہ کے قدر بھی نہیں نفس و شیطان کی ترغیب سے راحت و عشرت میں گزار کر اس کے عوض کروڑوں سال آگ کا عذاب گوارا کرے۔

اس کی مثال ایسی سمجھو کہ کوئی شخص اپنے گھر سے ایک جوہر بے بہا کہ جس کی قیمت کے سامنے مہا سنکھ اشرفی ہو سکیں لے کر تجارت کے واسطے نکلا کہ اس کو مضاعف کرلیوے مگر جب وہ بازار میں گیا تو بدمعاشوں اور دغابازوں کے فریب میں آکر غافل ہو کر اس جوہر کو بھی برباد کیا آگے تو کیا تجارت کرتا اور دو چار گھڑی بدمعاشوں کے ساتھ رل مل کر نفس کو مزہ ہُوا اور عیش سے گزری اور بعد دو چار گھڑی کے اُن بدمعاشوں سے جدا ہو گیا اور تہی دست گھر لوٹ کر آیا تو گھر والوں نے اُس جوہر بے بہا کا مطالبہ کیا اور نفع مانگا مگر چونکہ وہ خود جوہر کو بھی برباد کر چکا تھا نفع تو کیا حاصل ہوتا تو سوائے اس کے کہ گھر والے اُس کو مار مار کر ذلیل کریں اور ہر قسم کا عذاب اُس پر ڈال دیں اور یہ کوئی اُس کی تدبیر سوائے پریشانی اور ندامت کے نہ کر سکے اور کیا حاصل ہوگا!

پس ایسا ہی حال بندہ کا ہے کہ وہ آخرت سے جو اپنا گھر اور پچھلا مقام ہے اور وہیں لوٹ کر جاکر ہمیشہ

---

[1] یہ خط ایک منتسب کے نام ہے جن کا نام مصلحتاً علیحدہ کر دیا گیا ہے۔

کو رہنا ہے ایک جوہر ایمان اور نعمت بندگی لے کر دنیا میں آیا ہے اگر اس نے یہاں آکر موافق مرضی مولیٰ کے کام
کیا یہ جوہر بے بہا بڑھتا چلا جاتا ہے اور آخرت میں شاہان شاہ بنا دیتا ہے اور اگر غفلت میں رہا تو اس جوہر کو برباد
کیا اور باغی، مخالف، نافرمان، غافل ہو کر عذاب آخرت میں مبتلا ہوئے۔ اگرچہ اس زندگی ناپائدار میں جو ایک
لمحہ بھی بہ نسبت آخرت نہیں خوشیاں حاصل کرلے۔

پس اے عزیز ایسا غافل ہونا اور ایسا کام کرنا کہ موجب خسران ابد ہو ادنیٰ عقل والا بھی نہیں کر سکتا بلکہ ایسا
بات کو تو موٹی عقل والا احمق بھی گوارا نہیں کرتا۔ ع

چرا عاقل کند کارے کہ باز آید پشیمانی

تو اب تم سنو کہ بزعم حکومت فانیہ رعایا پر ستم کرنا اور رشوت لینا کس قدر اپنے اوپر ظلم کرنا ہے کہ ایسے دو پیسہ ناحق
لے کر اپنی بیش قیمت بے بہا کو ضائع کرے۔ بعض روایت میں آیا ہے کہ اگر کسی نے کسی کا چھوٹا سا حق بھی مار دیا خواہ غصب
سے خواہ رشوت سے خواہ خیانت سے خواہ فریب سے، اس کے عوض سات سو نمازیں دلائی جائیں گی۔ اور ایک
نماز ہفت اقلیم کی سلطنت اور دولت سے زیادہ ہے علیٰ ہذا القیاس۔ تو ان مظلوموں کے گناہ اس ظالم پر ڈال دیئے
جاویں گے۔ سو کتنے خسارہ کی بات ہے کہ ایسی گراں مایہ عبادت ایک ذرہ نجاست حاصل کرکے زائل کردے۔

بعد اس تحریر پہنچنے کے یقین کرتا ہوں کہ ہر شخص خصوصاً تم جیسا فہمیدہ آدمی ایسی بے جا حرکت سے متنبہ ہو کر
متنفر ہو جاوے اور تمام اہل حقوق سے اپنے قصور و حقوق معاف کرانے کی فکر میں ہوگا اور آئندہ کو ایسی حرکت
کے قریب بھی نہ جاوے گا مگر ہاں اگر کوئی حساب آخرت کا منکر ہو اور وعدہ وعید قرآن و حدیث کو جھوٹ جانتا ہو
تو وہ جو چاہے کرے۔ مگر اس وقت تک جو تم سے ایسی امید نہیں رکھتا ہے اور جو کچھ مجھ پر واجب تھا وہ تم
کو سنا کر حق تعالیٰ کے یہاں سے اپنی برأت حاصل کر چکا۔ اب آپ کی بابت مجھ سے باز پرس نہ ہوگی۔ ع

ہر کہ دانا بکار خود ہشیار

اگر یہ نصیحت آپ کو پسند آوے تو اس کو قبول سے مجھ کو مطلع کر دیویں اور اگر ناخوش ہو تو معذور رہو۔ مجھ کو
تعجب یوں ہوتا ہے کہ جب تم اس طرف میں تھے تو ہر طرح تمہارے حسن معاملات سن کر خوشی ہوتی تھی، اب اس طرف
جا کر تمہارا ایسا حال بدل گیا اس کی کیا وجہ ہوئی شاید صحبت بددینوں کی باعث اس کی ہوئی ہو۔ میں خط
پڑھنے سے معذور ہو گیا ہوں۔ اگر کوئی لکھنے والا مل جاتا ہے تو اس کو بتلا دیتا ہوں وہ لکھ دیتا ہے اسی سبب
سے یہ مضمون کم لکھا گیا۔ اگر خود لکھتا ہوتا تو بہت لکھتا کہ تمہاری یہ شان سن کر مجھ کو بڑا صدمہ ہوا۔ اپنے گھر
میں اور اپنے فرزندان کو میری طرف سے سلام کہہ دینا۔ فقط والسلام [illegible] ذی الحجہ [illegible] یوم دوشنبہ

❁

مختلف طبقات اور جدا جدا تعلقات والے اصحاب کے نام کرامت نامجات امام ربانی قدس سرہ کا
نمونہ چونکہ اس رسالہ میں جمع کرنا مقصود ہے اس لئے اب چار خطوط بنام جناب حافظ وحید الدین [illegible]

درج کرتا ہوں جن میں نہایت بے تکلف دوستانہ انداز قائم ہے باہمی نشاط آمیز چہل بھی ہے بے تکلف تحریر
شاید دوسرے کے نام نظر سے نہ گزرے گی اُن کے بعد تین خطوط حافظ صاحب کے صاحبزادے مولانا
سعید الدین صاحب کے لکھ کر کسی والا نامہ پر رسالہ ختم کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۴۳

برادرم حافظ وحید الدین صاحب سلمہٗ السلام علیکم! بخیریت ہوں آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ بندہ بھی ماہ
ذی الحجہ سے ایک مدت تک بیمار رہا اور ہر روز خیال آپ کا آتا رہا کہ کیا وجہ ہوئی کہ یک لخت خط بند ہو گئے خیال گزرا
کہ یہ شغل سابق لہر آگئی تھی وہ اب بند ہو گئی ہو گی یا یوں جیسا سے کہ کوئی جواب باصواب نہ پایا تحریر ترک کر دی یا کوئی
اور وجہ پیدا ہوئی ہو اور خود محنت کم فرصت ہو گیا۔ کسی کو خط لکھنا دشوار یا سخت ضرورت ہو یا اتفاقاً ہو ورنہ کچھ نہیں۔
معمولاً اپنی کم لیاقتی سے دل سرد ہو گیا کہ ساری عمر رائیگاں میں گزر دی۔ اب پیری میں محنت بھی نہیں ہو سکتی پہلے حالات بھی
فرو ہو گئے اب شکوک کا قصہ بہت طویل اور تحریر بھی اس کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ نہ معلوم کیا لکھوں! کیا سمجھو؟ مگر یہ ضرور ہے کہ
مقصود تمام سلوک کا یہی ہے کہ معاصی سے نفرت ہو جائے اور اطاعت کی رغبت ہو جاوے اور حالات ترتیب کچھ ضروری
مقصود نہیں، بندہ بندگی کر رہا ہے وہ بیقراری نہ تھی اور کو جب یہ امر حاصل ہوا تو اصل مطلب حاصل ہو گیا وہ سب مقدمہ تھا
نہ مقصود بالذات تھا نہ درگاہ شکر کی بات ہے۔

باقی رہا یہ کہ تم بالا نے عرش خیال سے پہنچے اور حق تعالیٰ کی ذات پاک بندہ کے ساتھ ہے تو وہ حالات آپ
کے حضرت اعلیٰ نے دیکھے جانے اور یہ سمجھ کر کہ اب قابل تلقین مقصد ہو گئے۔ یہ مراقبہ تلقین فرمایا کہ ذات پاک کو ساتھ
جانو اور اس کا مراقبہ کرو اور انتہا کی کچھ حاجت نہیں۔ بس یہ ایک مراقبہ کرو جو فہم میں آوے تو علاوہ بلا خیال کیفیت
کے ذہن میں قائم کرو۔ یہی معنی ہیں کہ ذات منزہ میرے ساتھ ہے۔ فقط

حضرت کا نامہ اپنے پاس رکھو کہیں ضائع نہ ہو جاوے جب آؤ گے تو دیکھوں گا۔ فقط

نماز سب کے پیچھے ہو جاتی ہے ہاں امام متقی ہو تو بہتر ہے۔ قرآن شریف مترجم کو بے وضو ہاتھ لگانا منع ہے۔
تیمم غسل و وضو کا اگر کرنا ہو تو ایک تیمم میں دونوں کی نیت کرے تو درست ہے اور جدا جدا کرے تو بھی درست
ہے جس کا چاہے پہلے کرے جس کا چاہے پیچھے۔ تحیۃ الوضو سنت ہے۔ جو نماز بیماری میں بیٹھ کر پڑھی درست ہوئی
اعادہ کی حاجت نہیں۔ ہاں اگر نشست پڑھنے کے قابل نہ ہوا تھا اور فقط کاہلی سے نشست ادا کر دی تو جب وہ نماز
نہ ہوئی تھی اب قضا فرض ہے۔ جس سنت نفل نماز کی نیت کر کے توڑ دی خواہ تکبیر کی وجہ سے خواہ اور امر
کی وجہ سے اس کا اعادہ واجب ہے۔ رکعات تہجد تیرہ و گیارہ و نو و سات جو وارد ہیں مع وتر کے لیا۔ اگر
ہو سکے تو قصد وطن کرنا شاید ملاقات ہو جاوے ورنہ بھائی موت لگی ہوئی ہے، بڑا بڑا جوان جوان آدمی مرتے
جاتے ہیں۔ اپنی کیا توقع کہ پچاس سے بہت زیادہ بڑھا قریب ساٹھ کے پہنچا روز بروز ضعف اعضا ترقی پر

ہے اور قوت نظریہ علمیہ عملیہ میں پر افسوس ہے افسوس ہے اور بس کیا لکھوں؟ واللہ باللہ کہ دو حقوں کا خیال جن کو یاد نہ
حسرت ہوتی ہے۔ دنیا میں کم عمر کیا حسرت اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ فقط

سب کو میرا اسلام مسنون کہہ دینا۔ آج جمعہ کا روز ہے سارا دن خطوط کے جواب میں گزرے گا اور جمعہ بعد طالب علموں
سے فرصت نہیں جاتا ہوں شاید کہ علم دین کا مذاکرہ ہی موجب نجات ہو جاوے ورنہ سخت اندیشہ ہے اور تو کچھ
اندیشہ نہ ہوا۔ محمد یوسف صاحب حاجی عبد الرحمن صاحب اور سب واقفوں کو سلام پہنچے۔ مجھ کو تمہارا جبر یا درد بالکل ایسا
نشان لکھا۔

مکتوب نمبر ۱۴۴

برادرم حافظ وحید الدین صاحب مد فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔ یہ بندہ ۲ جمادی الاولیٰ کو
گنگوہ چھوڑے ہوئے ہے۔ دیوبند ہو کر سہارنپور اب چند روز سے رامپور آیا ہوا ہے۔ تمہارا خط گنگوہ پہنچا اور
گنگوہ سے رامپور آیا۔ رامپور سے جواب لکھتا ہوں۔ از خود شیخ کا خیال کرنا تو اچھا نہیں خود بخود جو شیخ کا خیال آوے
وہ بھی عمدہ نہیں مگر ایسے خیال میں مواخذہ نہیں اور جب مراقبہ کی کیفیت آجاتی ہے تو ذکر خفی ہو جاتی ہے اس پر طبیعت نہیں
جمتی۔ البتہ جب مراقبہ تام ہو جاتا ہے اس وقت سب ذکر لسانی ہو یا قلبی جلی خفی شغل مراقبہ یک درجہ ساقط ہو
جاتے ہیں اور وہ کیفیت کہ اپنے آپ کو روبرو بالکل معبود کے جانے اور شرم و حیا طاری ہو جاوے اس کا نام حضور
اور یادداشت ہے۔ اسی کو لسان شرع میں احسان کہتے ہیں۔ اور یہی نسبت معتبر ہے کہ سلسلہ چلی آتی ہے۔ جب اس
کا ملکہ ہو جاوے تو یہی امر ہے کہ قابل اجازت تلقین کے بناتی ہے اور اس کا ہی نام ذکر قلبی ہے اور اس
سے پہلے سب مقدمات اس کے ہیں۔ مبارک ہو بہت مبارک ہو۔ حق تعالیٰ اس میں ترقی فرما دے اور تکمیل عطا فرمائے۔
بہت شکر کی جگہ ہے بہت بہت شکر کرنا۔ جب سے خطرات بھی دفع ہو جاویں گے اور اگر خطرات دفع نہ ہوں اور
یہ نسبت تام ہو گئی تو پھر خطرات کا کچھ اندیشہ بھی نہیں۔ اس نسبت کے بعد قیام اس کے خطرات دفع نہ ہوویں گے۔
خطرات کسی فرد بشر کے دفع نہیں ہوتے البتہ تفرقہ برا ہے کہ ایسا ہجوم خطرات کا ہو کہ اصل نسبت سے متفرق کر دیوے
اور مشغول بخطرات ہو جاوے۔ اب اس نسبت میں زیادہ مشغول رہو اور مراقبہ معیت کا کرنا ہی علاج خطرات کا
ہے اور بس۔ فقط والسلام

خط کو اس پر تمام کرتا ہوں۔ دو مسائل کا جواب دوسرے پرچہ پر لکھتا ہوں۔

جس مرد نے کسی عورت کی لڑکی سے زنا کیا اور پھر وہ عورت اور اس کی دختر مسلمان ہو گئیں تو اب
اس مرد زانی پر دونوں حرام ہیں کسی سے اس کا نکاح درست نہیں۔

اذان خطبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قائم کی اور اس پر تمام صحابہ کا اتفاق ہوا کسی نے انکار نہ کیا تو سنت
ہوئی اس کا تارک گنہگار ہووے گا۔

ہر وقت گردن کی گھنڈی کھلی رکھنا سنت خیر البشر علیہ السلام جان کر درست ہے اور لگانا بھی سنت ہے۔ بعض وقت آپ نے لگائی بعض وقت کھولی۔

کاغذ مکتوب اگرچہ غلط ہو اُس کا ادب ہے۔ ادب سے جلا دے تو درست ہے حروف کی بے ادبی نہ کرے۔

نماز میں بعد فاتحہ کے سورۃ کے ساتھ بسم اللہ آہستہ پڑھنا درست ہے۔

چاندی کو چاندی سے بدلنے میں مساوات کی رعایت رہے۔ اگر ایک طرف چاندی زیادہ رہے گی تو ربوا ہو جاوے گا مگر چاندی کی طرف فلوس قدر قیمت زائد چاندی کے لگا کر پورا کر دیوے تو درست ہے۔

ایسا شخص کہ اُس کی آمدنی جاگیر کی پانچ ہزار روپے کی ہے اور خرچ اُس کا متوسط معتاد کم ہے تو اُس پر حج فرض ہے۔ پھر اگر روپیہ قرض سودی لے کر حج کو جاوے تو اگرچہ سود دینے کا گناہ ہووے گا مگر حج فرض ادا ہو جاوے گا۔

گھڑوائی کی اجرت لگا کر دس روپیہ بھر چاندی کو گیارہ روپیہ کو لینا بھی سود ہے اور ادھار روپوں خریدنا بھی سود ہے۔ اگر خرید کرے تو خلاف جنس سے خریدے اور نقد خریدے ورنہ درست نہ ہووے گا۔ فقط والسلام

"حصن حصین" کا وظیفہ اگر پڑھو تو اجازت ہے مگر تم سے درست پڑھا نہ جاوے گا۔ اگر صحت اُس کی کر لو اور پڑھو تو مضائقہ نہیں مگر اس کی تصحیح میں ایک مشقت ہووے گی اس لئے "یا باسط" کو بعد عشاء گیارہ سو بار پڑھا کرو اور بس۔ والسلام

مکتوب نمبر ۱۴۵

تمہیں غیروں سے کب فرصت، ہم اپنے غم سے کب خالی
چلو بس ہو چکا ملنا، نہ تم خالی، نہ ہم خالی

عزیزم حافظ وحید الدین صاحب دام شوقکم الی اللہ تعالیٰ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بعد دیر مدید آپ کا رقیمہ آیا۔ آپ نے اپنی ندامت عدم تحریر تحریر کی ہے۔ عزیزا کوئی بات ندامت کی نہیں۔ الحق کہ نہ میں اس کام کا اپنے آپ کو جانتا ہوں اور نہ طالب تحریرات و خطوں کا ہوتا ہوں کیونکہ اپنا حال خوب معلوم ہے۔ اچھا سارا جھگڑا حسن ظن والوں کا پڑا ہی ہے سو آپ کو ندامت بے فائدہ ہے۔ معہذا آپ کو اپنے سے بمراتب اچھا جانتا ہوں۔ اولاً حق تعالیٰ نے تم کو وہ طبع عطا کی کہ جس پر مجھ کو غبطہ ہے۔ دوسرے تم تلاش معاش اور کسب کے اشغال میں کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہو۔ یہ کاہل باوجود فراغ کے کچھ نہیں کر سکتا۔ اپنی نحاست کو حق تعالیٰ جانتا ہے اور اس سے ہی استغفار ہے۔

غرض مثل مشہور "جس گاؤں نہیں جانا اُس کا راہ کیا پوچھنا"۔ تم تحریر نہ ہو تو کوئی شکوہ یا عجب نہیں۔ ہاں اب تم کو خیال تحریر آیا مجھ کو بھی جواب لکھنا پڑا۔ چونکہ فرصت بہت کم ہے آج روز جمعہ کا جو ہفتہ بھر میں مخلوط جمع ہو گئے تھے طلباء کے سبق سے فرصت تھی جواب میں صرف ہوا۔ یہ آپ کا خط آخری خط ہے شروع کرتا ہوں شاید تمام ہو جاوے ورنہ شنبہ کو باقی تمام کر کے روانہ کروں گا۔

عیدین میں جس قدر تکبیرات امام دعا نکا کرے تم بھی باتباع اُس کے اُسی قدر کیا کرو۔ یہ مسئلہ صحابہ میں مختلف ہوا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے تین تکبیر کو پسند کیا اور دیگر ائمہ نے زیادہ کو قبول کیا۔ سوائے بھوپال ابو حنیفہؒ کے مذہب کی مخالفت کو واجب جانتے ہیں لہٰذا تیرہ تکبیر کہتے ہیں۔ چونکہ یہ بھی حدیث سے ثابت ہے تم خلاف مت کرو، امام کی اطاعت کرو کہ ایسی صورت میں اطاعت امام کی ضروری ہے۔ فقط

بھوپال میں حکومت اسلام کی ہے وہاں جمعہ ہوتا ہے فرض ظہر ہرگز مت پڑھو۔ فقط

اگر نماز میں آنکھ بند کرنے سے خشوع ہوتا ہو تو آنکھ کا بند کرنا مکروہ نہیں البتہ بند کیا جائے۔ فقط

شیطان کا بصورت فخر عالم علیہ السلام نہ ہو سکنا تو حدیث سے ہے مگر شیخ کی صورت میں نہ ہو سکنا مشائخ کا قول ہے۔ حدیث سے اس کا ثبوت نہیں۔ مشائخ کا فرمانا اُن کا اجتہاد ہے یا کیا ہے بندہ کو معلوم نہیں۔ اگر اُن کی تقلید سے اس مسئلہ کو قبول کرے کوئی اندیشہ نہیں۔ فقط

صلوٰۃ نوافل بعد مغرب کے چھ رکعت ہیں خواہ دو دو رکعت پڑھے خواہ دو یک سلام سے اور چار یک سلام سے ہر دو صورت درست ہے۔ فقط

ذکر اشغال و سیر اور ولادت فخر عالم علیہ السلام کا عین سعادت اور ذکر خیر اور موجب برکات کا ہے اور جہاں ذکر آپ کا ہووے گا نزول ملائکہ و رحمت کا ہووے گا اس میں کسی کو کلام نہیں مگر جب اس کے ساتھ کوئی خرابی لاحق ہو جاوے گی اور کسی طرح کا کوئی امر خلاف شرع مل جاوے گا تو اس وقت اس مجلس میں بسبب اس امر غیر مشروع کے خرابی ہو جاوے گی۔ دیکھو نماز نفل عمدہ عبادت ہے مگر جب اس کے ساتھ کوئی امر بے جا ہو جاتا ہے تو وہ بھی مکروہ ہو جاتی ہے پس مجلس مولود میں جو اس زمانہ میں شائع ہے بہت سے امور خلاف شریعت کے پائے جاتے ہیں کہ جس پر شرع کو اعتراض ہے۔ حاضر ہونا غیر متشرع لوگوں کا اور اہتمام اُس کا زیادہ جمعہ اور جماعت سے اور ضروری جاننا اس کا کہ اس کے تارک کو ملامت کریں اور سوا اس کے چند امور ہیں کہ شارع کو اُن پر اعتراض ہے لہٰذا یہ محفل غیر جائز ہو گئی ورنہ اصل میں تو موجب اجر اور برکت کی تھی۔ جیسے شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اس کی مجلس کا ذکر لکھا ہے کہ ممنوع نہ تھی کیونکہ اس زمانے میں ہرگز یہ بدعات نہ ہوئے تھے اور اب جو تشدد ہے تو اس زمانے کی مجالس پر ہے سو ایسے وقت میں بے شک یہ مجالس بدعت ہیں نہ کہ موجب خیرات۔ لہٰذا تم مجالس اس زمانہ میں شریک مت ہونا اور ویسا ہی حال قیام کا ہے کہ وہ بھی بدعت ہے۔ فقط

ایک حدیث میں مذکور ہے کہ جوان کو دودھ پلایا اور اس سے حرمت ثابت ہوئی مگر تمام علماء کے نزدیک وہ حرمت اُسی شخص کے ساتھ خاص تھی سوائے حضرت عائشہؓ کے کہ وہ تو اس مسئلہ کو عام سب کے حق میں جانتی تھیں سوائے اُن کے سب صحابہؓ نے اس کو نہیں مانا فقط اُسی شخص پر خاص کیا ہے اور مدت رضاعت فقط دو برس یا

۱؎ اس وقت بھوپال میں نواب صدیق حسن صاحب کا دور دورہ تھا اور عدم تقلید کا بازار گرم تھا۔ ۱۲ عاشق الٰہی

دونیم بریں درکے ہیں، چونکہ واللہ جاہ[1] کو کوئی بات بہت پسند ہے خواہ حق ہو یا ناحق۔ لہٰذا صاحب کے خلاف ہو کر اس مسئلہ کو لکھ دیا ہے۔ سو کمال سے بدبرحسّ خاوند اُن کو بھی ایسا مذہب مبارک ہو۔ فقط

جو قسم ہو گئی[2] سو ایسی قسم کو توڑ دے اور کفارہ قسم کا دیوے ایسی قسم مکروہ ہے۔ فقط

زعفران کا زرد اور کسنبہ کا سُرخ اور زرد اور گلابی سب کے نزدیک معلوم ہے اور سُرخ قول وغیرہ کا پختہ رنگ اکثر علماء جائز لکھتے ہیں اور بعض مطلق سُرخ کو ناجائز کہتے ہیں اگر تقویٰ کرے اولیٰ ہے ورنہ پختہ سُرخ جائز ہے۔

بقر کی قربانی حضرت سے ثابت ہے اور کھانا بھی ثابت ہوتا ہے۔ باقی اُس سے مرض ہونا دوسری بات ہے بہت سی اشیاء کہ حلال ہیں اور خلط فاسد اُن سے پیدا ہوتی ہے۔ فقط

کثرت گوشت سے دل کو سختی ہوتی ہے لہٰذا مشائخ نے کثرت کو مناسب نہیں جانا گو مباح ہے۔ ہفتہ میں تین بار گوشت کھاوے باقی دو تین روز دال وغیرہ کھاوے۔ سو یہ مسئلہ اہل ریاضت کا ہے اباحت میں اس کو دخل نہیں۔ فقط

یہ گیارہ جواب آپ کے سوالات کے ہو گئے۔ بارھویں بات بندہ کی سُنو کہ مجھے واسطے جو ساری کتاب نقل کی ہے سو رسالہ اصلاح آپ کے تو وہی عنایت ہووے۔ اگر پسند ہووے گی تو اُس میں سے جو پسند آویں گے آپ کو اطلاع کر دوں گا کہ میرے واسطے نقل کر دو اور جو ساری پسند آئی تو آپ دوسری لکھ لیں۔ بعد مدت تو عنایت کی توجہ ہوئی پھر اس میں یا کیوں کوتاہی ہے مثل مشہور آگئی کہ مسلمانی اس میں بھی آنا کانی۔ فقط والسلام

اور بعد اس کے آپ نے اپنا حال لکھا ہے۔ سو وہ حال و کیفیت تو مبارک حال ہے اس کی کیا تعریف کروں حق تعالیٰ مبارک کرے سرمایہ قادریہ کرتے رہو واقعی عمدہ شغل ہے۔ مگر وہ اس کا کہ ذوق شوق ہے بعنایت الٰہی آپ کو حاصل ہو رہا ہے۔ آئندہ یہ کہ آپ کسی کو پہنچتے ہو اور وصل نہ ہو تو کیا معنی فقر ہے؟ اس قدر کہ قرب حق تعالیٰ کا خیال رہے اعلیٰ حال ہے اور یہ قرب خیال ہی تک قائم ہونا ضروری ہے۔ ورنہ حق تعالیٰ کی ذات کوئی محسوس شے نہیں جو نور یا کچھ مشاہدہ ہو یا خیال میں آوے حق تعالیٰ اس سے برتر ہے ؎

اے برادر بے نہایت درگہی است   ہر چہ بروی میرسی بروی مایست

پس جو کچھ خیال یا شہود میں ذات آوے اس سب کو نفی کرنا واجب ہے اس کو ذات جاننا شرک ہے۔ ذات پاک بے چون و بیچگون ہے سب کیفیت سے پاک ہے ؎

دور بینان بارگاہ الست   غیر ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

پس اپنے خیال کو یہی راسخ کرو اور مشاہدہ ظاہری و باطنی سے کام نہ رکھو جب خیال اپنے منتہیٰ کو پہنچتا ہے تب ہی

۱؎ اشارہ بجانب نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم ہے ۱۲ مولوی سعید الدین

۲؎ تا حصول مطلب کسی شے کو حرام کر لینا ۱۲ منہ

مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ بارک اللہ تعالیٰ۔ اپنے دل کی خواہش میں مت رہو ؎

کار کن کار بگذر از گفتار — کاندریں راہ کار دارد کار

والسلام

حافظ محمد یوسف صاحب و شاہ جی عبدالرحمن صاحب اور جملہ احباب کو نام بنام سلام مسنون فرما دیں۔

مکتوب نمبر ۱۴۲

برادرم حافظ محمد وحید الدین صاحب۔ السلام علیکم! آپ کا خط آیا مجھے میرے فقرہ[1] کے یہ معنی سمجھے کہ اب کوئی خط نہ لکھوں گا۔ بس جاؤں گا یا ناخوش ہو کر ترک تحریر کروں گا۔ یہ معنی تھے کہ "بسبب فرصت نہ ہونے کے جب کو خط لکھا جاتا ہے یہ جواب خط آپ کا سب خطوط سے فارغ ہو کر لکھنا شروع کیا ہے۔ کیونکہ اول تو لوگوں کے خطوط اول آئے تھے وہ ترتیب مرعی تھی۔ دوسرے کچھ خط عنایت سے لکھا جاتا ہے۔ فارغ وقت فرصت میں آپ کا خط لکھوں" سو آپ کو بہر حال افسوس ہی رہتا ہے اس کا کیا علاج؟ ابجی صاحب بھی غنیمت جانتا تھا کہ جواب لکھ دیا اگر نہ لکھتا تو بمکافات آپ کی ترک تحریر کے کیا عجب تھا میں بھی برس دو برس میں جواب لکھ دیتا۔ خیر آپ کو کوئی ملال نہ چاہیئے۔ اب شکر کرو بندہ تم کو اپنے سے عمدہ جانتا ہے۔ خصوصاً یہ حال جو آپ نے اپنے لکھے اس سے تو صاف ظاہر ہو گیا کیونکہ یہ احوال نصیب بندہ نہیں۔ مجھ سے حق تعالیٰ مبارک فرما دے اور بندہ کو بھی حصہ مل جاوے آمین! یہ آپ کے حالات عمدہ حالات ہیں دیکھنے کی ہوس مت کرو شوق ذوق ذکر اور حضور حق نماز تلاوت میں رہتا ہے اعلیٰ مقصد یہی ہے اس سے زیادہ کوئی امر نہیں باقی سب امور اس سے ادنیٰ ہیں۔ دیکھنا دکھانا اس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ بس اس بات میں تو کچھ لکھنا ضرور نہیں۔

دوسری بات ایصال ثواب اگرچہ ایک شخص کی چنے ہی ہوں مگر کسی کو توقیر سے دینا چاہیئے۔ باقی یہ کہ ایک روٹی آدمی سے کہہ کر کسی کو دے دی۔ البتہ جب توقیری ہے یا ڈلی رکابی اگر کسی کھانا کو دیوے ہے تو توقیری ہے اور ٹکڑا خشک روٹی کا پاس بٹھلا کر عزت سے دینا عزت کی بات ہے۔ اب تم کچھ دو چار آنہ کا یا کم زیادہ کچھ طعام یا نقد مقرر کر کے سب اہل سلاسل کے یا تمام اولیاء کے نام پر ثواب بھیجنا کسی حاجت مند صالح کو بادب دے دیا کرو۔ کچھ ضرورت تاریخ کے لکھنے کی نہیں۔ شب جمعہ یا روز جمعہ یا جس روز چاہا اس طرح کر دیا۔ کیا ضرورت تاریخ وفات کی ہے۔ فقط

بھوپال میں جمعہ کے دو فرض کے بعد سنت پڑھو فرض ظہر مت پڑھو۔ آپ کو بندہ نے یہ نہیں لکھا کہ بھوپال دار الاسلام ہے مگر یہ لکھا ہے کہ فرض ظہر جمعہ کے بعد مت پڑھو سو پہلے سے باز رہو۔

اشراق کا وقت جب دس پندرہ منٹ دن نکل آوے ہو جاتا ہے اور جب تین گھنٹہ دن چڑھا چاشت کا

---

[1] سابق راقم کے فقرہ "یہ آخری خط ہے" مراد ہے۔ محمد عاشق الٰہی

وقت ہوگیا۔ اشراق کی دو رکعت یا چار رکعت ہیں۔ چاشت دو رکعت سے بارہ رکعت تک ہیں۔ کوئی سورۃ خاص نہیں۔

جوتہ جدید پاک ہے خواہ مسلمان سے لیا ہو خواہ چمار کافر سے۔

توکل یہ ہے کہ جو کچھ آدمی کے ہاتھ میں ہے اُس پر چنداں بھروسہ نہ ہووے جس قدر بھروسہ حق تعالیٰ کی رزاقی پر ہووے اور ترک کسب کو توکل نہیں کہتے کسب کرے اور اعتماد کسب پر بالکل نہ ہووے حق تعالیٰ پر اعتماد رہے۔

گناہ مکہ کا بہ نسبت اور جگہ کے شدید ہے لاکھ گونہ نہیں مگر بہت شدید ہے۔

اگر دن ڈھل جاوے تو نماز ظہر ادا ہو جاتی ہے ورنہ نہیں ہوتی۔ اس کو دیکھو لوگ آن کی نماز بعد دن ڈھلنے کے ہوتی ہے یا پہلے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بہرحال بارہ بجے کا اعتبار نہیں دن ڈھلنے کا اعتبار ہے۔ بارہ بجنا آگے پیچھے ہو جاتا ہے۔

کھانے شیرینی پر فاتحہ وغیرہ پڑھنا بدعت ہے نہ کرے اگرچہ تنہا ہی ہووے۔

کشتی وغیرہ سے خواہ مخواہ کھلاڑیاں کرنی مکروہ ہیں زیادہ حرکات کرے گا تو نماز فاسد بھی ہو جائے گی ایسی حرکت نہ کرے۔

ورق پر تمام حال لکھا دیکھا یہ سب حال مبارک ہے میرے واسطے بھی دعا کرنا۔ ادائے قرض کی دعا کرتا ہوں حق تعالیٰ ادا کرے آمین! جب عزم سفر مکہ کرو گے تو حج تک جا کہیں ٹل جاوے گی۔ ابھی سے کیا کرو گے؟ فقط والسلام

(بنام مولوی سعید الدین صاحب رامپوری مہتمم سائر کل بھوپال ریلوے)

مکتوب نمبر ۱۲۱

از بندہ رشید احمد عفی عنہ عزیزم مولوی سعید الدین صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آج آپ کا خط دیوبند سے پہنچا بعد مرض سے ملال ہوا مگر شکر کیا کہ صحت ہوئی۔ بقایا بھی رفع ہو جاوے گی۔ اگرچہ تم کو ایسی حالت میں کہ اسباب ظاہری پر نظر نہیں کچھ کہنا لغو سا ہے مگر تاہم بحکم "اَلدِّینُ النَّصِیحَۃ" لکھتا ہوں کہ بار بار زیارت وطن اور جانا دلداری متعلقین تدبیر کے خلاف ہے۔ اگر حق تعالیٰ نے سامان رزق مقرر کر دیا ہے اس کو متغیر متشکر نہ کرنا اور پھر خواہش جہاد کا سبب ٹھہرانا قرین مصلحت نہیں آئندہ جو مناسب جانو بہتر ہے۔ محراب کی تعریف پوچھتے ہو" محراب اس مقام کو کہتے ہیں کہ وسط دیوار قبلہ میں مکان مخصوص امام کے واسطے بنایا جاوے پس اس میں قیام بسبب مشابہت یہود کے اور مخفی ہونے حال امام کے نظر مقتدیوں سے مکروہ ہے۔ اگر قدم بھی اندر ہوں ورنہ نہیں اور دو ستونوں کے درمیان قیام امام بسبب مشابہت محراب کے مکروہ ہے۔" فقط والسلام

باقی خیریت ہے۔ مولوی عزیز الرحمٰن بھی قریب عزم بھوپال کا رکھتے ہیں۔ میرا سلام مسنون جس کو چاہو کہہ دیویں اور تم کو یہاں سے مولوی عزیز الرحمٰن و حافظ مسعود احمد سلام کہتے ہیں۔ مورخہ ۴ ذی الحجہ پنجشنبہ تصغیر ترجمہ قرآن شریف کرتا ہے۔ آپ نے ذبح کیا بہتر یہی تھا۔

مکتوب نمبر ۱۴۸

برادر مولوی سعید الدین صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ آپ کا شغل مطالعہ کتب اور تدریس طلباء اور اس میں ہی وقت صرف کرنا ہے[1] اور اس کو ہی موجب رضاء حق تعالیٰ تصور کرنا فقط بندہ تمہارا دعا گو ہے۔ تعبیر خواب یہی ہے۔ مکہ میں جانا اور بیعت جماعات اور زیارت شیخ الشیوخ شاہ ولی اللہ صاحب دریا و صالح ہے کہ شکر کرنے کی جگہ ہے اور نواب صاحب اگر نقل کتاب سے خوش ہوں تو عجب نہیں کہ دوسرا کام سپرد کر دیویں۔ نقدین کا عدد معتبر نہیں بلکہ وزن کا اعتبار ہے۔ بارہ کے عوض تیرہ[2] در صورت مساوات درست ہے اور کم زیادہ ناجائز اور ربوٰی ہے۔ فرض احتیاط الظہر مت پڑھا کرو۔ بھوپال میں جمعہ درست ہوتا ہے پھر احتیاط کی کیا ضرورت ہے بلکہ تاکید اس کا بدعت ہے۔ باقی دہلی کے قصص قابل ذکر نہیں۔ غرض احتیاط الظہر کا نام مت لو جمعہ درست ہے اور بحث اس کی طویل ہے سوا جمعہ طلب ہے۔ آج کل اس میں دہلی میں مباحثہ ہے۔ فقط

مسعود احمد بنگلہ دہلی مریض کے دیکھنے کو گئے ہیں۔ مولوی عبدالکریم[3] مولوی عزیز الرحمٰن کا سلام مسنون پہنچے۔ چھنو ادھما بھائی صاحب حاجی عبد الرحمٰن خان، حافظ محمد یوسف صاحب، الٰہی بخش صاحب اور محمود صاحب اور جس کو چاہو سلام مسنون پہنچا دینا ورنہ جیسا مناسب ہو۔ فقط

مکتوب نمبر ۱۴۹

عزیزم مولوی سعید الدین مد علمہٗ و عمرہٗ بعد سلام مسنون معانقہ فرمایند۔ آپ کا خط آیا تمہاری تبدیلی محکمہ تعلیم کی موجب سرور ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔ بندہ کو ضعف چلا جاتا ہے۔ ایسے میں تمہارے دو سوال بھی آئے۔ دونوں کا جواب لکھنا مگر مراجعت کتب تفسیر نہ ہو سکی کہ آیت کا حاصل کچھ لکھتا جو اپنے ذہن میں آیا ہے لکھ دیا ہے۔ بندہ آپ کا دعا گو ہے۔ میرا سلام مسنون جس کو چاہو پہنچا دیں۔ کلب بحیر معلم اگر جانور پکڑے اور ذبح ہو جاوے تو حلال ہے۔ ایسا ہی کوئی عالم مسلمان جو کہ بیہ شروع کرے یا کیفیت مشروع پیدا ہووے وہ مقبول ہے۔ فتقبلہا ربہا کا قول خود شارع کا ہی ہے تو اس سے کیوں تردد کرتے ہو یہ توجیہ محض ہے۔ فقط

تم دنیا کا رنگ جیسا ہوا تو جہاں تک ممکن ہو اجتناب چاہیے۔ اس کے شیوع کا جواب کیا لکھوں کہ شیوع عام ہیں

---

[1] جواب مسئلہ یعنی ذبح قربانی بیت مقدسہ معلوم نہیں ہے۔

سے نجس پاک نہیں ہو سکتا مگر ہاں دوسری تاویل سے نجات ہو سکتی ہے جس کو لکھنا مصلحت نہیں جانتا ہوں۔ اصل نسخہ ترجمہ خیر کا بندہ نے حضرت کی خدمت میں دیا تھا انھوں نے حکیم صاحب کو دیا۔ اب وہ ایسا مشکل کرم خوردہ ہو گیا کہ پڑھنا مشکل ہے۔ میرے پاس کوئی نہیں رہا تھا۔ حافظ مسعود احمد کا سلام مسنون پہنچے ۔

قول منافقین نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ[1] تین امر پر دال ہے۔ ایک اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ[2] کا صادق ہونا رسالت کا مطابق واقع کے ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہم بھی دل سے آپ کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں۔ کیونکہ شہادت وہی ہوتی ہے کہ جو اس کا قطعی قلب میں ہو تردد نہ ہو اور اس کو مطابق واقع بھی جانے ورنہ وہ شہادت کاذبہ ہوتی ہے۔ پس اس جملہ سے اپنا علم بلا تردد رسالت کا اور مطابق واقعہ کے ہونا تو ظاہر و یقینی ہے اور یہ کہ ہم مومن صادق ہیں نافق نہیں یہ لازم معنی ہے کیونکہ آپ کی رسالت کی تصدیق ہی بیان ہے۔ پس اگر حق تعالے اس جملہ کے بعد فرماتے:
وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ[3] تو ہر سہ مضمون جملہ سابق کی تکذیب لازم آتی۔ کیونکہ ہر گاہ وہ اپنے قول میں کاذب ہوئے اور کسی مضمون میں استثناء نہ ہوا تو جملہ سابقہ کے سب مضامین خلاف واقع ہوئے اور وہ کذاب مطلق ہوتے لہٰذا ہر سہ مضامین کا کذب ہونا بادی الرای میں مفہوم ہوتا ہے ۔

پس اہل اسلام کو تردد ہوتا کہ یہ جملہ تو رسالت کو ہی رفع کرتا ہے کفار کو اعتراض کی گنجائش ہوتی۔ اہل اسلام محتاج تاویل اور دوسری آیت سے جواب دینے کے محتاج ہوتے۔ کفار تعارض کا اعتراض کرتے لہٰذا حق تعالیٰ نے بیچ میں جملہ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ "آپ کے رسول ہونے کا تو کہ امر اول ہے اثبات فرما دیا کہ رسالت تیری واقعی اور صادق ہے اور اس قدر قول منافقین کا صادق ہے مگر دو امر کہ منافقین کو تصدیق رسالت ہے اور وہ مومن ہیں یہ کاذب ہے۔ اور فصیح بلیغ کا کلام وہی ہے کہ شبہات اپنے آپ ہی رفع کر دیوے۔ نہ یہ کہ دوسرے کلام پر حوالہ فرما دیوے ۔

پس سلطنت اعتراض اس جملہ کا خود دفع ہے۔ باقی آپ کی تقریر کہ "کیا یہ نہ ہوتا تو مومنین کو تکذیب رسالت کا خیال ہوتا" خود لغو ہے۔ کیونکہ اگر یہ خیال نہ ہوتا تو محتاج تاویل ہوتے۔ کفار کو محل اعتراض ہوتا۔ کلام میں یہ خوبی بلاغت نہ ہوتی اور مفسرین کا تاکید کو بایں معنی سے کہ تاکید دفع احتمال کے واسطے ہوتی ہے جو مجاز یا غلط کا محتمل ہو۔ مثلاً جَاءَنِیْ زَیْدٌ زَیْدٌ[4] میں احتمال غلط کو دفع کیا ہے کہ زید ہی مراد ہے اس میں نہ غلطی واسطے نہ مجاز ہے اور فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ[5] میں بھی احتمال مجاز کا تھا کہ اکثر پر لفظ کل کا مجازاً بولتے ہیں ایسا ہی یہاں اس ایک معنی کو نقل کر کے معنی موکد کر دیئے اور دفع ریب و دفع اعتراض کر دیا کلام موکد بالمعنی ہو گئی اور شبہات

---

[1] ہم گواہی دیتے ہیں کہ تحقیق تم واسطے ... البتہ اللہ تعالے کے پیغمبر ہو ۱۲ [2] بیشک تم اللہ کے پیغمبر ہو ۔ ۱۲
[3] اور اللہ گواہ ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں ۱۲ [4] آیا میرے پاس زید زید ۔ ۱۲
[5] کیا میرے پاس قوم سب کی سب ۔ ۱۲

کفار کو رد کر دیا۔ یہ معنی تاکید کے ہیں۔ فقط

اور اِذَا جَآءَكَ[1] الْمُنٰفِقُوْنَ میں بعد غور معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شبہ رفع نہیں ہوا انما مقرون باعتبار شہرت بلکہ عقیدہ مسلمانوں کے فرمایا ہو۔ اور ضرور نہیں کہ کفار و منافقوں کے سب کلام غلط ہی ہوں یا صحیح ہی ہوں بلکہ اَلصَّدُوْقُ قد یکذب والکذوب قد یصدق[2] بھی شائع ہے اور لفظ جَآءُوْكَ میں بھی کوئی رفع شبہ نہیں وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ[3] اور اِنْ جَآءَهُ[4] اَحَدُهُمْ مخبرٌ سے کیا رفع شبہ ہو سکتا ہے علیٰ ہذا فَتَبَیَّنُوْا سے معلوم نہیں کہ یہ کون سا فائدہ کس طرح پیدا ہوا ہے۔ قول کو صدق و کذب کا محتمل سب کہتے ہیں۔ پھر یہاں کونسا قرینہ مخصص ہو سکتا ہے اِتَّخَذُوْٓا[5] اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً سے کچھ دفع نہ ہوگا۔ کیونکہ یمین کے جُنّہ ہونے سے کذب و صدق کا کچھ امکان نہیں۔ صادق یمین بھی جُنّہ ہوتی ہے اور کاذب بھی۔ معہذا وہ دوسری کلام ہے کہ معارض پہلے کے ہو جاتی۔ وَلَوْ[6] كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا یہ محل طعن و استدلال کا بنتا۔

فَافْهَمْ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ۔

عاشق الٰہی عفی عنہ

جامع اوراق، رسالہ ہذا۔ حنفی رشیدی

---

[1] "جب کہ آئے تیرے پاس اے محمد! منافق لوگ" ۱۲

[2] "سچا کبھی جھوٹ بول دیتا ہے اور جھوٹا کبھی سچ بول دیتا ہے۔" ۱۲

[3] "اور کئی عذر بیان کرنے والے۔" ۱۲

[4] "کہ آیا اس کے پاس نابینا" ۱۲

[5] "اور بنایا انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال" ۱۲

[6] "اور اگر یہ قرآن ہوتا اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی طرف سے البتہ پاتے لوگ اس میں بہت اختلاف۔" ۱۲

مکاتیب رشیدیہ

ماخوذ از "تذکرۃ الخلیل"

مؤلفہ: حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ

طبع شدہ مجمع الخلیل کراچی

مکتوب نمبر ۱۵۰

تمہید: حضرت مولانا سہارنپوریؒ نے بخاری شریف کی حدیث پر جس میں بوقت وصال "لدود"[1] کے واقعہ کا ذکر ہے بعض شبہات ظاہر فرمائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلاف عادت مبارکہ اس واقعہ میں انتقام کیوں لیا؟ اس پر حضرت گنگوہیؒ نے یہ جواب تحریر فرمایا۔

مولوی خلیل احمد صاحب سلمہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ اس وقت تو بہت سی شروح بخاری دیکھنے کی ہے اور نہ بظاہر توقع کہ شروح سے رفع اشکال ہو۔ بندہ جو توجیہ اس مقام کی کرتا ہے یہ ہے کہ منع لدود[2] امر اللہ تعالیٰ سے تھا اور اصل امر رسول کی امر اللہ تعالیٰ ہی کی ہوتی ہے اس کے نہ ماننے میں ہتک حرمت[3] اللہ تعالیٰ تھا سو یہاں دو امر جمع ہوئے ہیں۔ آپ کی تکلیف دہی دوا پلانے میں اور ہتک[4] حرمت اللہ تعالیٰ کہ امر رسول امر اللہ ہی ہوتا ہے۔ پس آپ نے بوجہ امر ثانی کے انتقام لیا نہ بوجہ اپنی تکلیف کے۔ اسی واسطے بعد میں فرمایا کہ تم کو منع نہیں کیا تھا کہ مت کرو۔ تو معلوم ہوا کہ خلاف امر کرنا موجب ہتک حرمت۔ مراد رسول تھا کہ وہ ہتک امر اللہ تعالیٰ ہے اور یہ نہ فرمایا کہ (یہ مضمون فی کہ مجھے تکلیف کیوں دی؟) باقی الحیثیت کا کہ ہمت مرتفع جاننا مفید نہیں کیونکہ ہتک حرمت ہو چکا۔ اس فہم سے کیا فائدہ؟ یہ کوئی حد نہیں تھی کہ شبہ سے درء[5] ہو جاتا بلکہ مقام ہے کہ خطا اس کی

---

[1] جو کوئی دوا منہ کے ایک جانب میں ڈالی جائے۔ [2] یعنی لدود۔ [3] دوا ڈالنے کی ممانعت اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے قرار پائی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کی تعمیل اللہ تعالیٰ کا ہی حکم ہوتا ہے۔ [4] اللہ تعالیٰ کی بے حرمتی۔ [5] اللہ تعالیٰ کی بے حرمتی۔ [6] قرآنی مقررہ سزا جیسے زنا، چوری وغیرہ کی قسمت لگ گئی ہو قرآن مجید میں ہے، حدیث شریف میں ہے کہ اگر ثبوت میں شبہ ہو جائے تو حد جاری نہ کرو۔ [7] یعنی دفع

عمر رضی اللہ عنہ کا استفہام[۱] ہے و لا ینبغی التنازع عند نبی ہو کما قال کے حق میں تھے کہ کیوں رائے کو دخل دیتے ہو خود دیکھ لو۔

پس شارع نے منع فرمایا اور نہ تاویل کراہت المریض کی جاوے اور استفسار نہ کریں اور اپنی رائے کو کراہت طبعی عذر عالم پر ترجیح دی یہ خطاء اجتہادی نہیں تھی بلکہ خطاء محض تھی۔ ایسے مخطی[۲] کو ثواب واحد نہیں۔ کیونکہ یہ محل جواز اجتہاد ہی نہیں تھا بلکہ خلاف ادب ہوا تھا اگرچہ محبت ہی کے سبب ہوا ہو۔ سو اس کو اجتہاد کہنا سراسر بے موقع ہے اور لا یصلین[۳] میں شارع تشریف نہیں رکھتے تھے اور نص محتمل دو معنوں کو تھی۔ لفظ ظاہر[۴] بھی تھی اور مقصود جلدی بھی، وہ محل اجتہاد تھا وہاں کوئی مانع اجتہاد نہ تھا۔ دونوں نے شارع کا حکم ہی یقین کر کے عمل کیا تھا۔ اسی واسطے دونوں کی تصویب ہوئی۔ اس میں اور اس میں فرق بین ہے۔ وہاں معارف[۵] نص کا فعل الصلوات باوقاتها کا

---

۱ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لو اور نبی کے سامنے بحث اور جھگڑا مناسب نہیں یا اور خود لفظ ہوں۔

۲ ایسے خطاء کرنے والے کو جس کی خطاء اجتہاد کے جواز کے موقع پر نہیں اس کی خطاء پر وہ ثواب جو اجتہاد کے موقع پر خطاء ہونے سے ہوتا ہے نہیں ہو سکتا بلکہ یہ خطاء خلاف ادب ہے یہاں ثواب نہیں گرفت ہونی چاہیئے۔ جب نص کے ہوتے اجتہاد کی گنجائش نہیں تو اس خطاء کو اجتہاد کہنا بے موقع ہوا۔

۳ بخاری ج ۱ صفحہ ۱۲۹ پر عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احزاب سے واپس ہوئے تو فرمایا کوئی شخص عصر کی نماز بنی قریظہ کے سوا کہیں نہ پڑھے۔ راستہ میں عصر کا وقت ہو گیا بعض صحابہؓ نے کہا کہ ہم تو بنی قریظہ ہی میں پڑھیں گے اور بعض نے کہا۔ نماز پڑھتے ہیں حضورؐ کا یہ مراد نہیں کہ وقت ہونے پر بھی نہ پڑھیں۔ جب حضورؐ کے یہاں حاضر ہونے تو یہ واقعہ عرض کیا۔ حضورؐ نے کسی کو ملامت نہیں فرمائی۔ تو اب شبہ یہ تھا کہ اس میں صحابہؓ نے اجتہاد کیا کہ حضورؐ کی مراد کیا تھی؟ وقت سے پہلے بنی قریظہ پہنچ کر نماز پڑھنا۔ اگر وقت آ جائے تو درمیان میں پڑھ لینا۔ یا یہ مراد تھی کہ وقت بھی درمیان میں آ جائے تو بھی نماز بنی قریظہ ہی پہنچ کر پڑھیں۔ کچھ نے ایک مراد پر عمل کیا کچھ نے دوسری پر۔ دونوں نے اجتہاد کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو غلطی پر نہیں قرار دیا نہ ملامت فرمائی۔ تو یہاں بھی کسی نے لیدوو کو مناسب سمجھا کسی نے نہیں۔ اجتہاد کیا تو غلطی پر مواخذہ نہ ہونا چاہیئے۔ جواب یہ ارشاد ہے کہ سفر میں حضورؐ تشریف فرما نہ تھے کہ حضورؐ سے دریافت کر لیا جاتا اس لئے اجتہاد کی گنجائش تھی کہ ارشاد مبارک دونوں مرادوں کا احتمال رکھتا تھا اور یہاں حضورؐ تشریف فرما تھے یہاں اجتہاد کی گنجائش نہ تھی خود حضورؐ سے دریافت کرنا تھا ایسا نہیں ہوا تو یہ اجتہادی غلطی نہ ہوئی بے ادبی ہوئی اس پر گرفت ہونی تھی۔

۴ ظاہری لفظ راستہ میں پڑھنے کی ممانعت چاہتے تھے اور نماز ہی مقصود جلدی پہنچنا ہونا جلدی پہنچنے کو چاہتے تھے، دونوں کے مراد ہونے کا احتمال تھا۔

۵ ممانعت سے ہٹانے والا   ۶ نمازوں کو وقت پر پڑھنا

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے قیام بہاولپور کے دوران حضرت گنگوہیؒ کے پانچ مکاتیب

مکتوب نمبر ۱۵۲

(۱) مولوی خلیل احمد صاحب مدفیوضکم۔ فی اصلہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ اپنی عافیت پر شکر حق تعالیٰ کا کرتا ہوں۔ تمہاری صحت سے اطمینان ہوا۔ سب امور دین و دنیا رضائے حق تعالیٰ پر موقوف ہیں۔ اپنی طرف سے سعی کرتے رہنا کام بندے کا ہے اور ثمرات و مواہب عطا فرمانا اختیار مولیٰ تعالیٰ شانہ ہے کسی کے اختیار میں نہیں۔ ذکر پختہ کرنے میں ساعی رہو اور نور منبسط جو محسوس ہوا اس کو بغور ملاحظہ رکھنا چاہیئے یہاں تک کہ جملہ اشیاء میں ساری معلوم ہونے لگے دفع کرنا نہیں چاہیئے۔ فقط

مکتوب نمبر ۱۵۳

عنایت فرمایم مولوی خلیل احمد صاحب دام مجدہم۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ بخیریت ہوں۔ آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ آپ اپنے ذکر پر مبارک ہوں اور حق تعالیٰ ترقی عطا فرمائے۔ مقصود ذکر سے حضور مسمیٰ ہے جس قدر حضور ہو بہتر ہے اور ذکر قلبی وہ ہے کہ بدون لفظ اسم کے ذات مسمیٰ کی طرف خیال ہو جیسا کہ محبوب کی ولد میں مثلاً بدون تصور اسم ذات کے ولد کی طرف دھیان ہوتا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ولد میں صورت بھی غالب اوقات مدنظر ہوتی ہے اور یہاں چونکہ شکل و صورت سے برأت ہے لہٰذا نفس مسمیٰ کا خیال ہے اس خیال میں اگر کوئی وضع و شکل مدنظر قلب ہو لاحول سے دفع کرنا چاہیئے کہ ذات حق تعالیٰ نفس وجود ہے نہ قیود نہ مانند ؎

دور بینان بارگاہ الست — غیر ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سے آگے ہم کو اس کی نماز سے اپنے روزہ کو اس کے روزہ سے حقیر سمجھا کرے گا مگر وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار میں سے نکل جاتا ہے کہ خون تک نہیں لگتا۔ سوال یہ تھا کہ حضور نے انتقام نہیں لیا تعزیر میں فرمائی۔ جواب یہ ہوا کہ یہ قصہ پہلی تعزیر سے منع بقدر گناہ ہی ہوتی ہے۔ ۵؎ کل یہ حضرت علیؓ تو اس کے مجرب تھے ان لوگوں لدوو سے مستثنیٰ فرما دیا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ وہ روزہ دار تھے مگر شرح بخاری کا جواب یہ ہے کہ قتل کے وقت وہ موجود نہ تھے اس لئے مستثنیٰ قرار دیئے گئے گو مشورہ کے شریک وہی تھے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) ۱ه درازی کیا جائے تھا اشوق شوق کی اصلاح کے لئے عطا ہو۔ ۲ه پھیلا ہوا ۳ه جاری و سرایت کر رہا ہو ۴ه ذات ریکھا وہ نام ہے جو ذکر میں لیا جاتا ہے ۵ه بیٹے کے سامنے نہ ہونے میں ۶ه بلا ذات کے نام کی صورت کے وہ ذہن میں موجود نہ ہو ۷ه عہد الست کے روز تک نظر رکھنے والے بھی اس کے سوا کوئی خیال نہیں لے جا سکے کہ ہیں وہ ہیں۔ (خلیل احمد)

سوائے ان کے جو کچھ ہے سب مخلوقات وحادث ہے اور غیر ہے نہ عین۔ بہرحال جو کچھ ہے وہ عنایت محض ہے اس کا شکر ضروری ہے۔ فقط

مولوی عبدالرحمن جیسے رفیق ہمدم کا فوت ہونا البتہ موجب حسرت ہے مگر کیا کیجئے اپنے اختیار میں کچھ نہیں حق تعالےٰ ہم کو بھی باایمان لے جاوے۔ آمین

عبداللہ سستان کا بھی انتقال ہوا اور سب سے زیادہ یہ ہے کہ برادر مکرم کو شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس عالم سے رحلت فرما ہوگئے۔ ایک فرزند ہفت ماہہ چھوڑا۔ حق تعالےٰ ان کو بھی جوار رحمت میں قرب دیوے۔ اور میاں امین الدین صاحب ماموں مولوی محمد قاسم صاحب کے بھی بحق مرشد میں سے فوت ہوئے۔

کیا عجب ہے کہ وہ دخان آئندگی جو میاں ظہور احمد نے خواب میں دیکھی نمونہ اسی حشر کا ہو یا اور آفات ہیں کہ عالم میں قیامت خیز فتن سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس سے نجات بجز اس کے شریعت مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے التجا اور تمسک کیا جاوے اور کچھ نہیں۔ یہی تعبیر خواب ہے۔ دلائل کا پڑھنا بہتر ہے التزام کر لو۔ فقط

مکتوب ۱۵۲

مولوی خلیل احمد صاحب۔ السلام علیکم۔ آپ کا خط آیا۔ حضوری[۱] کی اور اس کے شکر کے عجز سے بہت بہت فرحت ہوئی۔ الحمدللہ علی ذلک۔ آدمی اگر ہر بن مو ہزار با ہزار زبان ہو جاوے اور مدت دنیا ایک[۲] ادنیٰ نعمت کا شکر ادا کرنا چاہے نہیں ہو سکتا بلکہ ہر تعمد شکر بھی ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ ذلک بالامر ہر بن منت کبریٰ ہو جاتا ہے۔ وہ کون ہے کہ توفیق حضور کا شکر تفصیلی کر سکے۔ ہاں عجز عن ادا شکر کو اگر اپنا شکر قبول فرما لیویں تو بندہ نوازی سے کیا بعید ہے کہ ایسے نالائق بے بس کو ایسے منعم محبت سے معاملہ ہوا۔ بجز اس کے کہ ہمہ تن ننا اپنے کردار سے ہو کر پانی ہو جاوے اور شرم اپنے قصور اور اس کے نعمائے سے خاک بن جاوے، اور کیا کر سکتا ہے۔ بارے شکر ہے کہ آپ کو یہ مقام عطا ہوا۔ اس کا نام یادداشت باصطلاح حضرات نقشبندیہ ہے۔ اب اس یادداشت کے ساتھ حیاء مالک حقیقی کی ہونی ضرور ہے کہ جیسا کہ ہم اپنے کسی بڑے مربی منعم ذی جاہ کے سامنے کوئی سبک حرکتی خلاف رضا نہیں کر سکتے ایسا ہی معاملہ خلوت میں۔ بلکہ اس حاضر ناظر محل سے ہونا چاہیئے تاکہ حضور مستی کا مصداق پورا ہو جاوے۔ یعنی ہر ہر حرکت کو پیش نظر اس مالک تعالیٰ شانہ جان کر میزان شرع کہ قانون رضا ہے ناپ تول کر درمیان دے۔ اب یہ مراقبہ دائمی کرنا چاہیئے۔

---

[۱] دعوائی [۲] بابن کی برکت [۳] دونوں بڑے احسان کے تحت رہن ہوتا ہے ایک خود نعمت ایک تعمد شکر کی توفیق [۴] برائے شکر ہست عاجز ہوں [۵] نجات کرنے والے بے نیاز [۶] اپنے فعل سے بالکل بے تعلق ہو کر احسان کی محبت سے پانی پانی ہو جائے [۷] انعام عظیم اور اپنی کوتاہی ہے۔ [۸] شریعت کی ترازو سے کیونکہ وہی رضائے حق کا قانون ہے۔ (خلیل احمد)

الغرض ہر کام کو بقصد ذات تصور کرنا اور اس کا مرضی و غیر مرضی دریافت کرنا ترک و عمل کرنا چاہیئے۔
اور اس کا یہی تمام احسان ہے وفقنا[۲] اللہ بہا۔ اور اس عاجز کو بھی بدعائے خیر یاد دلانا کہ مجھ کو بھی یہ مرتبہ نصیب ہو۔
مہمات عمر خرابی میں گزری اور اصل مقصود میسر نہ آیا۔ وہاں احباب کا حسن ظن اگر کارگر ہو جاوے تو انا عند ظن[۳]
عبدی بی کا بندہ امیدوار ہوں در باب نکاح[۴] کے مشورہ دوں۔ اپنے دل کا عزم تو یہ ہے کہ تجرد[۵] کے برابر کسی
شے میں راحت نہیں مگر حوائج ضروریہ میں نکاح بھی ہے۔ ایک حاجت کے واسطے صدہا خرخشات اٹھانے پڑتے
ہیں۔ اگر اس حاجت کا تقاضا ہو تو تجرد سے بہتر تاہل[۶] کو نہیں جانتا ہوں۔ مگر ہاں اگر اہل نیت[۷] تکثیر امت کا
خیال کرکے کرے تو دوسری بات ہے۔ لہٰذا اس امر میں صاف قطعی بات کچھ نہیں لکھ سکتا ہوں۔ تم اپنے حال سے
مجھ سے زیادہ واقف ہو۔ قیام گنگوہ کے باب میں جو آپ کی خوشی مجھ کو کیا عذر ہے؟ زیادہ کیا لکھوں، اس میں
مجھ کو کوئی حرج نہیں۔ آپ کے زعم میں اگر آپ کا فائدہ ہے تو بہتر ہے۔ جواب والدین میں بھی اگر مناسب ہو چارہ
توقف لکھ دو اور اپنے حال کو خوب غور سے دریافت کرلو۔ فقط

مکتوب نمبر ۱۵۵

حامداً و مصلیاً۔ از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ برادرم مولوی خلیل احمد صاحب دام برکاتہم۔ بعد سلام مسنون
مطالعہ[۸] فرمایند۔ نامہ سامی رسید بجوابش دیر شد کہ فرصت نداشتم معاف فرمایند۔ در باب شغل نگارش فرمودہ اند۔

---

۱ عبادت کو ادا کرنا۔ ۲ ہم سب کو اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ ۳ میں اپنے بندہ کے گمان کے پاس ہوں جو میرے ساتھ رکھے۔ حدیث قدسی۔ ۴ دوسرے نکاح کے بارہ میں ۵ خالی رہنا بلا نکاح کے ۶ اہل یعنی بیوی والا ہونا کہ سنت ادا ہونے کی اور ضرورت نہیں ۷ نیت کرنے والا۔

۸ مطالعہ فرمائیں کہ خط بندہ قدر پہنچا۔ اس کے جواب میں دیر ہو گئی کیونکہ فرصت نہ پائی معاف کریں۔ شغل کے بارہ میں تحریر فرمایا ہے تو میرے مخدوم اصل ذکر تو یادداشت کو کہتے ہیں کہ بدوں حرف و آواز کے کسی چیز کی یاد دل کے لئے لازمی چیز بن جائے۔ جیسے دوست، دوست کو دور ہونے کی حالت میں یاد رکھتا ہے اور ابتدائے تخلیق میں حق تعالیٰ کے جو اصل محبوب ہیں اسی ذکر کو انسان کے دل میں رکھ دیا ہے۔ مگر انسان اس جہان میں زید و عمرو میں مشغول ہو گیا اور اس محبوب کو بھول گیا۔ مشائخ نے اسی ذکر کے اعادہ کے لئے چند تدبیریں تجویز کی ہیں۔ لہٰذا یہ جو اوّل میں ذکر زبانی کی تلقین یا لطائف سے کسی ذکر کی حرکت پیدا کرتے ہیں اس سے مقصود وہی یادداشت ہے تاکہ یہ اس کا ذریعہ بن جائے۔

اس کے بعد میں اس بات لکھتا ہوں کہ آپ عزیز کو اوّل میں نے تین ذکر بتائے تھے۔ ایک اسم ذات کا پاس انفاس (کہ سانس لینے میں قدرتی حرکت پیدا ہوتی ہے۔ لفظ اللہ اور ہو پیدا کرنے میں کام آتا ہے) دوسرا اسم ذات کا ذکر کے وقت دل کو حرکت بھی لانا۔ تیسرا ایک ضرب والا اسم ذات زبان سے اس تصور کے ساتھ کہ اسم ذات کے

بعد ازیں اصل مطلب می نویسم کہ آں عزیز در رسالہ ذکر اوّل گفتہ بودم۔ یکے پاس انفاس اسم ذات، دوم تحریک قلب
بذکر اسم ذات، سوم یکطرفی اسم ذات زبانی بملاحظہ اینکہ نورے باسم ذات از دہن برآمدہ محیط بدن می شود۔
پس در ذکر پاس انفاس ایں قدر ملاحظہ افزایند کہ بوقت دخول نفس باسم ذات ھو الباطن تصور فرمایند و بوقت
خروج نفس باہر ھو الظاھر ملاحظہ آرند۔ گویا ایں تصور با ذکر پیدا آید کہ ذات پاک موجود حقیقی تعالیٰ شانہٗ در
ظاہر و باطن و اکبر موجود بالذات است۔ اگرچہ ایں تصور در دل بخلوت قائم خواہد گشت مگر بعد مزاولت بے تکلف
جاری خواہد شد ان شاء اللہ تعالیٰ۔ و بوقت ذکر جہر ایں قدر افزایند کہ بجائے نور محیط خود ذات پاک مذکور محیط
ذاکر است و مذکور موجود است۔

و ذکر لطائف اگر ترک فرمودہ اند حاجت ندارد، و اگر خیال آں باقی است بعد قیام ایں تصور دیدہ خواہد
شد۔ اکنوں فقط بوقت آں اگر ایں قدر خیال فرمایند کہ مذکور حقیقی بدل موجود است فقط خوب خصوصاً ذکر فرمودہ
مشغول شوند و ہمہ را بر مذکور حقیقی اعتماد فرمودہ و التجا بذات پاک او آوردہ بعجز و نیاز بجا آرند و توفیق ذکر
اگرچہ یک لحظہ باشد محض عنایت و فضل مذکور تعالیٰ شانہٗ پنداشتند، منت آں تعالیٰ بر خود نہادہ شکر بجا آرند کہ
ذکر منشور ولایت است۔ ہر کرا توفیق ذکر خود می دہند نامہ ولایت خود بدو می سپارند۔ ذاکر را معنی ایں قدر
لطف حق تعالیٰ بر یاد کردن او ذکر کہ افادہ فرمود بطور خویش بس است کہ ایں معنی ثابت مذکور آں پاک جناب
گردیدہ دیگر چیزی می خواہد کہ دائے ثمرہ ازیں فائق باشد۔ آرے در ذکر تہ فی ملاء و ذکرتہ فی نفسی فرقے
است بس بعید کہ تا امکان در ترقی، ذکرتہ فی نفسی جوید۔ و دریں ترقی استغفار از ہموں مولائے خویش جوید کہ
ففروا الی اللہ ولا ملجاء و منجا من اللہ الا الیہ: اللہ فرمودہ آمد۔ زیادہ ازیں تاب تحریر ندارم و ایں قدر ہم از
حوصلہ تنگ خود بعید می شمارم کہ ایں جملہ از قلم دارم نہ بدل رزقنی اللہ تعالیٰ و ایاکم بعینہ و ایں چند فقرہ را
آئین تصوف و طریقہ تصور فرمایند۔ والسلام

مکتوب ۱۵۶

مولوی خلیل احمد صاحب۔ السلام علیکم۔ آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ یہاں سب طرح خیریت و شکر ہے۔
تفرقہ[1] یہ ہے کہ آدمی جس کام میں مشغول ہووے کوئی شے آکر اس شغل سے غافل کردیوے، دوسری شے میں
مشغول بنا دیوے جیسا ابتدا میں ایسا ہوتا ہے کہ جب ذکر شروع ہوتا ہے گاہ حضور[2] ذکر رہے گا گاہ حضور خلاف
ذکر۔ اور خطرہ یہ کہ دوسری شے کا خیال آ گذرے تو اصل شغل کی طرف سے غفلت نہ ہووے۔ جیسا اخلاق آدمی

---

[1] ذکر و شغل کے تفرقہ یعنی خلل اور خطرہ یعنی وسوسہ کی تعریف فرق اور اثرات۔
[2] دل میں ذکر ہی ذکر کا قائم ہونا۔

اپنے وجود کو جانتا ہے اور باوجود اس علم کے علوم و خطرات دیگر اشیاء کے بھی دل میں اور نظر میں آتے ہیں مگر اصل علم خود زائل نہیں ہوتا۔

اس سے صاف روشن ہو جاتا ہے کہ نفس کو آنِ واحد[۱] میں التفات اشیائے متعددہ کی طرف ہو سکتا ہے تو غرض حضور کے ساتھ خطرہ ہو سکتا ہے۔ مثال اس کی یہ ہے کہ آب رواں پر خس و خاشاک بھی ہوتے ہیں مگر روانگی آب کو مانع نہیں اور تفرقہ حضور کے ساتھ نہیں ہو سکتا کہ حضور میں جب تفرقہ آتا ہے حضور بند ہو کر غیبوبت ہو گئی گویا کہ آب رواں کو کسی حاجز[۲] نے روک دیا۔

یہ سب بندۂ عاجز کی باتیں زبانی جمع خرچ ہے، مضامین علمی ہیں، عمل سے بے بہرہ ہوں۔ حق تعالیٰ نے آپ کو اپنے فضل و کرم سے یہ حضور عطا فرمایا ہے۔ ملہم غیبی[۳] سے اس کا منتظر ہوں کہ الدال علی الخیر کفاعلہ[۴] فرمایا ہے۔ شاید[۵] کہ اہل خیر کی برکات سے کچھ حصہ مل جاوے ورنہ آنم کہ دانم[۶] تو تمہارا رہے! ایسے حسن ظن سے اندیشۂ ندامت[۷] حقیقی بھی ہوتا ہے اور انا عند ظن عبدی بی[۸] سے توقع بھی بندھ جاتی ہے۔ فقط

تمہید

ایک مرتبہ حضرت سہارنپوری کو بخار شدید ہوا اور اس تکلیف میں بھی حضور کے اندر ترقی کے ساتھ صوت اسم ذات[۹] محسوس ہوئی جس کو آپ نے شکوہ تحریر کیا اور جواب نہ آیا تو ادب کے ساتھ یاد دہانی کی اور اسی کے ساتھ دوبارہ توبہ و تجدید بیعت کا شوق ظاہر کیا، پھر جواب نہ آیا تو پریشانی و حزن ظاہر فرمایا اور آخر حضرت امام ربانی قدس سرہ کا یہ جواب آیا۔

مکتوب ۱۵۱

مولوی خلیل احمد صاحب، السلام علیکم۔ تین خط آپ کے پہنچے، اول خط جو آیا تو بسبب شدت بخار و لرزہ کے ہمت جواب تحریر نہ پائی۔ آپ نے اپنے بخار کا حال لکھا تھا اور اس میں ترقی حضور اور حضور صوت اسم ذات کا ذکر

---

۱ ایک ہی وقت میں کئی چیزوں کی طرف توجہ ۲ روکنے والی چیز ۳ غیب سے دل میں ڈالنے والی ذات حق تعالیٰ
۴ نیکی کا راستہ بتانے والا بھی کرنے والے کی طرح ہے برابر ثواب ملتا ہے۔ ۵ ہو سکتا ہے۔
۶ میں وہ ہوں کہ خود جانتا ہوں۔
۷ آخرت کی شرمندگی کا اندیشہ کہ آپ جیسا سمجھیں اور وہاں کچھ نہ نکلوں۔
۸ حدیث قدسی۔ میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں جو مجھ سے رکھے لہٰذا آپ اُن کے بندہ ایں لکن۔ یہ آپ کے گمان کے موافق بنا دیں۔
۹ سلطان الاذکار کی ایک قسم ہے عام لوگوں کے کام کی بات نہیں۔

تھا۔ ترقی حضور البتہ موجب سرور ہے اور صورت اخذ کوئی ضروری بات نہیں۔ اگر حضور کو مفید ہو وے تو بعض نقد نہیں ورنہ حاجت نہیں۔ آج تک مجھ کو نجات بخار سے ہوئی نہ مسعود محمود اور ان کی والدہ کو مگر ہاں اس قدر شدت نہیں اور سب کا حال ایسا ہی ہے کہ بخار سے بالکل فراغت نہیں ہوئی۔ طلاق حضور کے یہ معنی ہیں کہ بعض حضور خاں از لحاظ بیعت یا اعادہ یا در کسی صفت سے ہو وے کہ اس کے ساتھ کوئی ملاحظہ نہ رہے۔ مگر اطلاق حضور کی حاجت نہیں بلکہ ملاحظہ حیثیت اس کے ساتھ نہ ہوتا کہ کرنا اتنا موجب مزید محبت بارگاہ پاک ہووے۔ آپ تجدید بیعت کو لکھتے ہیں۔ بیعت کے لفظ سے نادم ہوتا ہوں۔ میں قابل بیعت نہیں۔ آپ کو خود سے بہتر جانتا ہوں۔ بہر صورت میں بیعت حسن عقیدت مرید ہوتی ہے اغتنم مع من احب۔ مگر غیر آپ کے خیال کا چارہ نہیں۔ آپ کی درخواست بعد ندامت قبول کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۵۸

برادرم مولوی خلیل احمد صاحب مدفیوضہم۔ بعد سلام مسنون مسئلہ عرض ہے۔ آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ دو صورتیں ہیں اگر وہاں آپ کو موافقت نہیں تو ترک وہاں کا ضروری ہے کہ اس جگہ کا آنا ہو۔ ناموافق ہو تو ترک کرنا بحکم حدیث ثابت ہے مگر چونکہ معاش کا قصہ نازک ہے لہٰذا جب تک دوسری جگہ سامان نہ ہو جاوے ترک مناسب نہیں اس واسطے چندے قیام وہاں کا مناسب ہے۔ مراد آباد میں آپ کی طلب بہت رہی۔ اب وہاں مولوی عبدالحق رامپوری آ گئے ہیں مگر جیسا چاہیے ویسا کام ان سے نہیں ہوتا۔ اگر مناسب ہو وہاں یا دوسری جگہ کی تدبیر اس کی کرتا ہوں تجویز ہو کر مطلع کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ فقط

(۱۸ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ روز جمعہ (ص ۱۱۱))

مکتوب نمبر ۱۵۹

مولوی خلیل احمد صاحب مدفیوضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے نامہ نے ورود کیا۔ حال معلوم ہوا۔ قصہ جدید سے کچھ آپ وحشت نہ کریں۔ عالم میں مخالف و موافق دونوں ہوتے ہیں۔ آپ اپنا کام کئے جاویں۔ اگر مخالفت بر سر کار معاش ہیں موافق زیر سر تشویش داشت ہیں۔ جب تک ہو اپنی طرف سے ترک مت کرو۔ ہذا الفعل

۱۔ حضور کا یعنی حق تعالیٰ کے تصور کا مطلق ہو یعنی کے ساتھ اس کی تمام کیفیت کا ملاحظہ ہونا

۲۔ مطلق ہونا حال ہونے کا غلطی میں حقیقت امام ربانیؒ سے دریافت کیا جاوے۔ یہ بیانی کہ سب ہی ہوتا ہے وہ کسی کے محتاج نہیں۔

۳۔ اصل بیعت مرید کی عقیدت حسن ظن سے ہوتی ہے وہ آپ کو حاصل ہے۔ ۵۔ انسان اسی کے ساتھ ہے جس سے محبت رکھے بخاری

۴۔ خط سے بھی بیعت درست ہے کہ رسالہ وہ محبت کا بھی ذریعہ ہے (خلیل احمد) ۶۔ صحیح مسلم ۲

۷۔ نزدہ بھی والدین ہی جاتے ہیں۔ (خلیل احمد)

کا ادرہار ہو، دوسرا اطفال کا لینا جائز ہے۔ کچھ اندیشہ نہیں۔ پہلے خط میں لکھنا سہواً ہوا تھا۔ فقط

مگر اس شکایت کی رفع اور تکذیب میر قادر علی سے اگر مناسب ہو کسی کی زبانی کرا دیجو کو نافع نہ ہو اپنی طرف سے سب کو راضی رکھنا بہتر ہے شاید کچھ نافع ہو جاوے۔ قال اللہ تعالیٰ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ[۱]۔ الخ مگر اس فرقہ کا راضی ہونا متوقع نہیں[۲]۔ حضور صاحب واعظ ان کے ترغیب دینے والے دورہ کرتے ہوں۔ فقط والسلام

روز جمعہ ۲۴ جمادی الثانیہ ۱۳۲۳ھ (زادہ در جون ۱۹۰۵ء)

مکتوب نمبر ۲

عنایت فرمایم مولوی خلیل احمد صاحب دام فیوضہم۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ مرض چونکہ ضعف بہت ہو گیا ہے مقدار کیفیت[۳] یہی کہ تپ کی نوبت ہے کہ اب دس بجے سے بارہ بجے تک رہتی ہے۔ بہرحال اب مرض قریب ازالہ کے ہے بفضلہ وہاں مولوی شمس الدین کے حال و مزاج پر جو آپ کو طمانیت ہے اور یقین غالب وہ ویسے ہی ہیں تو ان کے ساتھ جانے میں کیا اندیشہ ہے؟ بندہ کی رائے ہے کہ آپ قصد فرماویں مگر تاہم کچھ اس قدر خرچ اپنے پاس رہنا چاہیئے کہ اگر خدانخواستہ کوئی صورت دیگر پیش آجاوے تو احتیاج نہ پڑے۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ کفیل حجاج فوت ہو گیا یا مزاج کی مخالفت پیش آئی جس سے افتراق ہوا تو ایسی صورت میں بہت پریشانی ہوتی ہے اور یہ سب تدبیر ظاہر ہے کہ جن کا استعمال ممنوع[۴] نہیں ورنہ ہوتا وہی ہے جو رضاء تعالیٰ شانہ ہے۔

اب بندہ کا حال سنو کہ فرض[۵] نہیں کہ خواہ مخواہ بے کل ہو وے۔ ہاں پہلے کا ہر کی دل میں خواہش ہے لیکن ضعف جسم سے ضعف ہمت بھی ہے اس واسطے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اگر اس وقت پر ہمت ہو جاوے اور سامان بھی مقدر ہو وے تو کیا عجب ہے ورنہ کچھ صورت نہیں۔ لہٰذا اس وقت تک عزم نہیں۔ غلط افواہ مشہور ہے۔ مولوی محمد یعقوب صاحب کا عزم مجھ کو معلوم نہیں۔ ہاں تمہاری والدہ و ہمشیرہ اور بنت مولوی صاحب مرحوم تمنا ہے کہ حج کا عازم ہیں۔ نقصان مالی معلوم ہوا۔ حق تعالیٰ آپ کو اور بہت کچھ دیوے گا۔ محمد صادق کو اگر لکھا جاوے تو بہتر ہے کہ لوٹا اجر ملے۔

---

۱ تو اللہ ہی کی رحمت کی وجہ سے تم ان کے لئے نرم ہو گئے ہو۔

۲ اس فرقہ کی رضامندی کی امید نہیں ہے۔

۳ کیفیت و مقدار

۴ نہ تو تپ کے عوارض ہے کہ روزانہ کے بعد تو طل رہتا ہے اور بعض حقیقا ہے جو کچھ کافی نہیں کہ منع ہو۔

۵ حج بیت فرض نہیں پہلے ادا ہو چکا۔ (خلیل احمد)

مکتوب نمبر ۱۴۱ بنام مولانا نذیر احمد[1]

مولوی نذیر احمد صاحب۔ السلام علیکم! جو کلمات کہ انداز سے بڑھ جاویں اس کا کہنا اور لکھنا گو تمہاری عقیدت سے ہو مگر مجھ کو موجب ندامت کا ہوتا ہے۔ مولوی خلیل احمد کو بھی القاب اعلیٰ لکھنے سے چند بار منع کیا ہے۔ بہتر کلمات وہ ہیں جو اپنی قدر کے موافق ہوویں۔ مشہور یہاں یہ ہے کہ مولوی نذیر احمد اپنی والدہ کے ساتھ حج کو جاویں گے۔ مولوی محمد یعقوب صاحب کا ذکر کسی نے نہیں کیا۔ یکم شعبان یہاں بھی بروز شنبہ ہی قرار پائی۔ یہاں بارش بکثرت ہے۔ فقط رشید احمد

مکتوب نمبر ۱۴۲

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ گرامی قدر مولوی خلیل احمد صاحب مدفیوضہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا پہلا خط آیا تو چونکہ کوئی مدرس ذہن میں نہ تھا جواب میں تامل ہوا۔ یہ دوسرا خط آیا اور عزیز ابراہیم حسن بھی پہنچا تو وہ کہتا ہے کہ کتب درسیہ کو محنت کر کے پڑھاؤں گا اور میں نے بھی سن لیا ہے وہ میری ہمشیرزادہ کا پسر ہے۔ اکثر پنجاب میں رہا اور وہیں گھر بنا لیا اس واسطے آپ واقف نہیں۔ اب وہ عنقریب اپنے نکاح کے کیرانہ میں عقد ہوا ہے گنگوہ میں تھا اگرچہ اس کی وجہ سے تحصیل علم دین کی ہو رہی ہے مگر بسبب نکاح کے معاش کا فکر ہوا ہے لہذا اچھا ہے کہ بریلی میں رہے اور کچھ آپ سے خود بھی پڑھے۔ اگر وہ وہاں ہو گیا تو میری خوشی ہے مگر اس قدر خیال رہے کہ اس کی قلیل خلاف مرضی پر سرزنش نہ ہو اور زیادہ پر عناد ہو موقوف کر دینے میں رنج نہ کروں گا۔ فقط

طلبہ کی شکایت بجا ہے مگر اس زمانہ میں ایسے ہی طلبہ ہیں

ع زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز[2]

صبر کر کے پڑھائے جاؤ اور حرکت میں جلدی مت کرو۔ جب یا تنگ ترقی سے ہو جائے اس وقت جو کچھ مقدر ہے ہو جاوے گا۔ مولوی محمد حسن کی صحت سے مسرور ہوا۔ سلام مسنون ان کو اور حافظ احمد حسن اور حافظ محمد عزیز خان اور شیخ محمد حسن وغیرہم کو فرما دیں۔ سبق مولوی شوال سے شروع ہو گئے۔ ہر قسم کے طلبا یہاں بھی ہیں۔ فقط

---

۱ مولوی نذیر احمد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے ہیں [illegible] والدہ [illegible] کے ماہر تھے [illegible] ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ ان کے بعد [illegible] واپس آگئیں۔ مولوی نذیر احمد صاحب [illegible] تقسیم کے بعد کراچی میں [illegible]

۲ زمانہ تم سے موافقت نہیں کرتا تو تم زمانہ سے موافقت کر لو یعنی برداشت کرو۔ [illegible] اخلاق احمد

دار العلوم دیوبند میں شورش اور حضرت سہارنپوریؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کے نام حضرت گنگوہیؒ کا یادگار مکتوب

وہ زمانہ حاجی عابد حسین صاحب دیوبندی کے اہتمام کا تھا اور ممبران کے اضافہ کی آڑ میں کچھ ایسا فتنہ برپا ہوا کہ جس نے اہل مدرسہ کو پریشان کر دیا کہ کچھ اہل شہر بھی مخالفین میں شریک ہو گئے اور اتنا زور دیا گیا کہ یا ہماری خواہش کے موافق ہو ورنہ مدرسہ استبداد کی بدولت بند ہو جائے گا۔ شر پسند اوباشوں کی دھمکیاں جدا تھیں اور حکام وقت کا ناز پر سب کو مغلوب کرنے کا دعویٰ جدا! تھا کہ ہمدردان مدرسہ کو بھی اندیشہ تھا۔ مدرسہ آندھی کے جھونکوں سے متزلزل ہو جانے کا جیسا مشہور ہے "ملا کی دوڑ مسجد" ان روحانی بھائیوں نے بھی آخر اپنی پریشانی و بیکسی کا اظہار بذریعہ تحریر اپنے باپ[۱] سے کیا کہ مدرسہ کے سرپرست بھی تھے تو یہ تسلی بخش جواب آیا جو استقامت کا مجسمہ اور شفقت کی تصویر ہے۔ اس خط کا فوٹو لے کر اعلیٰ کاغذ پر طبع بھی کرا دیا گیا ہے کہ جن کو حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی تحریر بجنسہٖ دیکھنے کا شوق ہو وہ زیارت کر سکیں۔

مکتوب نمبر ١٦٣

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ برادران مکرمان بندہ مولوی محمود حسن صاحب و مولوی خلیل احمد صاحب مد فیوضہما۔
بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ دونوں کے چند خطوط پہنچے جن سے وہاں کا حال معلوم ہوتا رہا۔ آج مولوی خلیل احمد صاحب کا خط آیا جس سے پریشانی مدرسین کی دریافت ہوئی یہ تحریر ضروری ہوئی۔ میرے پیارے دوستو! تم کو کیوں اضطراب و پریشانی ہے تم تو "ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ"[۲] پر قانع رہو اور مدرسہ سے آپ کو فقط اتنا تعلق ہے کہ درس دیئے جاؤ۔ اگر مدرسہ بند حق تعالیٰ کرا دے گا تم اپنے گھر بیٹھے رہنا۔ اگر مفتوح[۳] رہا درس میں مشغول رہنا۔ جو تم سے درس اہل شہر کو منظور نہ ہو گا تو دوسرا باب مفتوح ہو جائے گا۔ تم کس واسطے پریشان ہوتے ہو؟ خبر بھی مت رکھو کہ کیا ہو رہا ہے؟ اپنا کام کئے جاؤ، تمہارے برابر تو کسی کے دست و پا نہیں چلتے، تم کیوں بے دست و پا اپنے آپ کو سمجھتے ہو! جس کام کے تم ہو اس میں تمہارا شریک نہیں۔
اب فقط نزاع بھی ہے کہ اہل شوریٰ کی زیادت جو تمہاری مرجح ہے، تم اپنا کام کرو۔ حاجی صاحب مصلحت کا

۱؎ روحانی باپ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ۔
۲؎ اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہیں۔ ۳؎ کھلا ہوا۔

کام کرتے ہیں وہ اپنی تدبیر میں مدہیں۔ خواہ کچھ ہو ہماری تمہاری مرضی کے موافق ہو یا مخالف اور اہل شوریٰ خود جب حاجی صاحب کو دے کر مطمئن ہو گئے تو تم پر کیا بار ہے؟ پس تم جیسے لوگوں سے تردد کا ہونا بے موقع ہے۔ تم کسی امر میں سب کشامت ہو۔ کوئی پوچھے تو جواب دو کہ درس کے باب میں ہم سے پوچھو جو ہمارا کام ہے۔ انتظام وغیرہ کو نہ ہم جانیں نہ ہم دخل دیں۔

دور اندیشہ جو معاشان بھی کیوں کرو۔ اس شعر حضرت شیخ المشائخ قدس سرہٗ کو مدنظر رکھو ؎

قصد ظالم بسوئے کشتن ما[۱] دل مظلوم ما بسوئے خدا

او[۲] درایں فکر تا بما چہ کند ما درایں فکر تا خدا چہ کند

اے عزیزان! روز ازل مقدر ہو چکا ہے۔ ذرہ ذرہ جو واقع ہوگا مدرسہ کے امور میں بھی بس وہی ہوگا اور ہو کر رہے گا خواہ کوئی دفع کرے یا واقع کرے۔ پھر تم کیوں سرگشتہ ہوتے ہو۔ ہر چہ[۳] از محبوب رسد شیریں بود۔ ہم کون ہیں؟ بے اختیار محض ہیں، اگرچہ بظاہر مختار ہیں۔ ہم پر جو گزرے گا وہ عین لطف ہوگا اور جو عالم میں صادر ہوگا وہ عین مصلحت ہوگا خواہ ترقی مدرسہ ہو یا بقاء، خواہ عزت و نصب ہمارا تمہارا ہو خواہ ذلت و عزل۔ تم بسبب وقائع بازیگر کے سانگ سمجھ کر اپنی درس کے شغل میں بسر کرو۔ اپنی واں کو زید و عمر پر چھوڑ دو۔ ہر کسے[۴] بخیال خویش خبطے دارد۔ نہ کوئی مفسد کچھ کر سکے نہ کوئی مصلح کر سکتا ہے سب فاعل مختار کرتا ہے۔ وما[۵] تشاؤن الا ان یشاء اللہ۔

؎ من[۶] از بیگانگاں ہرگز نہ نالم کہ با من انچہ کرد آں آشنا کرد

وھو[۷] ارحم الراحمین۔ بس تمام ہوا قصہ۔

وہاں کی خبر کو مشتاق ہوں۔ بشر ہوں۔ اپنے دوستوں کا دعا گو خیر طلب ہوں۔ تم کو کوئی گزند نہیں، مطمئن رہو، نہ مدرسہ کہیں جاوے۔ ہر شخص کو اپنے اپنے خیال پر نالاں جان کر کالائے بد بریش خاوند کرو اور دم بجود ہو کر کہ نوش وی ہیوش دچیزے مخروش۔ فقط۔

---

۱ ظالم کا ارادہ تو ہمارے مار ڈالنے کی طرف ہے اور ہمارا مظلوم دل اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔

۲ وہ تو اس فکر میں ہے کہ آخر ہمارے ساتھ کیا کرے اور ہم اس فکر میں ہیں کہ خدا تعالیٰ کیا کرتے ہیں۔

۳ محبوب کی طرف سے جو کچھ بھی پہنچے شیریں ہی ہے۔

۴ ہر شخص اپنے اپنے خیال کے موافق جھکڑ رکھتا ہے۔

۵ اور تم تو کچھ چاہ بھی نہیں سکتے بغیر اس کے کہ خود اللہ تعالیٰ نہ چاہیں۔

۶ میں غیروں کی وجہ سے گریہ وزاری نہیں کرتا ہوں کیونکہ میرے ساتھ تو جو کچھ کیا ہے اپنوں ہی نے کیا ہے۔

۷ اور وہ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

(باقی حاشیے اگلے صفحہ پر)

سب عزیزوں کو بعد سلام مسنون یہی مضمون جان بخش بعد سلام مسنون فرما دیجیے ۔ جو دوستان اہلِ تدبیر ہیں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ بعد سلام مسنون مضمون شکر و رضا ان سے کہہ دیجیے اور جس کو چاہو سلام کہہ دینا ۔ یہ وقت اور یہ شورش اہلِ فساد یقیناً عارضی ہے ۔ اس کا جس قدر غلغلہ ہوگا اسی قدر جلد ختم ہوگا ۔ انجام خیر ہی خیر واسطے دو، ہم رہے گا ۔

رشید احمد

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے)

ٹه تمہارا سامان شوہر کی ڈاڑھی ہے ۔ ایک محاورہ ہے ۔

سه پی لو ورنہ ش لو اور بالکل نہ بولو ۔

(حاشیہ صفحہ ہذا)

له یا شیدار ؟

مکاتیب رشیدیہ

ماخوذ از "تذکرۃ الرشید" مصنفہ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھیؒ

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہٗ اور حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی
تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے درمیان یہ اہم مکاتیب اگرچہ تذکرۃ الرشید کا جزو بن کر شائع ہو چکے ہیں لیکن
مکاتیب کی جامعیت پر نظر کرتے ہوئے اس اہم مکاتیب کو بھی "مکاتیب رشیدیہ" کا جزو بنایا جاتا
ہے۔ چنانچہ "تذکرۃ الرشید" سے یہ مکاتبت حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی تمہید و حواشی کے
ساتھ بعینہٖ نقل کی جاتی ہے۔

محمود اشرف غفی عنہ

تمہید

سب سے مقدم اس مراسلہ کا ہدیہ ناظرین کرنا مناسب سمجھتا ہوں جو حضرت امام ربانی قدس سرہٗ اور مولانا الحافظ
الحاج التقوی شاہ اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ کے مابین ۱۳۱۲ھ میں پیش آیا۔ چونکہ علامہ زمن مولانا اشرف علی
صاحب زید مجدہ کا تبحر علمی ہندوستان کے ہر ہر عالم کو تسلیم ہے۔ اس لئے شکوک وشبہات کی تقویت اسی سے اندازہ ہو
سکتی ہے اور اس کے ساتھ ہی مولانا تھانوی دام ظلہ کا وہ طبعی خداداد جوہر قابل لحاظ ہے جس کو سلامتی قلب اطاعت
حق فروتنی و بے ہمہ دانی اور بہجا اسلام سے تعبیر کر دیں نہ عادت بلاطاعت کہا جاتا ہے۔ آپ کا رجوع الی الحق جو تکبر و نخوت علمی
سے بے لوثی کی علامت اور ہر حق علم کے سچے اثر کا ثبوت ہے۔ آپ کے کمال کو اس حد تک پہنچا رہا ہے کہ واللہ العظیم۔
مولانا تھانوی کے پاؤں دھو کر پینا نجات اُخروی کا سبب ہے۔ یہ استقلال و اذعان کے مثال علماء زمانہ کے
لئے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ پائیدار یادگار ہے جو مردہ سنت کے زندہ کرنے میں اس چودھویں صدی کے
اندر سب سے پہلے مولانا کے ہاتھوں ظاہر ہوئی۔ چونکہ مولانا تھانوی میرے عقیدہ میں سرتاج علماء ہونے کے علاوہ
خود میرے محترم پیشوا اور دینی آقا ہیں اس نے اس پاکیزہ تحریر کو جو انشاء اللہ قیامت کے ہولناک دن میں مغفرت
کی دستاویز اور قلبی سلامتی و ایمان کا معیاری سند بنا کر عمل دوس لا اتحاد مولانا کے ہاتھ میں دی جائے گی کہ آج تک

شائع کرتا ہوں تاکہ احیاء سنت میتہ کی کسی درجہ میں تائید کا حصہ مجھ ناکارہ کو بھی مل جائے اور تھانوی آن کی کسی مخفی مرتبہ میں حشر کے دن مجھے بھی معیت نصیب فرما جائے۔ اس مراسلہ مرضیہ کے بعد دیگر علماء و زہاد اور خواص و عوام اہل اسلام کے پندرہ شبہات معہ جوابات بیان کروں گا۔

پہلا مکتوب از حضرت تھانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ[لہ] تعالیٰ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الافضل الاعلیٰ۔ اما بعد من العبد الذلیل۔ الی المخدوم المطاع الجلیل۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ والیکم یشتاق قلبی الاواہ۔ وبعد فقد اجتمعت فی ہذہ الایام بمولوی منور علی فقال ان حضرت مولانا ساخط علیک لاختیارک طریق بعض اکابر بک الذی یخالف طریقہم فعلیک ان تعتذر الیہم وترضیہم فحین سمعت ہذا الخبر توجعت قلبی وتالمت تالما وجیعا لکن ما الممت الالم الذی وما رایت سخطکم غیر الصدق یخیل فیا مولانا واللہ انی کنت فی ذلک الزمان غریقا فی بحار الحیرۃ والطلب۔ واتطلع الی من یخلصنی من ذلک الوصب والنصب۔ فنادانی مناد من قریب من غیر ارادتی وقصدی ہات یدک بیدی انجیک من ہذا البحر اللجی وان الغریق یتشبث بکل حشیش۔ لا ہو خیر من التمویش والتشویش۔ وقد کنت من وراء البحار من حبیبی۔ وتفتیشی وطبیبی۔ وسمعنا ما ترکت تجدد اللہ لوما المعنی نقول الاکابر۔ خذ ما صفا ودع ما کدر۔ ثم کما ساعدنی الجد ثم تراب نعلیہ۔ وحضرت لدیہ۔ حیث الارادۃ یکون لما عسی ان یکون فات بندوہ۔ فلما رجعت الی الوطن ظل وروع کالراحب السراب ماء۔ ورایتنی لا ازداد الا حیرۃ ووحشۃ۔ وضیقا ودہشۃ۔ کتبت الی حبیبی ما وقع من الحال۔ ونادیت بالبلبال۔ ؎

ومرشدی یا موئلی یا مفزعی ۔۔۔ یا ملجائی فی مبدئی ومعادی
ارحم حیاتی ایا الحیاۃ تلیس لی ۔۔۔ کہفی سوی حبیکم من زاد
فاتر الاثم بکم وانی لاثم ۔۔۔ فانظر الی برحمۃ یا ہاد
یا سیدی للہ شیئا انہ ۔۔۔ انتم الی الہدی وانی بادی

فحدد لی ونصرنی وقال عبادکر مر۔ واکاتنی علی ساحل اسلامہ۔ فنزلت شوقا۔ وتثبت ذوقا ؎

دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند ۔۔۔ واندراں ظلمت شب آب حیاتم دادند
کیمیائیست عجب بندگی پیر مغاں ۔۔۔ خاک او گشتم وچندیں درجاتم دادند

لہ اللہ کے لئے ہے سب تعریف اور سلام اس کے افضل و اعلیٰ پیغمبر پر۔ اس کے بعد از بندہ ذلیل بخدمت مخدوم و مطاع جلیل السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اور مشتاق دل کے اہل شوق کے بعد عرض ہے کہ ان دنوں ایام مولوی منور علی صاحب سے ملنے کا بندہ کو اتفاق ہوا۔ انھوں نے فرمایا کہ حضرت مولانا تم سے ناراض ہیں کیونکہ تم نے اپنے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قد لسعت حیة الھوی کبدی　　فلا طبیب لہا ولا راقی
الا الحبیب الذی شغفت بہ　　فعندہ رقیتی و تریاقی

فانی والله قد رضیت بالله ربا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیا و بشیخی امداد الله للعالمین مرشدا و ولیا و بکم یا مولای یا ھادی یا سیدی یا فخر الذی ذکر کان من تحریری و حقیقة امری خیا الله بہ عین الصدق ۔ و یحق الحق ۔ ما کان فیہ من کذب و لا شعر ۔ و لا خداع و لا سحر فیا سیدی ان تقبلوا عذری فبفضلکم العظیم ۔ و ان تصغوا الی کل ما قالہ حسادی فیہم ۔ ولا تخرجونی من الجماعة ۔ فانی ارجو منکم الکرم یوم تاتی الساعة ۔ ممن لا تلتفت حتی ان ابتدا بالحق لفظة مع الاعلان ۔ عسی ان یکون من الله تعالی امکان ۔ فاذا وقع یوجب الھوان و الخسران ۔ فانی حسبہ من فرقة اہل الملامة ۔ ولکن لیس بمنصب الامامة ۔ نعم التزمت علی نفسی انکار طریق یخالف السنة و الکتاب ۔ علی راس المنبر و بطن المحراب ۔ و ان من مصلحتی ان تقیم ھذا ۔ لعلنا نلتقی العفو والستر ۔ و ھو لنا حول من جنابکم ۔ و من تاثری کتابکم ۔ و لعل الله یحدث بعد ذلک امرا ۔ و یکون ھذا الیسر جہرا ۔ و انا قد اشتد اشتیاقی ۔ ان تبشرونی بسرعة کم ۔ رضی الله عنا و عنکم و عن جمیع المسلمین ۔ بحق سیدنا محمد صلی الله علیہ وسلم ابد الآبدین ۔

۲۹ ذی قعدہ سنہ ۱۳۱۲ ہجری

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۰) سے ہو گئے (لطیفہ) قریب کا وہ طریق عمل اختیار کر لیا ہے جو حضرت کے طریق عمل کے خلاف ہے ۔ پس ضروری ہے کہ آپ معذرت کریں اور ہمارے آقا کو راضی کریں ۔ یہ خبر سن کر مجھے نہایت صدمہ اور سخت رنج ہوا ۔ اپنے آپ کو میں نے ملامت کی اور بجز اس کے کسی شے کو نجات دینے والا نہ سمجھا ۔ میں اسے ہمارے آقا کی اس وقت حیرت اور قلب کے دریا میں ڈوبا ہوا تھا اور اس بات کا متجسس تھا کہ کوئی مجھ کو اس رنج و فکر سے چھڑا دے ۔ ناگاہ میرے قصد اور ارادہ کے بغیر قریب سے ایک منادی نے مجھے پکارا کہ لا اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے تجھے اس گہرے سمندر سے نجات دوں گا ۔"

اور ظاہر ہے کہ ڈوبتا ہوا شخص تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے کیونکہ وہ پریشانی و تشویش میں پھنسا ہے اور میرا تو یہ حال تھا کہ اپنے پیارے فریادرس طبیب (اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ) سے کشتی دریا پار پہنچا تھا ، پس اس منادی کی طرف جھک گیا اگر باوجود اس کے میں نے بزرگوں کی اس نصیحت کو ایک دن بھی نہ چھوڑا کہ "صف صفا ہے تو نہ ناگوار چھوڑ دو" پھر جب میری سمجھ نے مدا کسرہ کی خاک بعض لیکن کچھ کو چھٹ دیا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے بیعت کی تجدید کر لی اس امید پر کہ شاید ملاقات کی مشکلات ہو جائے ۔ جب وہ نہیں ہوا اور تو پیاس بڑھی ہوئی پائی اور قریب تھا کہ دھوکہ کھاؤں سچ بدعت کو رکا ہوا پانی سمجھ جاؤں اور میں نے آپ کو دیکھا ۔ سوائے حیرت و تشویش ہوئی اور تنگدلی و دہشت کے کچھ نہ پایا تب میں نے مجبور ہو کر سارا حال لکھ دیا ۔ دل سے یوں عرض کیا میرے مرشد میرے مولیٰ کے انیس میری ذریعہ مرتبی کے اسے جانے پناہ ، میرے فریادرس مجھ پر رحم فرمائیے کہ میں آپ کی صحبت کے سوا کچھ نہیں تو شرواہ ، تعلق نا قدر ہو رہا آپ سے اور میں حیران ۔ رحم کی بارش کرکے اب تو ادھر کو بھی لگاؤ ۔ میرے سردار ! (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مکتوب نمبر ۱۶۴ : حضرت گنگوہی

اما بعد حمد الله على نواله والصلوة على رسوله محمد وآله. فقد وصلت صحيفتكم لي، وقرأت رقيمتكم على حق تبينت معذرتكم بدى. فهنيئا لكم ان اتبعتم طريق السنة. ولا اشتاق بيننا بعد ذلك ولا نظر بغير الى ان اسمع منكم تطلبون من ذا الحق

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۱) سے ہی خدا واسطے کچھ تو دیجئے۔ آپ تو علی ہیں مرتے ہیں ہونا سوالی اللہ۔"

پس اعلیٰحضرت نے میری معذرت قبول فرمائی اور بدی اور کجی وغیرہ کی کے ساتھ لیا اور صلاحیت کے کنارہ پر لا کھڑا کیا ہے کے سبب جو شوق میں نے اس طرح اختر عراقی کی اور بے ذوقی سے ابیات پڑھیں ۔

دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند	واندراں ظلمت شب آب حیاتم دادند
کیمیا ئیست عجب بندگی پیر مغاں	خاک او گشتم و چندیں درجاتم دادند
دیں لب عشق کی نالکن سے کیجو میرا	کون مقبول ہے اور کس سے لکھوں جانکی ایں
ہاں وہ جاناں کو مری جاں بھی تیری قربان	جھاڑتا جاتا ہے ادکتا ہے تریاق کو پاس

اور میں خدا راضی محمد رسول اللہ کو رب سمجھتا ہے اور اسلام کو دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مانے اور اپنے شیخ حضرت امداد اللہؒ کو عالم کامل مرشد اور ولی اور آپ کو اسے بعد رہے آقا اور رہبر اور ہدایت یاب سمجھتے ہے۔ سو جو کچھ عرض کیا ہے میرا قصہ اور حقیقت الامر جو سمجھا یقین صدق اور محض حق ہے نہیں کیا نہ جھوٹ ہے نہ افترا۔ ورنہ دھوکہ ہے تو مزاج میں ملے میرے سردار اللہ واسطے میرا عذر اپنے اخلاق سے قبول فرما اور کان ہی نہ لگایئے کسی کے جو عیب جیسی چغلخوروں کی طرف۔ مجھے اپنی جماعت سے ہرگز خارج نہ سمجھئے۔ میں تو واقعی امید رکھتا ہوں کہ آپ کے ساتھ محشور ہوں گا۔ قیامت کے دن و لیکن میری ہمت اس کی متحمل نہیں ہوسکتی کہ علم کھلا (کھلا کھلا) کی مخالفت کرتے گھوں کیونکہ ممکن ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک بار تبہ ہو جس کا اس کو ایذا پہنچانی موجب ذلت و خسارہ بن جاتے ہے۔ اس میں شک نہیں کہ میں اس کو مستحق ملامت گروہ میں سمجھتا ہوں لیکن امامت کا منصب نہیں رکھ سکوں اس اپنے نفس پر کیا ہے نے خادم گویا ہے کہ جو طریق سنت و کتاب اللہ کے مخالف ہو اس کا انکار بالاسے ضمیر اور اندرون ہی تجویز کرتا رہوں اور میری مصلحت اس کی مقتضی ہے کہ میرا ز مخفی رہے تاکہ مجھے کوئی ضرر یا شر نہ پہنچے اور اسی کی آپ کی جناب سے اور نیز خطوط کے پہنچنے والے سے امید بھی ہے۔ کیا عجب ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کے بعد کوئی بات پیدا فرما دیں اور یہ راز آشکارا ہو جا سکے۔ مجھے مرتبہ با انتظار تصور فرما دیں کہیں کا کہ آنحضرت کے مجھ سے راضی ہو جانے کا مژدہ مجھ تک پہنچے حق تعالیٰ سدا راضی رہیں ہم سے اور آپ سے اور تمام مسلمانوں سے بطفیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے۔"

۲۹ ذی قعدہ سنہ ۱۳۱۶ھ

ٰلہ جواب حضرت مولانا قدس سرہ ۱۲

* اللہ کی عنایتوں پر اس کی حمد اور اس کے رسول اور آل رسول پر صلوٰۃ کے بعد مطالعہ فرمادیں۔ آپ کا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عندی بدعة. ولعلکم لم تطلعوا بادا خلاته فی تلک الشریعة. لکن هذا من مثلکم بعید. ولیس الغرض من سبیل الاسلاف برشید ورابا بادرة البیعة. ثم اعتذار عنها بالرخصة. فما احمد هذا العود واحسن بولا لکم تبتم سرا واتبعتم الذنب بالعلن. مع ان التوبة علی حسب الحوبة. کیف وانتم ممن یقتدی به فی دیارة حتی ان بیعتکم له زادت بهجة فی امصاره. وقد قال النبی صلی اللہ علیه وسلم من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها الی یوم القیامة ومن سن سنة سیئة فعلیه وزرها ووزر من عمل بها الی یوم القیامة وقال من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الدین فاخاف ان یقول الحکیم وزر هذا التضلیل. هذا واللہ اعلم بحکم واللہ علی ما نقول وکیل.

۵ر ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ ہجری

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۲ سے آگے) خط آپ کا مضمون پڑھا۔ آپ کی معذرت ظاہر ہوئی۔ مجھے آپ سے محبت ہوئی کہ آپ نے طریق سنت کو محبوب سمجھا۔ اب تو مجھ میں آپ میں کوئی امر خلاف اور بدگمانی کا باقی نہیں بجز اس کے کہ میں سنتا ہوں آپ چند امور ایسے اختیار کیے ہوئے ہیں کہ جو میرے نزدیک درست نہیں اور شاید آپ بھی اُن کو شریعت میں داخل تو نہ سمجھتے ہوں گے تاہم آپ جیسے شخص سے اتنا بھی بعید ہے۔ اپنے بزرگوں کے طریق سے روگردانی کرنے والا صاحب ارشاد و طلب رشید نہیں ہے۔ اب رہا اُس شخص سے بیعت میں جلدی کرنا اور پھر اُس سے رجوع کے ساتھ اس کی تلافی، سو اس کو میں پسند نہیں کرتا کہ گناہ تو علانیہ ہو اور توبہ مخفیہ۔ یہ ظاہر ہے کہ توبہ حسب گناہ ہونی چاہیے۔ بھلا یہ پوشیدہ توبہ کیونکر کافی ہو سکتی ہے درانحالیکہ اس شخص کے اطراف بلاد میں لوگ آپ کا اقتدار کرتے ہیں حتی کہ آپ کی بیعت نے اُن اطراف میں اُس شخص کی رونق بڑھا دی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں:

"جس نے کسی طریق مستحسن کی بنا ڈالی تو اُس کو اس کا بھی اجر ملے گا اور جو بھی اس طریق پر عمل کرے گا سب کا اجر اُس کو حاصل ہوگا اور جس نے کسی برے طریق کی بنا ڈالی تو اس پر اُس کا بھی گناہ ہے اور ان سب کا وبال اُس کی گردن پر ہے جو آئندہ اس پر عمل کریں گے۔"

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:-

"جس شخص نے بدعتی کی توقیر کی اُس نے دین کے منہدم کرنے میں اعانت کی۔"

پس مجھے تو اس کا اندیشہ ہے کہ دوسروں کو گمراہ بنانے کا گناہ آپ پر نہ ہو بغور سوچیے اور آئندہ آپ اپنے حال سے زیادہ واقف ہیں۔

واللہ علی ما نقول وکیل

۵ر ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ

دوسرا مکتوب : از حضرت تھانویؒ

بحضور لامع النور مخدوم و مطاع نیاز مندان دامت فیوضہم و برکاتہم بعد تسلیم خادمانہ عرض ہے والا نامہ ۸ ماہ
ذی الحجہ کو شرف صدور لایا معزز و ممتاز فرمایا۔ قلب حزیں کو تسلی ہوئی۔ اب تک اس سوچ میں کہ کیا عرض کروں
جواب میں تاخیر ہوئی مگر چونکہ اظہار مرض میں شرم کرنے سے معاملہ بگڑتا ہے اس لئے کچھ عرض کرنا ضروری معلوم ہوا
جن دو امروں کی نسبت حضور نے ارشاد فرمایا وہ بہت صحیح اور بجا ہے فی الواقع مجھ کو اُن میں ابتلاء ہوا۔ اب حضور
کے الطاف و اخلاق کے وثوق پر دونوں امر کی نسبت بے تکلف اپنے خیالات ظاہر کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔
اُمید ہے کہ اس میں غور فرما کر جو حکم میری حالت کے مناسب ہو صادر فرمایا جائے۔ خدا کی قسم! میں جو کچھ لکھتا ہوں
محض استشارۃً و استرشاداً لکھتا ہوں۔ نعوذ باللہ طالب علمانہ قیل و قال مقصود نہیں اور میں سچے دل سے پکا وعدہ
کرتا ہوں کہ بعد حصول شفاء قلب جس طرح حکم ہوگا اس میں ہرگز حیلہ و عذر نہ ہوگا۔ اُمید ہے کہ میری بے تکلفی کو
معاف فرمایا جائے کیونکہ بدون اظہار اپنے کیے ما فی الضمیر کے جواب شافی نہیں ہوتا ؎

چندانکہ گفتیم غم با طبیبان — درمان نکردند مسکین غریبان
ما حال دل را با یار گفتیم — نتوان نہفتن درد از حبیبان

امر اول یا شرکت بعض مجالس کی، الحمد للہ مجھ کو نہ غلو و افراط ہے نہ اس کو موجب قرب سمجھتا ہوں مگر توسع کسی قدر ضرور
ہے اور منشاء اس توسع کا حضرت قبلہ و کعبہ کا قول و فعل ہے مگر اس کو حجت شرعیہ نہیں سمجھتا بلکہ بعد ارشاد اعلیٰ حضرت
کے خود بھی میں نے جہاں تک غور کیا اپنے فہم ناقص کے موافق یوں سمجھ میں آیا کہ اصل عمل تو محل کلام نہیں ہے البتہ
تقییدات و تخصیصات بلاشبہ محدث ہیں۔ سو اس کی نسبت یوں خیال میں آیا کہ ان تخصیصات کو اگر قربت و
عبادت مقصودہ سمجھا جاوے تو بلاشک بدعت ہیں اور اگر محض امور عادیہ مبنی بر مصالح سمجھا جاوے تو بدعت نہیں
بلکہ مباح ہیں۔ گو مباح بھی بوجہ بواسطہ عبادت بن جانے کے نظیرہ عبادت کہہ دیا جاوے۔ چنانچہ بہت سے عبادات
کی یہی شان ہے اور میرے فہم ناقص میں تخصیصات طرق اذکار و اشغال اسی قبیل سے معلوم ہوئیں جو کہ اہل حق
میں بلا نکیر جاری ہیں۔ کوئی معتد بہ فرق تامل سے بھی نہ معلوم ہوا۔ ہاں اگر ان تخصیصات کو کوئی مقصود بالذات سمجھنے
لگے تو اُن کے بدعت ہونے میں بھی کلام نہ ہوگا۔

اس کے ساتھ ایک اور خیال بھی آیا کہ گو اس صورت میں یہ بدعت اعتقادی نہ ہوگا مگر اس کا اہتمام و التزام
بدعت عملی تو ہوگا لیکن خصوصیات طرق ذکر اس میں بھی ہم پلہ معلوم ہوئے۔ تیسرا اور خیال ہوا کہ گو ایسے فہیم آدمی کے
حق میں بدعت نہ ہوگا مگر چونکہ عوام کو اس سے شبہ اس کی ضرورت یا قربت کا ہوتا ہے اُن کے حفظ عقیدہ
کے لئے یہ واجب الاجتناب ہوگا مگر اس کے ساتھ ہی یہ احتمال ان تخصیصات اذکار میں بھی نظر آیا کہ اکثر عوام
ان طرق کی خصوصیات کو بہت ضروری سمجھتے ہیں اور علماء و مشائخ اُن کا پورا التزام کرتے ہیں مگر اُن کا خیال عوام کے

فعل بیا مؤثر نہیں سمجھا جاتا۔

تیسرا خیال ایک اور پیدا ہوا کہ سب کچھ سہی مگر یہ خصوصیات بعض قواعد و اصول فقہ حنفی کے خلاف معلوم ہوتے ہیں مگر یہی امر ان خصوصیات اعمال و اشغال میں بھی معلوم ہوا بلکہ ذکر جہر وغیرہ تو امام صاحب کے قول کے صریح خلاف ہے مگر باوجود ان سب تعلقوں کے جیسے خصوصیات طرق سلوک شائع و ذائع ہیں تو اس سے یوں سمجھ میں آیا کہ تخصیص وہی بدعت ہوگی جو عقیدۃً ہو اور التزام بھی وہی ممنوع ہوگا جس کے ترک پر شرعی حیثیت سے ملامت ہو اور عوام کا سبب خواص کے حق میں اس عمل کو بدعت نہ بنا دے گا اور بعض اصول حنفیہ کی مخالفت شرع کی مخالفت نہ سمجھی جائے گی۔

ان خیالات کے ذہن نشین ہونے سے ان خصوصیات کے انکار میں کمی پیدا ہوئی۔ اصل کام ترمیم فروع و مسائل اختلافیہ کا سامنے لگا مگر اس کے ساتھ ہی نہ کبھی ان اعمال کی وقعت ذہن میں آئی نہ خود رغبت ہوئی نہ اوروں کو ترغیب دی بلکہ اگر کبھی اس قسم کا تذکرہ آیا تو یہی کہا گیا کہ اولیٰ یہی ہے کہ خلافیات سے بالکل اجتناب کیا جاوے مگر جس جگہ میرا قیام ہے وہاں ان مجالس کی کثرت تھی اور بے شک ان لوگوں کو غلو بھی تھا۔ چنانچہ ابتدائی حالت میں اس انکار پر میرے ساتھ بعض لوگوں نے مخالفت کی مگر میں نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی۔ تین چار ماہ گزرے تھے کہ حجاز کا اول سفر ہوا تو حضرت قبلہ نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ اس قدر تشدد و انکار مناسب نہیں ہے جہاں ہوتا ہو انکار نہ کرو جہاں نہ ہوتا ہو ایجاد نہ کرو اور اس کے بعد جب میں ہند کو واپس آیا تو طلب کرنے پر شریک ہونے لگا اور یہ عزم رکھا کہ ان لوگوں کے عقائد کی اصلاح کی جاوے۔ چنانچہ مختلف مواقع و مجالس میں ہمیشہ اس کے متعلق گفتگو کرتا رہا اور جتنے امور اصل عمل سے زائد تھے سب کا غیر ضروری ہونا اور ان کی ضرورت کے اعتقاد کا بدعت ہونا صاف صاف بیان کرتا رہا حتیٰ کہ اس وقت میرے زمانے میں اُن کا عقیدہ بعض کا توسط پر بعض کا قریب توسط کے آ پہنچا مگر بوجہ قدامت عادت کے عمل کے ارتفاع کی امید نہیں ہے۔ عدم شرکت میں اس اصلاح کی ہرگز توقع نہ تھی ایک غرض تو شرکت سے میری یہ تھی۔

دوسرے میں نے وہاں دیکھا کہ وعظ میں لوگ کم آتے ہیں اور ان مجالس میں زیادہ اور ہر مذاق اور ہر جنس کے چنانچہ ان مجالس میں موقع اُن کے پند و نصائح اور اصلاح عقائد و اعمال کا بخوبی ملا اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں آدمی اپنے عقائد فاسدہ و اعمال سیئہ سے تائب و صالح ہو گئے۔ بہت روافض سنی ہو گئے، بہت سے جواری و شرابی و بے نماز وغیرہم درست ہو گئے غرض اکثر مقصد وعظ ہوتا تھا اور مولود برائے نام۔

تیسرے میں نے دیکھا کہ وہاں بدون شرکت ان مجالس کے کسی طرح قیام ممکن نہیں۔ ابتدا انکار کرنے سے وہاں کر دیا تھا پھر تذلیل و توہین زبانی و جسمانی کے درپے ہو گئے اور حیلہ و بہانہ ہر وقت ممکن نہیں یہ تو ممکن ہے اور کرتا بھی ہوں کہ فیصدی نوّے موقع پر عذر کر دیا اور دس جگہ شرکت کر لی، اور شرکت بھی اس نظر سے کہ ان لوگوں کو ہدایت ہوگی اور یوں خیال ہوتا ہے کہ اگر خود ایک مکروہ کے ارتکاب سے دوسرے مسلمانوں کے فرائض و واجبات کی

حفاظت ہو تو اللہ تعالیٰ سے اُمید تسامح ہے۔ بہر حال وہاں بدون شرکت قیام کرنا قریب بمحال دیکھا اور منظور تھا
وہاں رہنا کیونکہ دینی منفعت بھی ہے کہ مدرسہ سے تنخواہ ملتی ہے اور بفضلہ تعالےٰ وعظ وغیرہ کے بعد تو لینے کی مطلق
میری عادت نہیں ہے باوجود اصرار کے صاف انکار کر دیتا ہوں مگر تنخواہ ضرور لیتا ہوں اور دینی منفعت بھی میرے
زعم میں تھی اور اب بھی ہے بلکہ روز افزوں ہے۔ کیونکہ تعلیم و تدریس و وعظ وغیرہ کا سلسلہ جاری ہے ان منافع کی
تحصیل کی غرض سے منظور تھا کہ قیام کروں اور بدون شرکت قیام دشوار تھا۔ اس ضرورت سے بھی شرکت اختیار
کی لیکن ان سب اسباب و ضرورت کے ساتھ بھی اگر کسی دلیل صحیح و صریح سے مجھ کو ثابت ہو جاتا کہ اس کی شرکت
موجب ناراضی اللہ و رسول کی ہے تو لاکھ ضرورتیں بھی ہوتیں سب پر خاک ڈال دیتا۔ بفضلہ تعالےٰ بہت سے منافع
مالیہ کو اسی وجہ سے خیرباد کہہ چکا ہوں۔ توسیع رائے کے اسباب اوپر معروض ہو چکے ہیں۔ بہر حال میرے خیال میں یہ
امور خلاف اولیٰ ضرور ہیں مگر بمصالح دینیہ ان کے فعل میں گنجائش نظر آتی ہے اور عوام کی اصلاح بھی ساتھ ساتھ
واجب سمجھتا ہوں اور اپنی وسعت کے موافق کرتا بھی رہتا ہوں۔

اور اس کے ساتھ ایک خیال اور بھی ہوا۔ اور وہ بہت نازک بات ہے وہ یہ کہ اگر یہ شرکت بالکل اللہ اور
رسول کی رضا کے خلاف ہے تو حضرت قبلہ کے صریح ارشاد کی کیا تاویل کی جاوے بلکہ اہل علم کے اعتقاد و تعظیم و تعلق
و ارادت سے عوام کا ایہام ہے۔ اس سے ہر چند پھر کسی اطمینان ہوتا ہے کہ شرعاً گنجائش ضرور ہے۔ یہ خیالات میرے
خیالات و حالات کا تھا۔ اب حضور جیسا ارشاد فرماویں۔ اگر اس میں بالکل گنجائش نہیں ہے تو میں آج ہی تعلق ملازمت
کو قطع کر دوں گا۔ بمطابق تحقیق حق سبحانہ تعالیٰ سے قیامت میں کوئی کام نہ آوے گا مگر اس صورت میں حضرت
قبلہ و کعبہ کے ساتھ شرعاً کیا تعلق رکھنا چاہیئے اور حضرت کے قول و فعل کو کیا سمجھنا چاہیئے اور اگر تھوڑی بہت گنجائش
ہو خواہ تھوڑا یا خاص میری حالت جزئی کی مصلحت سے تو اس گنجائش سے تجاوز نہ کیا جاوے گا اور اس کے کتمان
کا حکم ہوگا تو انشاء اللہ تعالےٰ عمر بھر اس کا انتساب حضور حضرت کی طرف میری زبان و قلم سے نہ نکلے گا۔ غرض
جس طرح مقصود کا ارشاد ہوگا انشاء اللہ تعالےٰ بسر و چشم منظور ہوگا اور شاید کچھ شبہ چلا ہو تو بے تکلف اس
کے تحقیق پیش کر دینے کی اجازت کا خواہاں ہوں۔

امر دوم میرے تعلق سے عوام کا معتقد ہو جانا مجھ کو چند بار اس امر میں اندیشہ سخت ہوا مگر جہاں تک میں نے
سوچا شاید مشکل سے دو تین آدمی ایسے نکلیں گے جن کو اس وجہ سے اعتقاد ہوا اور خود اپنی رائے سے بعض عوام
معتقد ہو گئے قبل میرے تعلق کے۔ جن لوگوں کو مجھ سے حسن ظن تھا انھوں نے اس روایت ہی کی تکذیب کی
اور جن کو کچھ احتمال ہے تو بھی سو وہ مجھ سے بدگمان ہو گئے اُن سے نیک گمان نہیں ہوئے اور زیادہ وہی
لوگ معتقد ہیں جن کو عمر بھر بھی مجھ سے کچھ تعلق شعوری یا خصوصی نہیں ہوا۔ اب جہاں تک غور کرتا ہوں باستثناء عوام
جاہلیت کے اعلان میں بہت سے مفاسد نظر آتے ہیں ماورا اب تک اکثر لوگ اس تعلق کی تکذیب کرتے ہیں کیونکہ
ان لوگوں نے نہ اس کا مشاہدہ کیا نہ معتبر ناقل سے ان کو یہ خبر پہنچی۔ ایک آدھ غیر معتبر جاہل اس کے ناقل ہیں اُن

کی اکثر لوگ تکذیب کرتے ہیں اور میں نے ہمیشہ اس کا کتمان کیا اگر اعلان رجوع کا کیا جاوے تو مرجوع عنہ
کا اقرار لازم آتا ہے۔

دوسرے چونکہ اس اعلان میں صورۃً اُن کی اہانت ہے۔ اس لئے اندیشہ ہے کہ اس میں زیادہ شور و شر پھیل
جاوے جس کا اثر معلوم نہیں اجانب و اقارب میں کہاں تک پہنچے۔ اس لئے یوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک خط
قطع تعلق کی اطلاع کا اُن کو لکھ دیا جائے۔ وہ خود اگر اس کا اظہار کردیں تو اس میں کوئی فتنہ نہ ہوگا کیونکہ اگر
اظہار کیا جائے گا تو اس عنوان میں میری اہانت کی جاوے گی اور فتنہ کا احتمال اُن کی اہانت میں ہے اور دوسرے
لوگوں کے اطلاع کا یہ طریق ہو کہ تعیین بلا اعلان ہو جاوے اور اعلان بلا تعیین یعنی خفیۃً اطلاع کردی جائے اور
عام مجمع میں بطور قاعدہ کلیہ کے شرائط اہلیت بیعت کے بیان کر دیئے جائیں کہ جس شخص میں فلاں فلاں امور
پائے جائیں وہ قابل بیعت ہے ورنہ نہیں۔ چنانچہ بندہ نے دونوں امر کا اہتمام کیا ہے اور ابھی زیادہ کرنے کا ارادہ
ہے۔ چنانچہ جمعہ گذشتہ میں بندہ نے یہ مضمون بہت تفصیل سے بیان کیا ہے اور شرائط بیعت کو بتلا کر تمثیلاً حضور
والا کا اسم گرامی بھی بتلا دیا کہ جس شیخ کی ایسی شان ہو اُس کا غلام بننا چاہیئے ورنہ اجتناب چاہیئے۔

اس مضمون کو مکرر بھی بیان کرنے کا ارادہ ہے اور خاص طور پر بالتعیین بعض سے کہا جاتا ہے بعض سے
کہنا باقی ہے بلکہ یہ فکر ہے کہ جو لوگ اپنی راستے سے بھی معتقد ہو گئے ہیں اُن کو بھی جہاں تک قدرت ہو
سمجھایا جاوے۔ چنانچہ بعض مواقع پر کامیابی ہوئی بلکہ یوں خیال ہے کہ خود صاحب تعلق کو بھی بذریعہ خطوط
حقہ پہنچائے جائیں اور دعا بھی کی جاوے۔

خلاصہ یہ کہ جس طرح یہ تعلق مشتہر ہوا ہے قطع تعلق بھی مشتہر ہو جاوے اور جس قدر اُس میں جہر و اعلان
ہوا ہے قطع تعلق میں بھی جہر و اعلان ہو جاوے بلکہ طریق مذکور میں جہر و اعلان کسی قدر زیادہ آگیا ہے۔ اس
صورت میں مقصود بھی حاصل ہو جاوے گا اور فتنہ بھی نہ ہوگا ورنہ بہت سے خطرات معلوم ہوتے ہیں۔
لیکن اگر شرعاً یہ طریق کافی نہ ہو اور مشاق و متاعب کا برداشت کرنا ضروری ہو تو بفضل تعالیٰ اللہ و رسول
کی تحصیل رضا میں مجھ کو یہ سب کچھ گوارا ہے۔ اگر اللہ و رسول ناراض رہے تو جان و مال و آبرو کو کیا
چولہے میں ڈالوں گا۔

احقر نے بلا تکلف اپنا ما فی الضمیر پورا پورا حضور میں عرض کر دیا اب حضور ان مضامین میں اور میرے
مصالح دنیویہ و اخرویہ میں خوب غور فرما کر ارشاد فرما دیں۔ میں ہندوستان میں بجز حضور والا کے کسی
عالم یا درویش پر اطمینان کامل نہیں رکھتا نہ کسی کو اپنا خیر خواہ سمجھتا ہوں نہ کسی سے اس قدر عقیدت و محبت
ہے۔ حضور کی خفگی کو اوروں کے لطف پر ترجیح دیتا ہوں۔ گو ان امور کا عرض کرنا گستاخی سے خالی نہیں۔
مگر اللہ جانے ولولہ قلبی اس عرض کا باعث ہے۔ آج کل بحصول رخصت وطن میں ہوں بوجہ حجاب اور نیز
بایں خیال کہ مشاغل اس قدر انبساط ممکن نہ تھا حاضری سے قاصر رہا۔ ۲۲ر تاریخ کو اپنے مدرسہ چلا جانے کا

ارادہ ہے۔ اگر ۱۷ ار کو بھی جواب تحریر فرمایا جاوے تو یہاں مل سکتا ہے۔ مدرسہ میں اب آخر عرض ہے کہ اگر کوئی مضمون خلاف مزاج والا عرض ہوا ہو تو معاف فرمایا جاوے۔ دوسرے توقف جواب سے جناب حضور کو استفسار کی تکلیف ہوئی ہو اُس کو عفو فرمایا جاوے۔ زیادہ حد ادب والسلام خیر ختام۔ فقط

۱۳ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ

مکتوب نمبر ۱۶۵ : از حضرت گنگوہیؒ

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفا عنہ۔ بعنایت فرمائے بندہ مولوی محمد اشرف علی صاحب دام مجدہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا عنایت نامہ بجواب نیاز نامہ بندہ کے پہنچا۔ اُس وقت میرے پاس کوئی سنانے والا نہ تھا اور ہر کسی کو اُس کا دکھانا نامناسب ہو جاتا۔ بعد مدت کے مولوی محمد صدیق گنگوہیؒ گڑھی سے یہاں آئے۔ اُس خط کے سرنامہ کو دیکھ کر انہوں نے اس کے دیکھنے کی خواہش کی مگر چونکہ وہ بھی محرم راز نہ تھے اُن سے بندہ نے پڑھوا کر سنا مگر موقع جواب کا اُس وقت نہ ملا باشتغال مولوی محمد یحییٰ صاحب کے کہ وہ اُس وقت اپنے گھر گئے ہوئے تھے اس بندہ کو انتظار رہا جب وہ گنگوہ آئے تو آج دوسری محرم کو اُس کا جواب لکھتا ہوں۔

مکرما امر اول کے باب میں آپ کو جو کچھ اشتباہ واقع ہوا ہے وہ دو امر ہیں :-

امر اول اشتغال طرق مشائخ علیہم الرضوان۔ امر ثانی اشارہ جناب مرشد طال بقاؤہ۔ لہٰذا ہر دو امر کے باب میں بندہ کچھ لکھتا ہے سو آپ بغور ملاحظہ کریں کہ اشتغال مشائخ کی قیود و تخصیصات جو کچھ ہیں وہ اصل سے بدعت ہی نہیں اُس کو مقیس علیہ ٹھہرانا سخت حیرانی کا موجب ہے۔ خاص کر تم جیسے فہیدہ آدمی سے کیونکہ تحصیل نسبت اور توجہ الی اللہ مامور من اللہ تعالیٰ ہے۔ اگرچہ یہ کلی مشکک ہے کہ ادنیٰ اس کا فرض اور اعلیٰ اُس کا مندوب اور صدہا آیات و احادیث سے مامور ہونا اس کا ثابت ہے اور طرح طرح کے طرق وارد ہیں جس سے اُس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلکہ خاص حق تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے گویا ساری شریعت اجمالاً وہ ہی ہے کہ جس کا بسط بوجہ طول ناممکن ہے۔ اگر آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ ہر آیت و ہر حدیث سے وہی ثابت ہوتا ہے۔ پس جس چیز کا مامور بہ ہونا اس درجہ کو ثابت ہے اُس کی تحصیل کے واسطے جو طریقہ مشخص کیا جاوے گا وہ بھی مامور بہ ہوگا اور ہر زمانہ اور ہر وقت میں بعض موکد ہو جاوے گا اور بعض غیر موکد۔ لہٰذا ایک زمانے میں یہ صوم و صلوٰۃ و قرآن و اذکار مذکورۂ حدیث اس مامور بہ کی تحصیل کے واسطے کافی و وافی تھے اُس زمانہ میں یہ اشتغال مع قیود اگرچہ جائز تھے مگر اُن کی حاجت نہ تھی۔ بعد چند طبقات کے جو رنگ نسبت کا دوسری طرح پر بدلا اور طبائع اہل طبقہ کی بسبب بُعد زمانِ خیریت نشان کے دوسرے ڈھنگ پر آگئیں تو یہ اوراد اُس زمانہ کے اگرچہ تحصیل مقصود کر سکتے تھے مگر بدقت و دشواری۔ لہٰذا طبیبانِ باطن نے کچھ اُس میں قیود بڑھائیں اور کمی و زیادتی اذکار کی کی گویا حصولِ مقصود ان قیود پر موقوف ہو گیا تھا لہٰذا ایجاد بدعت نہ ہوا بلکہ اگر کوئی ضروری

کہ دیوے تو بجا ہے۔ کیونکہ حصول مقصود بغیر اس کے دشوار ہوا اور وہ مقصود مامور بہ تھا اُس کا حاصل کرنا برتبۂ خود ضروری تھا۔ پس گویا قیود مامور بہ ہوئیں نہ بدعت۔

بعد اس کے دوسرے طبقہ میں اسی طرح دوسرا رنگ بدلا اور وہاں بھی دوبارہ تجدید کی حاجت ہوئی ثُمَّ وَثُمَّ۔ جیسا کہ طبیب موسم سرما میں ایک علاج کرتا ہے کہ وہ علاج موسم گرما میں مفید نہیں ہوتا بلکہ حصول صحت کو بعض اوقات مضر ہو جاتا ہے اور باعتبار اختلاف زمانہ کے تدبیر علاج اول دوسرے وقت میں بدلی جاتی ہے جو معالجات کو سو برس پہلے ہمارے ملک کے تھے اور جو طب کی کتب سابقین میں لکھے ہوئے ہیں اب ہرگز وہ کافی نہیں اُن کا بدل ڈالنا کتب طب نے، عمل قواعد کے موافق ہے اگرچہ علاج جزوی کے مخالف ہو۔ پس اس کو فی الحقیقت ایجاد نہ کہا جاوے گا بلکہ تعمیل اصل اصول کی قرار دی جاوے گی۔

دوسری نظیر اعلاء کلمۃ اللہ ہے جس کو جہاد کہتے ہیں بتامل دیکھو کہ طبقہ اولیٰ میں تیر اور نیزہ اور سیف بلکہ پتھر بھی کافی تھا ملاحظہ احادیث سے آپ کو معلوم ہے اور اس زمانہ میں استعمال اُن آلات کا امر مضر اور ایجاد توپ اور بندوق اور تارپیڈو کا واجب ہو گیا کیونکہ تحصیل اعلاء کلمۃ اللہ بدون اس کے محال اب ان ایجادات کو نہ کوئی بدعت کہہ سکے اور نہ تشبیہ بکفار کہہ کر حرام بنا سکے بلکہ اُس کو فرض اور واجب اور مامور بہ کہنا ہوگا کیونکہ تحصیل مقصود اس پر موقوف ہی ہو گئی ہے۔ پس یہ بھی مامور بہ ہو گیا علیٰ ہذا القیاس اشغال کا حال ہے میں تعجب کرتا ہوں کہ آپ نے اشغال کو کیسے مقیس علیہ بنا لیا۔ اس واسطے کہ مقیس علیہ ضروری اور مامور بہ اور مقیس نہایت سے نہایت مباح اور کسی وجہ سے موقوف علیہ کسی امر مندوب کا بھی نہیں بلکہ بعض امور اس میں حرام اور مکروہ پھر اس کو اُس پر قیاس کرنا آپ جیسے آدمی سے کس طرح موجب حیرانی نہ ہو۔ لہٰذا اس آپ کے قیاس کو اس پر حمل کیا جاوے کہ آپ نے بدعت کے مفہوم کو ہنوز سمجھا ہی نہیں۔ کاش ایضاح الحق الصریح آپ دیکھ لیتے یا براہین قاطعہ کو ملاحظہ فرماتے یا یہ کہ تسویل نفس و شیطان بھرائی ہیں پر آپ بدون غور داخل ہو گئے۔ اب اُمید کرتا ہوں کہ اگر آپ غور فرماویں گے تو اپنی غلطی پر مطلع و متنبہ ہو جاویں گے۔

اور امر ثانی کے باب میں اگرچہ سر دست آپ کو بوجہ فرط عقیدت و محبت کے ناگوار گزرے اور اس بندہ کو گستاخ و بے ادب تصور کرو مگر حق کہہ دینے سے مجھے یہ امر مانع نہیں وہ یہ ہے کہ بندہ جو حضرت شیخ سے بیعت ہوا ہے اور جتنے اہل علم ذی فہم قدیم سے بیعت ہوتے رہتے تھے اور ہوتے رہتے ہیں تو باوجود علم غیر عالم سے جو بیعت ہوئے تو اس غرض سے بیعت نہ ہوئے اور ہوتے ہیں کہ جو کچھ اُستادوں سے کتب دینیہ میں اُنہوں نے پڑھا اور علم حاصل کیا کسی شیخ واقف سے اُس علم کو علم الیقین بنا لیویں تا کہ عمل کرنا نفس کو اُس علم پر سہل ہو جاوے اور معلوم مشہود بن جاوے علیٰ حسب استعداد اس واسطے کوئی بیعت نہیں ہوا اور ہوتا کہ جو کچھ ہم نے پڑھا ہے اُس کے صحت و سقم کو کسی شیخ غیر عالم سے پڑتال لیں اور احکام متعلقہ قرآن و حدیث کو اُس کے قول سے مطابق کر لیں کہ جس کو وہ غلط فرما دیں اُس کو آپ غلط مان لیں اور جس کو صحیح کہیں اُس کو صحیح لکھیں کہ

یہ خیال سراسر باطل ہے۔

پس اگر کسی کا شیخ کوئی امر خلاف شرع کے فرمادے گا تو اس کا تسلیم کرنا جائز نہ ہوگا بلکہ خود شیخ کو ہدایت کرنا مرید پر واجب ہوگا کیونکہ ہر دو کا حق ہر دو پر ہے اور شیخ معصوم نہیں ہے اور جب تک شیخ کسی مسئلہ کو جو بظاہر خلاف شرع ہو بدلائل شرعیہ قطعیہ ذہن نشین نہ کر دے مرید کو اس کا قبول کرنا ہرگز روا نہیں اس کی نظیریں احادیث سے بکثرت ملتی ہیں ایک نظیر بیان کرتا ہوں اس پر غور کیجئے۔

جب واقعہ مسیلمہ میں قرآء بہت سے شہید ہو گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ضیاع [illegible] قرآن کا ہوا انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جمع قرآن کا مشورہ دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بعد مباحثہ بسیار قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قبول فرمایا اور اس کا استحسان ان کے ذہن نشین ہو گیا اور دونوں کی رائے متفق ہو گئی اور سنیت بلکہ وجوب مقرر ہو گیا اور پھر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس امر کے واسطے فرمایا تو باوجود اس بات کے کہ شیخین رضی اللہ عنہما زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے علم و فضل میں بہت زیادہ تھے اور صحبت ان کی بہ نسبت زید کے طویل تھی اور ان کے باب میں حکم عام شارع علیہ السلام سے ہو چکا تھا کہ:

اقتدوا بالذين من بعدي ابي بكر و عمر۔ رواه البخاري

"اقتدا کیجیو ان کا جو میرے بعد رہا [illegible] ہوں گے یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ کا" روایت کیا اس کو بخاری نے ۱۲

معہذا زید نے چونکہ اس امر کو بدعت سمجھا تو یہی فرمایا:

كيف تفعلون شيئا لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم۔[1]

اور ان کے کہنے کو ہرگز تسلیم نہ کیا کیونکہ ایجاد بدعت ان کے نزدیک سخت معیوب تھا اور شیخین کو معصوم نہ جانتے تھے لہذا مناظرہ شروع کر دیا مگر جس وقت حضرت شیخین نے ان کو سمجھا دیا اور سنیت اس فعل کی زید کو ثابت ہو گئی تو اس وقت بدل و جان قبول کر کے اس کی تعمیل میں مصروف ہو گئے۔ بخاری کو تم نے خود پڑھا یا دیکھا ہے زیادہ کیا لکھوں؟

پس زیبا پرست شیخ ہو جانا کہ مورد و منفی کی کچھ تمیز نہ رہے یہ اہل علم کا کام نہیں لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق یہ امر بھی عام ہے اس سے کوئی مخصوص نہیں اور اگر کسی عالم نے اس کے خلاف کیا ہے تو بسبب فرط محبت کے اور جنون عشقیہ کے کیا ہے سو وہ قابل اعتبار کے نہیں اور ہم لوگ اپنے آپ کو اس درجہ کا نہیں سمجھتے بلکہ [illegible] اگرچہ [illegible]

انھیں شخصوں کی شان میں ہے اور شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ کہ مجلس سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے مجتنب رہتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ "فعل مشائخ سنت نباشد" آپ نے سنا ہوگا اور حضرت

---

[1] کیونکر کروگے ایسا کام جس کو نہیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲ مؤلف

سلطان المشائخ کا اس پر یہ فرمانا کہ "نصیر الدین درست کہتا ہے" تصدیق تقریر بندہ کی کرتا ہے۔ وہ امر بہت باریک ہے جو آپ نے لکھا ہے اُس کے جواب میں اسی قدر کافی ہے۔ اسی واسطے مشائخ اپنے مریدین علماء سے مسائل دین کی تحقیق کرتے رہتے تھے اور کرتے رہے ہیں اور اپنی معلومات مخالفہ سے تائب ہو جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت نے فوائد الفواد میں قصہ اُس عابد کا جو غار میں رہتا تھا اور شبیہ عوام کی آنکھوں میں اور رتی نجاست کی ناک میں رکھتا تھا لکھا ہے کہ انہوں نے مرید کے اتنا کہنے سے کہ اس صورت میں نماز نہیں ہوتی، بہت نمازوں کا اعادہ کیا اور اس مسئلہ کو قبول کیا۔

اور خود بندہ کو یہ واقعات پیش آئے ہیں کہ جناب حضرت حاجی صاحبؒ و حافظ صاحبؒ جو پہلے سے مولوی شیخ محمد صاحب سے مسائل دریافت کر کے اُن پر عامل تھے بندہ کے کہنے سے کتنے مسائل کے تارک ہو گئے اور واللہ کہ حافظ صاحبؒ نے یہ کلمہ میرے سامنے فرمایا کہ "ہم کو بہت سے مسائل میں ہمیشہ دھوکہ رہا" لیکن چونکہ بندہ ابتدائے صحبت سے خوگر دہ ایسی عادات کا ہے اور فرطِ محبت و عقیدت سے تمہاری حضرت کے ارشاد کو جو بسبب تصدیق کرنے قول بعض مریدین بدفہم یا کم فہم کے اور مریدین خود غرض بدنام کنندہ پیران کے بحسن ظن خود صحیح سمجھ گئے ہیں درست تصور نہیں کرتا بلکہ حضرت کو معذور جان کر غلطی سے بری سمجھتا ہوں۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام: من افتی بغیر علم فاثمہ علی من افتاہ[1]۔

لہٰذا حضرت کو معذور و بری جان کر اُن خود غرضوں کو آثم اور ضال و مضل و مکتسب [illegible] در پردہ دین یقین کرتا ہوں اور و نعوذ باللہ کہ یہ خاصہ ہرگز مجھے یہ گمان نہیں ہے بلکہ تم و جو کچھ پیش آیا ہے بغرض عقیدت واقع ہوا ہے۔ میں تم کو بھی اس امر میں معذور سمجھتا ہوں اور تمہارے واسطے دعائے خیر کرتا ہوں اگرچہ میں تمہارا شاکی بھی ہوں مگر یہ شکوہ میرا بوجہ محبت کے ہے کیونکہ شکوہ اپنوں کا ہی ہوتا ہے غیروں سے کسی کو شکوہ نہیں ہوتا۔

امر اول کا جواب تمام ہو چکا۔

امر ثانی کے باب میں جو کچھ آپ نے تدبیریں لکھی ہیں اُس میں بندہ کچھ دخل نہیں دیتا جس طرح مناسب

۱؎ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"جس نے فتوے دیا بلا علم کے سو اس کا گناہ اُس شخص پر ہے جس نے فتویٰ دیا تھا"

مطلب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باین وجہ معذور اور خطا سے بری تھے کہ کسی دوسرے متقی کے فتوے پر عمل فرماتے تھے پس اس کا گناہ تو مفتی مولوی پر ہے نہ کہ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر۔

عاشق الٰہی ۔ ۔ ۱۱

مانو اور مصلحت سمجھو اُس کی تدبیر کرو۔ غرض خلق خدا کو مستفید نا سکے پہنچنے سے بچ رہنا منظور ہے جس طرح حاصل ہو اور
جو کلشد دیگر موجب فساد ہو اُس سے بچنا مناسب ہے۔
اس مرتبہ کے مواعظ و بیانات آپ کے جو تعداد مجموعہ ہوئے اُن کو سُن کر بندہ بہت خوش ہوا اور تمہارے
واسطے دعائے خیر کرتا ہوں۔ فقط
اس تحریر میں اگر کوئی آپ کو شبہ ہو تو اُس کے اظہار کی اجازت ہے ہرگز شرم نہ کریں بندہ ہرگز ناخوش
نہ ہوگا۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی تحریر ہوئی ہوگی تو بشرط فہم اس کے قبول کرنے میں دریغ نہ ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ
۵ محرم الحرام

تیسرا خط از حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ

از کمترین خدام محمد اشرف علی صاحب۔ بعالی خدمت معزز با برکت دستگیر درماندگان رہنمائے راہ گم گشتگان
حضرت مولانا الحاج الحافظ المولوی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم۔ بعد تسلیم نیاز مندانہ التماس ہے کہ والا نامہ
معین افتخار میں شرف صدور لایا۔ حضور نے جو اس نادان ناکارہ کی دستگیری فرمائی اگر ہر بُن مو سے اس کا شکر
ادا کروں تو محال ہے پس بجز اس کے کیا عرض کروں۔

ع شکر نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو

بالخصوص کلمات محبت و شفقت آمیز سے جو کچھ مسرت و طمانینت ہوئی شاید عمر بھر بھی کبھی مجھ کو میسر نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ
حضور کی ذات اقدس کو با برکت افادہ ہم نیاز مندوں کے سر پر سلامت رکھے۔ چونکہ حضور کے دربار سے مکرر
استفسار کی اجازت عطا ہوئی ہے اس لئے بہت ادب سے پھر اپنے بعض خیالات بغرض استشفا عرض کرتا ہوں۔
امر اوّل میں ارشاد عالی اچھی طرح سمجھ میں آگیا مگر ابھی اس قدر شبہ باقی ہے کہ تعیین کو اگر ذریعہ حصول ایک
امر ماموربہ کا کہا جاوے تو ممکن ہے یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف کرنا اور آپ کی محبت و عظمت
کا دل میں جگہ دینا ضرور ماموربہ ہے۔ زمان سابق میں بوجہ قرب عہد ولادت و ولع محمود جابجا چرچا بھی رہتا تھا اور عظمت
و محبت سے قلوب بھی لبریز تھے۔ بعد چندے لوگوں کو ذہول ہوا مصنفین رحمہم اللہ تعالیٰ نے آپ کے اخلاق
و شمائل و معجزات و فضائل جداگانہ مدوّن کئے تاکہ اُس کے مطالعہ سے وہ غرض حاصل ہو۔ پھر یہی مضامین بہ ہیئت
اجتماعیہ منابر پر بیان کئے جانے لگے۔ پھر اہل ذوق نے اور کچھ قیود و تخصیصات جن میں بعض سے سہولت عمل مقصود
تھی بعض سے ترغیب سامعین بعض سے اظہار فرح و سرور بعض سے توقیر و تعظیم اس ذکر و صاحب ذکر کی منظور
تھی بڑھالی مگر مطمح نظر وہی حصول محبت و تعظیم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم رہا گو کہ حصول محبت و عظمت کا توقف اس
حیثیت خاصہ پر یعنی لولاہ لامتنع عقلاً یا عادتاً نہیں مگر یہ توقف تعیین علیہ میں بھی نہیں وہاں بھی توقف بمعنی ترتب ہے
یا لولاہ لامتنع عادتاً۔ سو اس کی گنجائش تعیین میں بھی ہے کیونکہ ترتب تو ظاہر ہے اور عند البعض امتناع عادی بھی

ہے تو اس قدر فرق بھی ہے کہ یہ احتیاج مقیس علیہ میں باعتبار اکثر طبائع کے ہے اور مقیس میں باعتبار بعض طبائع کے۔ چنانچہ دیار و امصار شرقیہ میں بوجہ غلبۂ الحاد و دہریت یا کثرت جہل و غفلت یہ حال ہے کہ وعظ کے نام سے کوسوں بھاگتے ہیں اور ان محافل میں یا بوجاہت میزبان یا اور کسی وجہ سے ذکر فضائل و شمائل نبویہ اور ان کے ضمن میں عقائد و مسائل شرعیہ سن لیتے ہیں۔ اس ذریعہ سے میرے مشاہدہ میں بہت لوگ راہِ حق پر آگئے ورنہ شاید ان کی عمر گزر جاتی کہ کبھی اسلام کے اصول و فروع اُن کے کان میں بھی نہ پڑتے اور اگر توقف سے قطع نظر کیا جاوے تب بھی ترتب یقیناً ثابت ہے سو جواز کے لئے یہ بھی کافی معلوم ہوتا ہے چنانچہ حضور کا ارشاد ہے کہ اس زمانے میں یہ اشغال باین قیود اگرچہ جائز تھے مگر ان کی حاجت نہ تھی۔ انتہی

اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز ذریعۂ تحصیل ماموربہ کا ہو خود وہ محتاج الیہ ہو یا نہ ہو جائز ہے سو ذریعہ ہونا اس کا تو بہت ظاہر ہے۔ سامعین کے قلب اس وقت آپ کے احترام و عظمت و شوق و عشق واجب و توقیر سے مملو و مشحون ضرور نظر آتے ہیں۔ البتہ اس میں جو امور مکروہ و حرام مخلوط ہو گئے ہیں وہ واجب الترک ہیں۔ چنانچہ احقر ہمیشہ اس میں ساعی ہے اور رہا۔ بعض اصلاحیں جو کئی ماہ وعظ میں تفصیلاً بیان کی گئی تھیں بعض لوگوں نے اختصار کے ساتھ اُسے چھاپ کر شائع بھی کر دیا تھا۔ ملاحظہ کے لئے مرسل ہیں۔

بفضلہ تعالےٰ سب نے اس کو تسلیم کیا اور اکثروں نے عمل بھی کیا۔ سو ایسے امور مکروہہ مقیس علیہ میں بھی بہت سے شامل ہو گئے ہیں جن کی اصلاح واجب ہے بعد انشاء اللہ تعالےٰ اس کے متعلق بھی ایک رسالہ عنقریب لکھ کر حضور کے ملاحظہ میں بغرض اصلاح پیش کروں گا۔ دعا کا امیدوار ہوں کیونکہ جہلا صوفیا کے سبب زندقہ کی بہت ترقی ہو رہی ہے سو اب تک مقیس و مقیس علیہ میں اچھی طرح سے فرق سمجھ میں نہیں آیا۔ براہین میں بدعت کی تعریف دیکھ لی۔ وہ ماشاء اللہ تعالےٰ بالکل مقبول و صحیح ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ تمام معروضات میں وہ پیش نظر رہا کرے گی۔

دوسرا امر جو متعلق اتباع شیوخ کے ارشاد ہوا ہے الحمد للہ کہ میرا اعتقاد کبھی اس کے برخلاف نہیں ہوا۔ امر ناجائز شیخ کے فرمانے سے کبھی جائز نہیں ہو سکتا۔ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق پر ایمان و ایقان ہے مگر اتنا امر و میرے خیال میں ہے کہ اگر مختلف فیہ مسئلہ میں شیخ کامل کسی شق کا حکم کریں اس کا اتباع اقل درجہ جائز ہے تین شرط سے:

اول یہ کہ اس مسئلہ میں دلائل و قواعد شرعیہ سے اختلاف کی گنجائش ہو۔

دوسرے یہ کہ شیخ گو عالم اصطلاحی نہ ہو مگر نورانیت قلب و شرح صدر و سلامت فہم رکھتا ہو جس سے یہ توقع ہو کہ اس میں ایک شق کے ترجیح دینے کی قابلیت ہے بالخصوص جبکہ شیخ کے مسئلہ کے متعلق دونوں حکم متعارض پیش کئے جاویں اور دلائل جانبین کے بھی ذکر کر دیئے جائیں اور پھر وہ ایک شق کو ترجیح دیں۔

تیسرے یہ کہ مرید کو بھی خواہ دلیل سے یا تقریر شیخ سے شرح صدر ہو جاوے سو احقر کے نزدیک مسئلۂ متکلم فیہا

یعنی یہ سب امور موجود ہیں۔ یعنی بوجہ اس کے کہ ایک جم غفیر اس کے جواز کی طرف گئے ہیں مختلف فیہ و مجتہد فیہ معلوم ہوتا ہے اور حضرت شیخ مدظلہ کے فہم میں اس قدر قوت ضرور سمجھ رہا ہوں کہ قولین متعارضین کے پیش ہونے کے بعد ایک جانب کو ترجیح دے سکیں اور تجویز ہے حضرت صاحب مدظلہ کو حسن ظن ہے مگر میں تو خود مشاہدہ کر آیا ہوں کہ اُن میں سے کوئی بھی حضرت شیخ کی نظر میں خدام والا کی برابر مقبول و منظور و معتبر و محقق نہیں۔ بارہا اس قسم کے تذکرے آئے۔ حضرت صاحب خدام والا کی نسبت منبع عقلی و نقلی، کبریت احمر اور ہندوستان میں علامۃ العصر وغیرہ وغیرہ الفاظ ارشاد فرماتے ہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ "خدام والا کے جمیع احکام و فتاوی محض للّٰہیت پر مبنی ہیں۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کو خود اس مسئلہ میں شرح صدر ہے اور اس کو باصرار فرماتے ہیں اور دوسرے قول پر انکار بھی نہیں فرماتے ہیں اور مخاطب کو حضرتؒ کے ارشاد سے اطمینان بھی ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اتباع کو اب تک جائز سمجھا ہوا ہوں یہ اظہار تھا مافی الضمیر کا۔

احقر نے بہت کوشش کی ہے کہ تمام عریضہ میں کسی مضمون میں مناظرہ کا رنگ نہ آنے پائے محض استفادہ و استفاضہ مقصود ہے۔ شاید بلاقصد کہیں ایسا ہو گیا ہو تو حضور کے مکارم اخلاق اور مراحم اشفاق سے امید ہے کہ انما الاعمال بالنیات[1] پر نظر فرما کر معاف فرمایا جاوے۔ حضور نے جو محبت کے ساتھ شکوہ فرمایا ہے اُس پر اسی قدر مسرور ہوں جیسے کہ بنی مسلمہ و بنی حارثہ آیۃ و اذ ہمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیہما کے نزول پر۔ اللہ تعالیٰ حضور کی برکت سے ہم بے راہوں کو راہ پر لگا دے۔ انشاء اللہ تعالیٰ دوسرے باب میں خصوصاً و عموماً سعی کی جاوے گی۔ دعا سے مدد فرمائیے۔ مواعظ پر حضور نے اپنی خوشنودی کا مژدہ ارشاد فرمایا۔ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ حضور کی رضا کو دلیل قبول و وسیلہ نجات سمجھتا ہوں۔ خدا کرے صدور اغلاط پر بھی حضور ہم خدام سے کبھی ناخوش نہ ہوں بلکہ تنبیہ فرما دیں۔

بخدمت جناب کاتب صاحب کہ غالباً مولوی محمد یحییٰ صاحب ہیں سلام شوق قبول ہو۔ اگر کوئی اور صاحب ہوں تو اسم گرامی سے مطلع فرمادیں۔ میں خط سے نہیں پہچان سکا۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام مع الاکرام
از کانپور ۸ محرم الحرام یوم الخمیس ۱۳۱۲ ہجری

مکتوب نمبر ۱۶۲ : از حضرت گنگوہیؒ

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط آیا آپ نے جو شبہ مساوات کی مقیس و مقیس علیہ میں لکھا ہے موجب تعجب ہے مگر بمقتضائے جبلت انسانی یعنی و لعلم ایسے شبہات کا ورود عجیب نہیں بطور

---

[1] اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

دیکھو کہ مقیس علیہ خود ذکر ہے کہ مطلق ذکر مامور بہ کا فرد ہے اور اُس کے ملاحظات و ہیئیات یا ذکر ہیں یا وہ امور ہیں کہ نص سے اُن کی اصل ثابت ہے۔

پس وہ ملحق بالسنۃ ہیں اور بضرورت موقوف علیہ مقصود کے تخصیص اور تعیین اُن کی کیگئی اور عوام تو کیا خواص میں بھی صدہا میں معدود شخص عامل ہیں۔ لہٰذا عوام کے ضرور سمجھ جانے کا وہاں محل نہیں اور مقیس ہیں جو قیود مجلس ہیں بعض رسوم عرفیہ ہیں اور بعض امور در اصل مباح مگر بسبب اشاعت ہر خاص و عام کے قریب بدعت ہو کر ممنوع ہو گئے کہ عوام اُن کو ضروری بلکہ واجب جانتے ہیں اور مجالس مولود میں جس قدر عوام کو دخل ہے خواص کو نہیں اور یہ قیود مذکورہ غیر مشروعہ موقوف علیہ محبت کے ہرگز نہیں آپ خود معترف ہیں۔ پس ان کو مقیس علیہ کے ساتھ کیا مناسبت ہے؟ اور دواعی عوام کو سماع ذکر کی طرف ہونا اس وقت تک جائز ہے کہ کوئی منع شرعی اس کے ساتھ لاحق نہ ہو ورنہ رقص و سرود زیادہ تر دواعی ہیں اور روایات موضوعہ زیادہ تر موجب محبت گمان کی جاتی ہیں۔

پس کون ذی فہم بعلت دعوۃ عوام ان کا مجوز ہو جائے گا یہ جواب آپ کی تقریر کا ہے کہ سماع ذکر ولادت بحیثیت کذائیہ کو آپ موجب ازدیاد محبت تصور کر رہے ہیں اور بذریعہ غیر مشروعہ کے تحصیل محبت کی اجازت دیتے ہیں ورنہ فی الحقیقت جو امر خیر کہ بذریعہ نامشروعہ حاصل ہو وہ خود ناجائز ہے اور جو کچھ بندہ کا مشاہدہ ہے وہ یہ ہے کہ مولود کے سننے والے اور مشغوف مجالس مولود عمدہ ہوتے ہیں کہ ان میں ایک بھی سنت کا متبع اور محب نہیں ہوتا اور عمر بھر مولود سننے سے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و محبت سنت ذرہ بھر بھی اُن کے دل میں پیدا نہیں ہوتی بلکہ بے اعتنائی عبادات اور سنن سے بجائے اُن کے جی میں آجاتی ہے اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ آپ کی محفل میلاد خالی ہے جملہ منکرات سے اور کوئی امر نامشروع اس میں نہیں ہے تو دیگر مجالس تمام عالم کی تو سراسر منکر ہیں۔ اور یہ فعل آپ کا اُن کے لئے مؤید ہے اور یہ فعل مندوب آپ کا جب سبب غوایت خلق ہوا تو اس کے جواز کا کیسے حکم کیا جاوے گا۔ اگر حق تعالیٰ نے نظر انصاف بخشی تو سب واضح ہے ورنہ تاویل و شبہات کو بہت کچھ گنجائش ہے۔ مذاہب باطلہ کی اہل حق نے بہت کچھ تردید کی مگر قیامت تک بھی اُن کے شبہات تمام نہ ہوں گے۔ فقط

امر ثانی[1] میں سنئے کہ حضرت اعلیٰ کا ارشاد پانچ چھ سال پہلے یہی تھا کہ "نفس ذکر جائز، در قیود بدعت" چنانچہ اس قسم کی تحریرات اب بھی موجود ہیں مگر بعد حضور مجوزین کے جو تحقیق ہوئی ہے خلاصہ اس کا ہفت مسئلہ میں آپ نے خود لکھا ہے کہ جناب حضرت مدظلہٗ مجوزین و مانعین ہر دو کی تصویب فرما رہے ہیں حالانکہ ایک مسئلہ جزئیہ عملیہ جو مجتہدین میں مختلف فیہ ہے عند اللہ حق اس میں ایک ہی ہے اور دوسرا غلط تو کشف سے اگر صاحب کشف حق

---

[1] تحریر کنندہ ۔ ۱۲

ایک جانب کو حق جانتا ہو وے تو دوسری جانب کو حق نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ کشفاً ایک ہی حق ہوتا ہے۔ پس دونوں کی تصویب اور ایک کے ترجیح کے کیا معنی سوائے اس کے کہ دونوں جانب عملاً تصور فرما کر اس مسئلہ کو مختلف فیہ خیال فرمایا اور اس کو مسئلہ فرعیہ تصور فرمایا۔ حالانکہ یہ مسئلہ اعتقادیہ ہے۔ اگرچہ بادی النظر میں مسئلہ فرعیہ خیال کیا جاتا ہے۔ اور مسئلہ اعتقادیہ میں حق ایک ہی ہوتا ہے ظاہر میں بھی مثل باطن کے اسی واسطے اہل اہوا اگرچہ صدہا علماء ہیں ان کی کثرت پر نظر نہیں ہوتی اور مسئلہ مختلف فیہا نہیں کہا جاتا اور حضرت اعلیٰ وجہ ترجیح کو خود ہی تحریر فرماتے ہیں۔ آپ نے اپنے قلم سے لکھا ہے کہ ان قیود کو بدعت ہی نہیں سمجھا کیونکہ فرماتے ہیں کہ "بدعت وہ ہے کہ غیر دین کو دین میں داخل کیا جاوے" اور اس پر حدیث "من احدث فی امرنا ھذا" الخ کو دلیل لاتے ہیں۔ اس سے صاف واضح ہے کہ یہ ترجیح کشفی نہیں ہے۔

باقی یہ بات کہ ترجیح اعلیٰحضرت کی صحیح نہیں اس کو میں نہیں لکھتا اگرچہ یہ اصل اُن کی صحیح ہے مگر اندراج اس جزئیہ کا اس اصل میں صحیح نہیں ہے آپ تامل کریں گے تو واضح ہو جاوے گا۔ اور اس مسئلہ کو مختلف فیہا و مجتہد فیہا سمجھنا تم سے تعجب ہے کیونکہ وہ مسئلہ مختلف فیہا بنا بر دونوں طرف صواب ہوتا ہے کہ مجتہد مطلق یا مقید یا علماء محققین ملحق بہم میں مختلف فیہ ہوا اور عوام علماء کا اختلاف مسئلہ کو مجتہد فیہ نہیں بناتا بلکہ اس میں ایک ہی جانب حق ہوتی ہے کہ جو موافق قانون شریعت کے ہو اور دوسری رائے باطل ہوتی ہے۔ فقط

اور یہ جو کچھ بندہ نے لکھا ہے اگرچہ میں بھی یہ کہتے لکھوں کہ میں نے بھی کشفاً اس کو معلوم کر لیا ہے تو بجا ہے مگر میرا منشا اس طرح کے کہنے کا نہیں ہے اور چونکہ آپ کو حسن عقیدت اس کے خلاف شرعاً صادر ہو گیا ہے تو امید ہے کہ کسی کا لکھنا یا کہنا آپ کو مفید نہ ہو گا۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ ہم نے اہل مولد میں سے آج تک کسی کو متبع سنت نہیں دیکھا۔ فقط والسلام

مورخہ ۱۲ محرم ۱۳۱۵ھ ہجری

چوتھا مکتوب: از مولانا الحافظ الحاج المولوی اشرف علی صاحب دامت فیوضہم

از احقر خلائق محمد اشرف علی عفی عنہ بخدمت سراپا برکت حضرت مولانا معتمدنا سیدنا الحافظ الحاج المولوی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم۔ پس از تسلیمات مقرون بآلات التکریم و اصناف التعظیم معروض آنکہ والا نامہ موجب اعزاز و افتخار ہوا۔ اپنی کج فہمی پر حضور کے اشفاق کو مکرر برابر تفہیم فرماتے ہیں دیکھ کر نہایت شرمایا ہوں اور شرم سے دوبارہ عرض کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ مگر حضور کی اجازت پر اس سے پہلے عریضہ میں اپنے شبہات کو پیش کیا تھا لیکن اس والا نامہ کا یہ مضمون کہ ارادہ چونکہ آپ کو حسن عقیدت اس کے خلاف شرعاً صادر ہو گیا ہے تو امید ہے کہ کسی کی تحریر آپ کو کافی نہ ہو گی، کسی قدر موہوم تکدر خاطر فیض مآثر والا ہوا۔ اعوذ باللہ من غضب اللہ و غضب رسول اللہ و غضب ورثۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور اسی وجہ سے کچھ عرض کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی کیونکہ اگر دونہ

کی کشمکش و پیچ میں گزر گئے۔ مگر آخر میں یہ رائے ہوئی کہ انما شفاء العی السوال بے عرض کئے ہوئے کیسے دل صاف ہو گا اور یہ خیال ہوا کہ اب تک اس شرم میں شبہات پیدا ہو گئے۔ اگر پہلے سے تھوڑی جرأت کی جاتی تو یہ نوبت کا ہے کو آتی؟ اس وجہ سے پھر عرض کرنے کی ہمت ہوئی لیکن اس کے ساتھ ہی یہ التماس ہے کہ اگر میرا عرض کرنا خدام والا کو ذرہ بھر بھی موجب تکدر ہو تو بے تکلف صراحۃً فرما دیا جاوے میں ان شاء اللہ بلا حجت رجوع کروں گا کیونکہ احقر اپنی نسبت حضور سے ایسی سمجھتا ہے کہ جیسے مقلد کی نسبت مجتہد سے اور اگر اجازت ہوئی تو عرض کر سکوں گا۔

احقر بقسم کہتا ہے کہ میرے قلب میں تو نہ اس عمل کی محبت ہے نہ اس کے ساتھ شغف بلکہ میں خود اس کے ترک کو افضل و اولیٰ سمجھتا ہوں۔ چنانچہ اسی قسم کے امور کی بنا پر جلسہ بانی دستار بندی کا اہتمام ترک کر دیا گیا اور اس مضمون کو چھاپ کر شائع بھی کر دیا مگر یہاں کے مجموعی حالات کے مقتضی ایسے ہیں کہ مخالفت کرنا سخت دشوار و موجب فتنہ ہے اور اس موقع پر ہر قسم کے لوگ مواعظ بھی سن لیتے ہیں منکرات کی اصلاح بھی اس طرح سے سہل ہے شریک ہو جاتا تھا مگر جب ہی تک کہ اس کو جائز سمجھا جاتا تھا۔ اسی واسطے جو شبہات دل میں آئے معروض ہوئے اور ان سے مقصود محض حصول شفا ہے کہ جس سے مجھ کو بفضلہ تعالیٰ جلدی امید اور متعصبین کو تو دل سے طلب حق مقصود نہیں ہوتی اس لئے ان کو عمر بھر حق کا پتہ نہیں

ثالثاً۔ میں تو ہر نماز کے بعد دل سے دعا مانگتا ہوں اھدنا الصراط المستقیم الخ ربنا لا تزغ قلوبنا الخ اللھم ارنا الحق حقا الخ تنہائی میں بیٹھ کر سوچا کرتا ہوں کہ حق کیا ہے؟ میرے اختیار میں بجز طلب و توجہ الی اللہ و سوال علماء محققین اور کیا ہے؟ آئندہ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے اور توبہ توبہ میں کیا میرا شرح صدر کیا! اور حضور کے جن کمالات کا مجھے اعتقاد ہے ان کے روبرو کشف کیا چیز ہے؟ جن کی تصدیق میں مجھ کو تردد ہو آپ کے ارشاد کو بدل و جان تصدیق کرتا ہوں مگر بمقتضائے حدیث "انما شفاء العی السوال" اس وقت پھر کچھ عرض کرتا ہوں۔

امر ثانی میں تو مجھ کو اجمالاً یوں اطمینان و شفاء کامل ہو گئی کہ اعلیٰحضرت مد ظلہم کی معرفت جس قدر حضور کو ہے ہم لوگوں کو قیامت تک بھی نصیب نہ ہو گی اس میں کلام طویل کرنا خدام والا کو پریشان کرنا ہے۔ اب صرف امر اوّل رہ گیا سو مقیس و مقیس علیہ میں واقعی یہ فرق تو ہے کہ مقیس علیہ کے قائل خواص ہیں بھی کم ہیں۔ اگرچہ اس وقت مدعیوں نے عوام جہلاء میں بھی یہ قصہ پھیلا دیا ہے اور وہ بھی برے عقیدوں کے ساتھ مگر پھر بھی مقیس کی برابر شیوع نہیں اور یہ بات بھی ہے کہ عاملان مقیس میں متبعان سلف کم ہیں اگرچہ اس کی وجہ سو تعلیم بیان کرنے والوں کی ہو مگر پھر بھی تہمت ضرور ہے اور یہ امر بھی یقینی ہے کہ جو امر خیر بذاتہ غیر مشروع حاصل ہو وہ امر خیر نہیں ہے اور جب قیود کا غیر مشروع ہونا ثابت ہو جاوے تو اس کا ثمرہ کچھ نہیں ہو جائز الحصول نہ ہو گا اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ مجالس منکرہ بکثرت ہوتی ہیں اور منکر کی تائید اگر غیر منکر سے ہو تو وہ بھی

سزاوار ترک ہے۔ جبکہ عند الشرع فی نفسہ ضروری نہ ہو۔

اب اس وقت دو امر قابل عرض ہیں کہ تقیید مطلق کی آیا مطلقاً ممنوع ہے یا جبکہ اُس قید کو مرتبہ مطلق میں سمجھا جاوے۔ یعنی اگر مطلق واجب تھا تو قید کو بھی واجب سمجھا جائے اور اگر وہ مندوب و موجب قرب تھا تو قید کو بھی مندوب اور موجب قرب سمجھا جاوے۔ درصورت اولیٰ تقییدات عادیہ میں شبہ ہوگا اور صورت ثانیہ میں جب مطلق کو عبادت سمجھا اور قید کو بناءً علی مصلحۃ ما عادت سمجھا جاوے تو فی نفسہ اُس میں قبح نہ ہوگا، ہاں اگر مودی بہ فساد عقیدہ عوام ہو تو اُس میں قبح لغیرہ ہوگا۔ لیکن اگر اس کا فاعل زبان سے اصلاح عقیدہ عوام کی بالاعلان کرتا رہے اُس وقت بھی یہ قبح رہے گا یا نہیں؟ اگر نہ رہے گا فبہا اور اگر رہے گا تو اس صورت میں بعض اعمال میں جو عوام میں شائع ہو رہے ہیں اور ظاہراً اُن کی عقیدت میں اُن کی نسبت غلو و افراط بھی ہے اور خواص کے فعل بلکہ حکم سے اور قول سے بھی اُس کی تائید ہوتی ہے اور اس کا وجوب شرعی بھی کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوا اور عوام بلکہ بعض خواص میں اُس پر مفاسد بھی مرتب ہو رہے ہیں۔ ایسے اعمال میں شبہ واقع ہوگا۔

مثلاً تقلید شخصی کہ عوام میں شائع ہو رہی ہے اور وہ اُس کو عملاً اور عقلاً اس قدر ضروری سمجھتے ہیں کہ تارک تقلید سے گو کہ اُس کے تمام عقائد موافق کتاب و سنت کے ہوں اس قدر بغض و نفرت رکھتے ہیں کہ تارکین صلوٰۃ فساق و فجار سے بھی نہیں رکھتے۔ اور خواص کا عمل و فتوی وجوب اس کا مؤید ہے گو خواص اُن کی علی سبیل الغرض اتنا غلو نہ ہو اور دلیل لم یثبت اس کی یہ مشہور ہے کہ ترک تقلید سے مخاصمت و منازعت ہوتی ہے جو کہ ممنوع ہے۔ سو مودی الی الممنوع ممنوع ہوگا۔ پس اس کی ضد واجب ہوگی مگر دیکھا جاتا ہے کہ با وجود اختلاف آراء علماء و کثرت روایات مذہب واحد معین کے مقلدین میں بھی عوام کیا خواص میں مخاصمت و منازعت واقع ہے اور غیر مقلدین میں بھی اتفاق و اتحاد پایا جاتا ہے۔

غرض اتفاق و اختلاف دونوں جگہ ہے اور مفاسد کا ترتب یہ کہ اکثر مقلدین عوام بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد کے خلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے اُن کے قلب میں انشراح و انبساط نہیں رہتا بلکہ اول استنکار قلب میں پیدا ہوتا ہے پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے خواہ کتنی ہی بعید ہو اور خواہ دوسری دلیل قوی اس کے معارض ہو بلکہ مجتہد کی دلیل اُس مسئلہ میں بجز قیاس کے کچھ بھی نہ ہو بلکہ خود اپنے دل میں اُس تاویل کی وقعت نہ ہو مگر نصرت مذہب کے لئے تاویل ضروری سمجھتے ہیں دل یہ نہیں مانتا کہ قول مجتہد کو چھوڑ کر حدیث صحیح صریح پر عمل کرلیں۔ بعض سنن مختلف فیہا مثلاً آمین بالجہر وغیرہ پر حرب و ضرب کی نوبت آجاتی ہے اور قرون ثلثہ میں اس کا شیوع بھی نہ ہوا تھا بلکہ کیفما اتفق جس سے چاہا مسئلہ دریافت کرلیا۔ اگرچہ اس امر پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ مذاہب اربعہ کو چھوڑ کر مذہب خامس مستحدث کرنا جائز نہیں۔ یعنی جو مسئلہ چاروں مذہبوں کے خلاف ہو اُس پر عمل جائز نہیں کہ حق دائر و منحصر ان چاروں میں ہے مگر اس پر بھی

کوئی دلیل نہیں کیونکہ ان ظاہر ہر زمانہ میں رہے اور یہ بھی نہیں کہ سب اہل حق ہی ہوں ۔ وہ اس نفاق سے علیحدہ رہے ۔ دوسرے اگر اجماع ثابت بھی ہو جاوے مگر تقلید شخصی پر تو کبھی اجماع بھی نہیں ہوا ۔ البتہ ایک واقعہ یہ تحقیق کرنے کو جی لگتا ہے تاکہ اجماع امر کیب کے خلاف نہ ہو جاوے ۔ باوجود ان سب امور کے تقلید شخصی کا استحسان در وجوب مشہور و معمول ہے سو اس کا قبح کس طرح مرفوع ہوگا ۔ دوسرا امر یہ کہ مسئلہ متکلم فیہا کے اعتقادی ہونے کی کیا ضرورت ہے ؟ بادی النظر میں تو فرعی عملی معلوم ہوتا ہے ۔

تتمہ فائدہ کے لیے دو امر کی تحقیق اور منظور ہے کہ تشبہ منہی عنہ کی حد جامع و مانع کیا ہے ؟ بعض طرق ریاضت کے مثل حبس دم وغیرہ کے اہل ہند کے اعمال سے ہیں ۔ انگرکھا اہل ہند کے لباس سے ہے جہت قہقری کعبہ سے دو زانو کے وقت اس میں تخصیص بھی ہے اور فسوان اہل ہند اپنے معابد کے ساتھ کرتے ہیں ۔ دوسرے یہ کہ التزام مالا یلزم اعتقاد وجوب سے ممنوع ہوتا ہے یا بلا نافہ اس کے استمرار سے بھی گو کسی قدر صلی بہت و اہتمام کے ساتھ ہو التزام ممنوع ہو جاتا ہے ۔ صحابی ملتزم قرأت قل ہو اللہ احد " سے " ما حملک علی لزوم ہذہ السورۃ " دریافت فرما کر نہی نہ فرمانا دلیل تقریری جواز لزوم عمل کی معلوم ہوتی ہے ۔ ان شبہات کے صاف ہونے کے بعد امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ حضور کو تکلیف دینے کی نوبت نہ آوے گی ۔ میں جہت ادب سے اس جرأت کی معافی چاہتا ہوں مگر کیا کروں خدا جانے سب جگہ سے نا امید ہو کر خدام والا سے رجوع کیا ہے ۔ گر حضور بھی نا امید کر دیں گے تو پھر کہاں جاؤں گا ؟ پھر شیطان بہکا دے گا کہ اجتہاد کرو پھر خرابی ہوگی ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو باہمیہ فیوض و برکات سلامت باکرامت رکھے ۔ آمین !

تازہ خبر حسرت اثر یہ ہے کہ کل مکہ معظمہ سے میرے ایک ملاقاتی کا خط ایک حاجی صاحب لائے ہیں لکھا ہے کہ حافظ حاجی احمد حسین صاحب امین الحجاج ۳ ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ کو رحلت فرما کر عالم بقا ہوگئے ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ اللہم ارحمہم رحمۃ واسعۃ ۔ نہایت رنج ہے کئی طرح سے اول خود ان کے انتقال کا رنج دوسرے ان سے حجاج کو کس قدر نفع تھا ؟ تیسرے حضرت صاحب کی تنہائی و تشویش کا رنج ہے چوتھے چھوٹے بچوں کا خیال ۔ پانچویں خدا کرے مدد ودائع میں کوئی گڑبڑ نہ ہو اور اعلیٰ حضرت بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں خدا اللہ تعالیٰ ظلال فیوضہم زیادہ مدادیب ۔ بخدمت مولوی محمد یحییٰ صاحب کاتب خطوط و مولوی صادق الیقین صاحب اگر حاضر ہوگئے ہوں سلام مسنون ۔ از کانپور ۱۰ محرم ۱۳۰۹ھ ہجری

مکتوب نمبر ۱۹۷ : از حضرت گنگوہی

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند ۔ خط آپ کا آیا بظاہر آپ نے جملہ مقدمات محررہ بندہ کو تسلیم کر لیا اور قبول فرما لیا البتہ تقلید شخصی کے سبب کچھ تردد آپ کو باقی ہے لہٰذا اس کا جواب لکھواتا ہوں ۔ مقید بامر مباح ہیں ۔ گر مباح اپنی حد سے نہ گذرے یا عوام کو خرابی میں نہ ڈالے تو جائز ہے اور اگر ان دونوں سے

کوئی امر واقع ہو جاوے تو ناجائز ہو گا۔ اس مقدمہ کو خود تسلیم کرتے ہو۔ اب تقلید کو سمجھو کہ مطلق تقلید مامور بہ ہے
لقولہ تعالیٰ: فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون اور بوجوہ دیگر نصوص مگر بعد ایک مدت کے تقلید غیر شخصی کے
سبب مفاسد پیدا ہوئے کہ آدمی بسبب اس کے لاابالی اپنے دین سے ہو جاتا ہے اور اپنی ہوائے نفسانی کا اتباع
اس میں گویا لازم ہے اور طعن علماء مجتہدین و صحابہ کرام اس کا ثمرہ ہے۔ ان امور کے سبب باہم نزاع بھی پیدا ہوتا ہے۔
اگر تم بغور دیکھو گے تو یہ سب امور تقلید غیر شخصی کے ثمرات نظر آئیں گے اور اس بیان کا مرتب ہونا آپ پر واضح ہو جائے
گا۔ لہٰذا تقلید غیر شخصی اس بد نظمی کے سبب گویا ممنوع من اللہ تعالیٰ ہو گئی۔ پس ایسی حالت میں تقلید شخصی گویا فرض ہو گئی
اس واسطے کہ تقلید مامور بہ کی دو نوع ہیں شخصی و غیر شخصی اور تقلید بمنزلہ جنس ہے اور مطلق کا وجود خارج میں بدون
اپنے کسی فرد کے محال ہے۔

پس جب غیر شخصی حرام ہو گئی بوجہ لزوم مفاسد تو اب شخصی متعین مامور بہ ہو گئی اور جو چیز کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے
فرض ہو اگر اس میں کچھ مفاسد پیدا ہوں اور اس کا حصول بدون اس ایک فرد کے ناممکن ہو تو وہ فرد حرام نہ ہو گا۔
بلکہ ازالہ ان مفاسد کا اس سے واجب ہو گا اور اگر کسی مامور کی ایک نوع میں نقصان ہو اور دوسری نوع سالم
اس نقصان سے ہو تو وہی فرد خاصۃً مامور بہ بن جاتا ہے اور اس کے عوارض میں اگر کوئی نقصان ہو تو اس
نقصان کا ترک کرنا لازم ہو گا نہ اس فرد کا۔

یہ معانی وجوب تقلید شخصی کا ہے اسی واسطے تقلید غیر شخصی کو فقہاء نے کتابوں میں منع لکھا ہے مگر جو عالم غیر شخصی
کے سبب مبتلا ان مفاسد مذکورہ کا نہ ہو ورنہ اس کے سبب سے عوام میں ہیجان ہو اس کو تقلید غیر شخصی اب
بھی جائز ہو گی۔ مگر اتنا دیکھنا چاہیے کہ تقلید شخصی و غیر شخصی دو نوع ہیں کہ شخصیت و غیر شخصیت دونوں فصل ہیں،
جنس تقلید ان کی تقلید کا وجود بغیر ان فصول کے محال ہے کیونکہ یہ فصول ذاتیات میں داخل ہیں۔ پس اس کا
حال تعیین مجلس میلاد سے جدا ہے، بادی النظر میں یہ دونوں یکساں معلوم ہوتے ہیں ورنہ اگر غور کیا جاوے تو واضح
ہے کہ ذکر ولادت مجلس سے اور فرش و فروش و روشنی وغیرہ قیود موجودہ کوئی فصل ذکر کی نہیں بلکہ امور منضم ہیں کہ بدون
ان کے ذکر ولادت حاصل ہو سکتا ہے۔ سو ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہیں، معہذا اوپر کے کلیہ سے مباح
منضم کا حال معلوم ہو چکا کہ جب تک اپنی حد پر ہو گا جائز اور جب اپنی حد سے خارج ہو تو ناجائز اور امور مرکبہ
میں اگر کوئی ایک جزو بھی ناجائز ہو جاوے تو مجموعہ پر حکم عدم جواز کا ہو جاتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مرکب حلال و
سے حرام ہوتا ہے یہ کلیہ فقہ کا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس تقریر سے آپ کی سب طویل تقریر کا جواب حاصل ہو
گیا ہو گا جو آپ نے دوبارہ تقلید لکھی ہے لہٰذا زیادہ بسط کی حاجت نہیں ہے کیونکہ تم خود فہیم ہو۔

اس مسئلہ کے باب عقائد میں سے ہونے کا سبب دریافت فرمایا ہے سو غور کیجئے کہ جو امور مبتدعہ اور محدثہ
ہیں ان سب کو ناجائز اور موجب ظلمت عقیدہ کرنا واجب ہے۔ پس یہ اعتقاد کلیات میں داخل ہے۔ اگرچہ عمل ان
کا عملیات سے ہے۔ یہی وجہ ہے کتب کلام میں جواز مسح خفین و جواز اقتداء فاسق و جواز صلوٰۃ علی الفاسق وغیرہ بھی

لکھتے ہیں کیونکہ گو یہ اعمال ہیں مگر اعتقاد جواز و عدم جواز اعتقادیات میں داخل ہیں۔ آپ نے تشبہ منہی عنہ کی تعریف دریافت کی ہے۔ سو تشبہ امر مذموم میں مطلقاً حرام ہے اور جو امر غیر مذموم مباح ہے وہ اگر خاص کسی قوم کا ہو تو بھی ناجائز ہے اور اگر بقصد تشبہ کوئی فعل کیا جاوے تو وہ مطلقاً درست ہے سوائے اس کے اور سب درست ہے اور یہ بحث براہین قاطعہ میں بسط سے لکھی گئی ہے۔ اس میں دیکھ لیویں اور یہ بھی استطراداً لکھتا ہوں کہ شامی منیہ شرح کبیری منیہ میں جو دہلی میں چھپ گئی ہے صلوٰۃ الرغائب کی کراہت کے جو وجوہ لکھے ہیں ان کو آپ دیکھیں کہ مجالس مولود کا حال ان پر قیاس کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔

رہا حبس دم سو وہ فی حد نفسہ مباح ہے۔ درحقیقتاً اس میں چند منافع ہیں جذب رطوبات اور جلب حرارت اور دفع تشتت خواطر چنانچہ اطباء اس کو بعض معالجہ رطوبت تنفسیہ میں تحریر کرتے ہیں اور ہر عاقل اس کو جان سکتا ہے لہٰذا جوگیوں نے صورت صفائے باطن جان کر اس کو اختیار کیا اور صلحاء مبتدعین نے بھی اسی وجہ سے اس کو اختیار کیا جوگیوں کا فعل ہونے کی وجہ سے نہیں لیا بلکہ عقلاً اس کو نافع سمجھ کر اختیار کیا ہے۔ اسی واسطے قادریہ و چشتیہ کے یہاں چونکہ حرارت کی ضرورت ہے۔ انھوں نے اس کو معمول اپنے اعمال میں داخل کیا اور نقشبندیہ کے یہاں سمجھا جاتا کہ وہ حرارت کو ضروری نہیں جانتے اور بعض درجہ میں اسی وجہ سے یعنی بوجہ استحکام ذکر اس کو مستحسن سمجھتے ہیں اور سہروردیہ کے ہاں چونکہ حرارت کی مطلقاً حاجت نہیں لہٰذا ان کے ہاں ممنوع ہے بلکہ وصول کے واسطے حبس دم کو مکروہ کہتے ہیں۔

پس اس کا اختیار کرنا اس ضرورت کے واسطے ہے اور حبس خاصہ جوگ کا نہیں بلکہ یہ امر عقلی ہے کہ سب عقلاء اپنے اپنے موقع پر اس کو کرتے ہیں اور نظیر اس کی شرع میں موجود ہے کہ تشہد میں رفع سبابہ کر کے ادامۂ انتظار اشارہ مشروع ہے اور بعض بعض تحصیل خشوع کے واسطے اور بعض بعض مجارم تخیلہ دفع تشتت کے واسطے پس اس میں تشبہ کا کیا احتمال ہے یہ کوئی امر مذہبی نہیں اور نہ خواص کفار سے اور منفعت منافع ضروریہ کا لہٰذا اس کے جواز میں کلام نہیں ہو سکتا اور اگر کا امر دو فریق میں شائع ہے اس میں تشبہ نہیں ہو سکتا۔ البتہ پردہ کا فرق ہے سو اس میں تشبہ حرام ہے علی ہذا رجعت قہقری خاص کسی قوم کا نہیں ہے۔

التزام مالا یلزم بدون عقیدہ وجوب بھی ممنوع ہے اگر باصرار ہو اور اگر امر مندوب پر دوام ہو بلا اصرار وہ جائز ہے اور مستحب ہے بشرطیکہ عوام کو مضر نہ کرے اور اگر عوام کے اعتقاد میں نقصان ڈالے تو وہ بھی مکروہ ہے چنانچہ کتب فقہ میں سورۃ مستحبہ کا التزام مکروہ لکھا ہے اور سورہ قل ہو اللہ احد کی صورت میں جو آپ نے لکھا ہے خود ہی غور فرماؤ کہ جب اس صحابی نے اس کا التزام کیا اور عہد صحابہ نے اس پر اعتراض کیا تو اعتراض صحابہ کا اس التزام پر بلا وجہ شرعی نہ تھا اسی واسطے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ امر پیش ہوا تو آپ نے صحابہؓ کو منع نہ فرمایا کہ اس امر پر کیوں اس کے ساتھ تکرار کرتے ہو بلکہ خود ان کو بلا کر پوچھا کہ ان کا کہنا کیوں نہیں مانتے ہو۔ پس اگر یہ امر ناجائز و مکروہ نہ ہوتا تو آپ صحابہؓ کو ہی منع کر دیتے اور جب اس شخص نے

اپنی محبت کا حال بیان کیا تو اُس وقت آپ نے اُن کو اجازت دی کی فی حد ذاتہٖ یہ امر جائز تھا اور فعل اُس سورۃ کا متعلق تھا اور اس اجازت سے ایہام رفع ہو گیا تھا کیونکہ ایہام کا غیر مشروع ہونا سب صحابہؓ پر واضح ہو گیا کیونکہ اُس وقت کے آدمی ایسے عوام کے درجہ میں نہ تھے کہ باوجود اس واقعہ کے پھر بھی اُس کو واجب جانتے اور پچھلوں کے واسطے یہ انکار صحابہؓ کا اور تقریر آپ کے انکار کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہونا حجت ہو گیا تو اس واقعہ سے کچھ شبہ نہیں ہو سکتا۔ اس بحث کو براہین میں بسط سے لکھا ہے مگر آپ نے اُس کتاب کو دیکھا ہی نہیں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص براہین کو اول سے آخر تک بتدبر دیکھے تو باب بدعات میں اُس کو کوئی شبہ نہ ہو کیونکہ اُس کے مؤلف نے اس باب میں سعی بلیغ کی ہے۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ اگر آپ کو بھی کوئی شبہ ہو تو بندہ کی طرف سے اجازت ہے۔ آپ اس کو ظاہر کریں۔ اگر گنجائش جواب ہوگی تو انشاء اللہ تعالےٰ جواب لکھوں گا ورنہ عمیر گر تحریرات بندہ کو تدبر سے محفوظ کرکے اُس کے بعد شبہ کرنا چاہیئے۔ عوام علماء کو جو جرأت ارتکاب بدعت کی ہوئی تو کلام اہل حق کے عدم فہم سے ہوئی۔ فقط

والسلام علیکم وعلی من لدیکم ۲۵ رمحرم ۱۳۱۱ھ ہجری

جواب از مولانا المولوی اشرف علی صاحب ادام اللہ ظلہٗ

بوالاخدمت بابرکت قدوۃ العرفاء زبدۃ الفضلاء حضرت مولانا رشید احمد صاحب دامت برکاتہم تسلیم بعد تعظیم قبول باد۔ والانامہ شرف صدور لایا معزز فرمایا۔ حضرت عالی کے ارشادات سے اس عمل کے جو مفاسد علمیہ وعملیہ عوام میں غالب ہیں پیش نظر ہو گئے اور ارادہ کر لیا کہ ہرگز ایسی مجالس میں شرکت نہ ہوگی۔ اب یہاں کی حالت عرض کرکے حکم کا منتظر ہے۔

الحمد للہ کہ میں یہاں دکسی کا محکوم ہوں نہ کسی سے مجبور۔ مگر پوری مخالفت کرکے قیام دشوار ہے۔ گو اب بھی یہاں کے بعض علماء مجھ کو وہابی کہتے ہیں اور بعض بیرونی علماء بھی یہاں آکر لوگوں کو سمجھا گئے کہ یہ شخص وہابی ہے اس کے دھوکہ میں مت آنا۔ مگر چونکہ من وجہ عوام سے موافقت عمل تھی اس لئے کسی کی بات نہ چلی۔ اب چونکہ شرکت عمل کا بھی ارادہ نہیں تو دقتیں ضرور پیش آویں گی۔ اب تین صورتیں محتمل ہیں:

ایک یہ کہ ایسے مواقع پر کوئی حیلہ کر دیا کروں گا مگر اس کا ہمیشہ چلنا محال ہے۔

دوسرے یہ کہ صاف مخالفت کی بنیاد سے مگر اس میں نہایت شور وفتنہ ہے جس کی حد نہیں۔ دنیوی مضرت یہ ہے کہ اس میں جہلاء وعوام سے ایذاء رسانی کا اندیشہ ہے۔ دینی مضرت یہ ہے کہ اب تک جہاں لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کی گئی سب بے اثر دبے وقعت ہو جاوے گی۔ اس بدگمانی میں کہ یہ شخص تو وہابی ہے اب تک پوشیدہ رہا۔

تیسری صورت یہ کہ یہاں کا تعلق ملازمت ترک کر دیا جائے اور میں تو اس صورت کو بلا انتظار حکم عالی

اختیار کر لیتا۔ مگر دو امر کا خیال ہوا ایک یہ کہ خود سبب معیشت کو ترک کرنا اکثر موجب ابتلاء و امتحان ہوتا ہے کہ
خدا جانے اس کا تحمل ہو یا نہ ہو اور اموال موروثہ کا تیا پانچا پہلے سے کر چکا ہوں اور دوسری جگہ تعلق ملازمت سے
اعلیٰحضرت منع فرما چکے ہیں اور میرا بھی دل نہیں چاہتا۔

دوسرا خیال یہ ہوا کہ بظاہر بقا مدرسہ کا دشوار ہے اور یہاں دین کا چرچا عوام و طلباء میں اسی مدرسہ ہی
کے سبب ہے ورنہ عوام میں دہریت خواص میں فلسفیت کا بڑا زور تھا۔ حضور کے امر سے یہ دونوں اندیشے مرتفع ہو
جاویں گے یعنی انشاء اللہ مجھ کو بھی دشواری پیش نہ آوے گی یا اگر آوے گی تو اس کی برداشت کی قوت ہو جاوے گی۔
اور مدرسہ بھی حضور کی دعا سے چلتا رہے گا اب جو ارشاد ہو عمل میں لاؤں۔ یہاں ربیع الاول والآخر میں ان مجالس کی
زیادہ کثرت ہے۔ سو اگر شق ثالث کا حکم ہو تو اختتام صفر تک اس کا انتظام کر لوں۔ حقوق وغیرہ ادا کر دوں۔
مدرسہ کا کوئی مناسب انتظام بتدریج کر دوں۔ اور اب سے انشاء اللہ تعالیٰ کوئی نیا کام بلا استجازۃ حضرت والا
کے وقوع میں نہ آوے گا اور اگر غلطی سے کوئی امر صادر ہو جاوے تو بے تکلف احقر کو متنبہ فرما دیا جایا کرے۔
انشاء اللہ تعالیٰ امتثال امر میں کوتاہی نہ ہو گی اب جواب عریضہ کے ساتھ اس امر سے بھی اطمینان فرما دیا جاوے
کہ اب تو حضور کو کسی قسم کی ناخوشی اس خادم سے نہیں ہے زیادہ حد ادب۔ بخدمت مولوی محمد یحییٰ صاحب سلام مسنون۔

اشرف علی از کانپور ۱۷ محرم ۱۳۱۶ ہجری

اس کے جواب میں حضرت قدس سرہٗ نے مولانا کے اس رجوع الی الحق کا شکریہ ادا اور اس پر بشاشت تحریر
تحریر فرمائی اور جواب الجواب میں مولانا مدظلہ کی طرف سے شکریہ آکر کتابت ختم ہوئی۔

ختم اللہ لنا بالحسنیٰ۔ آمین!

(از صـ[illegible] تا صـ[illegible])

سلطان جہاں بیگم صاحبہ والیہ ریاست بھوپال نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی تھی اس پر حضرت قدس سرہٗ نے انہیں درج ذیل مکتوب تحریر فرمایا

مکتوب نمبر ۲۱۸

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ عنایت فرمائے بر حال بندہ۔ بعد سلام مسنون الاسلام۔ مطالعہ فرمایند۔
بندہ بخیریت ہے آپ کے لئے دست بدعا ہے۔ آپ کا عنایت نامہ مشتمل بر استدعائے بیعت نواب سلطان جہاں بیگم

صاحبہ کئی روز ہوئے آیا تھا مگر چونکہ بمقتضائے سن و بوجہ عروض عوارض مختلفہ میری طبیعت مختل رہتی ہے نیز دوبارہ تحریر جواب مجھے تردد بھی تھا اس لئے تحریر جواب کی ہنوز نوبت نہ آئی تھی کہ آپ کا دوسرا عنایت نامہ بغرض تقاضائے جواب آگیا اس لئے اب جواب لکھواتا ہوں کہ بیعت دو طرح کی ہوتی ہے ۔

ایک تو بغرض تحصیل نسبت و حصول برکات طریقت۔ اس کے لئے ایک مدت دراز مرشد کے پاس رہنا ضروری ہے اور یہ ظاہر ہے کہ نہ میں وہاں آسکتا ہوں نہ بیگم صاحبہ کی یہاں تشریف آوری مناسب ہے اور بدوں اس کے یہ بیعت بے کار ہے ۔

دوسری بیعت بغرض شرکت و تعلق بزرگان جس میں محض دخول سلسلہ ہوتا ہے اور اس کو اول تو بندہ کچھ مفید نہیں جانتا۔ دوسرے اس وجہ سے کہ رئیسہ دام اقبالہا کو جو میرے حال پر نظر عنایت و توجہ اور التفات ہوگی اس سے مجھے سخت ندامت ہوگی۔ نیز اس کی شہرت سے اہل حاجات مجھ بندہ کو روز روز تنگ کریں گے جن میں سے کسی کی سعی و سفارش مناسب ہوگی کسی کی غیر مناسب۔ پھر یہ کہ جب رئیسہ دام اقبالہا کو میرے ساتھ محبت و اخلاص ہے تو یہ تعلق و اتحاد حاصل ہے۔ بایں ہمہ اگر اصرار ہو تو دو شرط سے مجھے منظور ہے۔ ایک یہ کہ میرے ساتھ تذلیلی برتاؤ میں کوئی تفاوت نہ ہووے اور میرے ساتھ کسی قسم کی مروت و احسان نہ ہو۔ دوسرے اس امر کا اظہار نہ ہو۔

اگر یہ دونوں امر منظور ہوں تو میں ان کی بیعت اس امر پر قبول کرتا ہوں کہ اتباع سنت اور اجتناب بدعت کو اپنا شعار رکھیں اور حق پرستی و عدل گستری و انصاف سے رعایا پروری میں مصروف رہیں۔

والسلام ۔ (صفحہ ۲۳ ج ۲)

مکتوبات ماخوذ از آپ بیتی شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا کاندھلوی قدس سرہٗ

طبع شدہ : معہد الخلیل الاسلامی، کراچی

مکتوب نمبر ۱۶۹

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۔ بعد سلام مسنون آنکہ بندہ بخیریت ہے۔ آپ کے خط سے حال دریافت ہوا۔ عرصہ کے بعد آپ کا خط آیا۔ مجھے آپ کے لئے دعائے خیر سے کیا دریغ ہے۔ آپ لکھیں یا نہ لکھیں میں اپنے احباب و متعلقین کے لئے ہمیشہ دست بدعا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماوے۔ آپ کو شاید پہلے بھی کسی وقت لکھا گیا ہو اب پھر تحریر ہے کہ آپ بعد نماز عشاء پانچ سو بار حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھ لیا کریں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔ وہی سب کا کفیل اور کارساز ہے۔ فقط والسلام

از بندہ محمد یحییٰ، السلام علیکم، آپ کی تشویش سے تشویش ہے۔ واسوں کا کچھ تقاضا نہیں ہے مگر ایسی عملداری کیا ان دو پرچوں کی کافی تشہیر فرمادیں۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۱۷۰

بعد سلام مسنون آنکہ بندہ بخیریت ہے۔ مژدۂ عافیت باعث طمانیت ہوا۔ میں دعا گو ہوں دعائے خیر کرتا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ چونکہ نجات اور فلاح بجز اتباع سنت کے میسر و نصیب نہیں ہے۔ اس لئے اتباع سنت سے چارہ نہیں ہے۔ اسی لئے بیعت کی جاتی ہے اور اسی کے واسطے تحصیل علم ہے۔ جب یہ نہیں ہے تو سب ہیچ اور بے فائدہ ہیں۔ زیادہ اس بارے میں لکھنے کی حاجت نہیں اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول اور فاتبعونی یحببکم اللہ ۔ خود وارد ہوا ہے۔ فقط والسلام

از کاتب الحروف یحییٰ عفی عنہ بعد سلام مسنون

گزارش آنکہ یہ اشتہار دو پرچوں کی نظر سے گزارے ہیں۔ اس میں تعلیم الدین امداد السلوک اتمام النعم جمال الاولیاء نہایت مفید ہے اور ہر شخص کے دیکھنے کے قابل ہے۔ فقط والسلام

۱۶ ذی قعدہ ۱۳۱۸ھ (ص ۔۔۔)

* اس کے علاوہ آپ بیتی ص ۔۔ میں ص ۔۔ پر مکاتیب رشیدیہ کے حوالے سے ایک مکتوب درج ہے ۔

مکاتیب رشیدیہ" ماخوذ از مکتوبات اکابر دیوبند

مرتبہ: مولانا نسیم احمد امروہوی

ناشر: معراج بک ڈپو۔ دیوبند۔ یوپی

مکتوب نمبر ۱۷۱

از بندہ رشید احمد عفی عنہ ۔ بعد سلام مسنون ایں کہ خط آیا حال معلوم ہوا۔ بندہ دعا گو ہے اور آپ درود شریف کا التزام رکھو کہ حاجت دارین کے واسطے مفید ہے۔ پانچ سو بار کوئی صیغہ درود کا ہر روز پڑھ لیا کرو۔ اور بعد عشاء استغفار سو بار۔ حق تعالیٰ بہتر فرماوے گا۔ فقط والسلام ۔ سب کو میرا سلام پہنچے ۔

شنبہ مورخہ ۲۱ صفر [illegible]

پتہ :۔ در دیوبند ۔ بمطالعہ مولوی ضیاء الحق صاحب سلمہٗ

شنبہ ۱۶ صفر ۔ بندہ رشید احمد عفی عنہ از گنگوہ

مکتوب نمبر ۱۷۲

۷۸۶

برادرم محمد ضیاء الحق سلمہٗ ۔ السلام علیکم

بعد سلام مسنون آنکہ آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ بے شک مولوی صاحب کا (مدینہ منورہ) چلا جانا تمہارے واسطے سخت صدمہ ہے۔ بندہ دعا گو ہے۔ دعا خیر سے ہرگز دریغ نہیں۔ مگر مولوی صاحب کا آنا بعد کو اب مناسب نہیں۔ بدیں وجہ کہ معاملہ کو طول کا اب تک صاف نہیں ہوا۔ اگر وہ آگئے تو یقین کرتا ہوں کہ ایک جھگڑا قائم ہو جاوے گا اور خود وہ اسی وجہ سے بہ خفیہ نکل گئے ہیں کہ سوائے اس کے کوئی مفر ان کو نہ ملا۔ دوسرے یہ کہ وہ دیوبند سے جو جو معاملات خاص تھے اس قدر پیچیدہ اور تنگ ہو گئے ہیں کہ آپ کو سب ظاہر ہے۔ ایسے حالات میں ان کا چلا آنا اور پھر اسی جھگڑے کی آگ میں پڑنا مناسب معلوم نہیں ہوتا اور جو سب اپنے حضرت سلمہٗ حضرت سلمہٗ کی خدمت میں ظاہر فرماتے ہیں تو یقین کرتا ہوں حضرت سلمہٗ بھی اجازت قیام عرب دے دیں گے۔ لہٰذا

تحریر بندہ کی بے سود محض معلوم ہوتی ہے۔ لہذا بندہ اس باب میں لکھے گا۔ آپ مطمئن رہیں۔ فائدہ ہو یا نہ ہو۔ فقط والسلام۔ سب کو میرا سلام کہہ دیا۔ فقط

بندہ رشید احمد عفی عنہ از گنگوہ

۱۴ رمضان سنہ ۱۳۰۸ھ

مکتوب نمبر ۱۷۳

۷۸۶

برادرم محمد ضیاء الحق سلمہٗ ۔ از بندہ رشید احمد عفی عنہ

بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ بندہ بعافیت ہے۔ آپ کا خط آیا۔ حال دریافت ہوا۔ بارہ تسبیح اور شغل پاس انفاس برابر جاری رکھئے اور قلب بائیں جانب زیر پستان چپ ہے۔ قدر دو انگشت مائل بہ سینہ لطیفۂ قلب ہے اس کی محاذات میں جانب راست وہ لطیفۂ روح ہے اور قلب کے اوپر مائل بہ سینہ لطیفۂ سر ہے اور روح کے اوپر مائل بہ سینہ لطیفۂ خفی ہے اور ان دونوں کے اوپر مابین دونوں کے لطیفۂ اخفیٰ ہے۔ ان سب کو خیال کر کے متحرک کر لو اور ذکر اللہ ان سب جگہ سے اس صورت پر تصور کرو اور وہ جو قریباً معلوم ہوتا ہے وہ آواز قرع قلب کی ہے۔ یہ عمدہ بات ہے اس کا خیال رکھو۔ باقی سب خواب تمہارے مبارک عمدہ خواب ہیں حاجت تحریر نہیں خود ظاہر ہے۔ فقط والسلام۔ باقی خیریت ہے۔ از گنگوہ

مکتوب نمبر ۱۷۴

۷۸۶

برادرم محمد ضیاء الحق سلمہٗ۔ از بندہ رشید احمد عفی عنہ

بعد سلام مسنون آنکہ آپ کا خط آیا۔ حال معلوم ہوا۔ کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص کسی کو کچھ ثواب ہبہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ نے بمحض احسان مثل اس ثواب کے اس کو یعنی جس کو اس نے بھیجا ہے عطا فرمایا ہے اور فرستندہ کا اصل ثواب فرستندہ کے واسطے رکھتا ہے اور باقی میت کے ثواب کا نقصان کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہے اور بندہ اب تندرست ہے۔ بیماری رفع ہو گئی لیکن کچھ ضعف باقی ہے۔ فقط والسلام

۱۷ رمضان سنہ ۱۳۱۲ھ۔ از گنگوہ

مکتوب نمبر ۱۷۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ذات باری عز اسمہٗ موصوف بصفت کذب ہے یا نہیں؟ اور خدا تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص خدا تعالیٰ کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا ۔

الجواب: ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک اور منزہ ہے اس سے کہ متصف بصفت کذب کی جاوے۔ معاذ اللہ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ بھی کذب کا نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا (فرمایا اللہ تعالیٰ نے بات میں کوئی اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا نہیں) جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ قطعی کافر ملعون ہے اور قرآن و حدیث و اجماع امت کا مخالف ہے ہرگز مومن نہیں۔ تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا (اللہ تعالیٰ ظالموں کی بات سے بہت ہی اونچا ہے) البتہ یہ عقیدہ سب اہل ایمان کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مثلاً فرعون و ہامان و ابی لہب کو قرآن مجید میں جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا مگر بایں ہمہ وہ تعالیٰ قادر ہے[1] اس بات پر کہ ان کو جنت دیدے۔ اس حکم مذکور کی وجہ سے عاجز نہیں ہو گیا اگرچہ کبھی ایسا نہ کرے گا۔ قال اللہ تعالیٰ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور اگر چاہتے ہم تو ہر شخص کو ہدایت دیتے لیکن یہ بات تو ہو چکی کہ جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھر دیں گے)۔

اس بات سے واضح ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو مومن بنا دیتا۔ مگر جو فرما چکا ہے اس کے خلاف نہ کرے گا اور یہ سب یعنی کسی کو کافر بنا دینا کسی کو مومن بنا دینا اپنے اختیار سے ہے اضطرار سے نہیں وہ فاعل مختار فعال لما یرید ہے۔ یہی عقیدہ تمام علماء امت کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد
۱۳۰۱ھ

---

[1] امام المفسرین رئیس المتکلمین فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر کبیر میں تحت تفسیر ان تعذبہم فانہم عبادک الآیۃ فرماتے ہیں یجوز علی مذہبنا من اللہ تعالیٰ ان یدخل الکفار الجنۃ وان یدخل الزہاد والعباد النار لان الملک ملکہ ولا اعتراض لاحد علیہ۔ یعنی اہل سنت کے مذہب کے موافق جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کفار کو جنت میں داخل کر دے اور تمام زاہدوں و عابدوں کو جہنم میں داخل کر دے کیونکہ تمام جہان جس کا ملک ہے وہ سب کا مالک ہے اس پر کوئی کسی قسم کا اعتراض نہیں کر سکتا۔

قال اللہ تعالیٰ: لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔

"وہ اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا اور سب سے باز پرس کی جاوے گی۔"

مکتوبات بزرگان (رحمہم اللہ تعالیٰ)

باہتمام محمد صاحب

شائع گشت: مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۶۶ء / ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ

مطبع تحریر نہیں کیا

مکتوب نمبر ۱۶۹

کیا فرماتے ہیں علماء حقانی اس مسئلہ میں کہ کیا درمختار و مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف نور الہدایہ شرح ترجمہ اردو ہدایہ اور شرح وقایہ میں لکھا ہے۔ اگر عورت زکوٰۃ اپنے خاوند کو دے دیوے تو صاحبین کے نزدیک جائز ہے کیا یہ مسئلہ متفق علیہ ہے یا نہیں ؟

(۲) ایک شخص مر گیا متوفی کے وارث ایک دختر دو بیٹے اور زوجہ ہے کہ اولاد مذکر کی وراثت ہوتی ہے مؤنث کو کچھ دیتے ہی نہیں۔ اگر اولاد مذکر ایسی جائیداد جو شرعی حیثیت سے تقسیم نہیں کی بلکہ اپنی بہنوں کو محروم کر دیا۔ اگر یہ اولاد مذکر اپنی جائیداد کو ہبہ یا رہن کریں تو شرعاً کیا حکم ہے ؟ صحیح ہے یا نہیں ؟ اور مشتری کی طرف نفاذ نافذ ہوگا یا نہیں ؟

(۳) شرعاً اگر متوفی نے جائیداد سے بہن یا والدہ کو حصہ نہیں دیا تو اولاد متوفی کو لازم ہے کہ ان کو حصہ دے دے ؟

(۴) مشائخ کا جبہ جبکہ اپنے شریک کو دے جائز ہے یا نہیں ؟

(۵) عورت اگر عورتوں کی جماعت کراوے تو جہری نمازوں میں خفیہ پڑھے یا بلند ؟

(۶) اگر صرف دو عورتیں ہوں تو دوسری عورت امام عورت کے بائیں کھڑی ہو یا پیچھے ؟

(۷) مسافر کو جب کہ رمضان المبارک میں وہ روزے رکھتا ہے تراویح معاف ہے یا ضرور پڑھے ؟

(۸) بیع ادھار ثمن کا وعدہ کرنا کہ فلاں روز دوں گا ضروری ہے یا نہیں ؟

جواب :

۱۔ سوال اول اس باب میں احوط مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے کہ خاوند کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

۲۔ اگر شئ مشترک کو فروخت کرے تو صرف اسی کا حصہ فروخت ہوگا۔ دوسرے شریکوں کا حصہ اُن کی اجازت سے جائز ہوگا اور مشتری کو بیگانے حصے کا خریدنا درست نہیں۔ اگر باقی شرکاء نے وقت بیع انکار کیا تھا تو مشتری

فسخ کرسکتا ہے۔

۳۔ اُس کی اولاد پر ضروری ہے کہ حصّہ داروں کا حصّہ الگ کر کے مالکوں کو دے دیں۔ فقط

۴۔ ہبہ مشاع کا درست نہیں۔ اگرچہ شریک کو ہو۔ لیکن شریک کے ہاتھ بیع کر کے ثمن ہبہ کرسکتا ہے۔

۵۔ ۶۔ عورتوں کی جماعت مکروہ ہے لیکن اگر کرلیں امام وسط میں کھڑی ہو اور جہریہ نمازوں میں جہر کرے۔[1] فقط

۷۔ مسافر کو تنہا و یا دو دیگر شخص نہ پڑھنے کی رخصت ہے۔ فقط

کتبہ رشید احمد عفی عنہ ۲۲ر شعبان سنہ نامعلوم

۲۱ر جون ۱۸۹۸ء

مکتوب نمبر ۱۷۷

از بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی۔ بعد سلام مسنون مطلع فرمایند کہ کارڈ پہنچا۔ حال معلوم ہوا۔ جواب مسئلہ یہ ہے کہ ایسا شخص جس کے صفات آپ نے مسئلہ میں لکھے ہیں فاسق ہے۔ ایسے شخص کی تعظیم کرنا گناہ ہے اور جو شخص ایسے شخص کی تعظیم کرے وہ بھی گنہگار ہے۔ فقط والسلام

۱۵ر شوال ۱۳۱۶ھ

مکتوب نمبر ۱۷۸

الجواب:۔ قربانی کا گوشت کافر کو دینا اور بھنگی اور چمار کو درست ہے اور اس کا چمڑہ فروخت کر کے مسکین کو دینا واجب ہے اور تیل چٹائی دینا اس کا مسجد میں درست نہیں اور روٹی کھلا دینا بھی درست نہیں۔ ہاں روٹی اگر بازار سے خرید کر روٹی کا مالک کر دینا یہ درست ہے۔

یہ صورت جو سوال میں درج ہے اس میں قربانی واجب نہیں۔ اگر چند روپے حاجت سے زائد ہوں تو قربانی واجب ہوگی۔

ایسے مقام پر جمعہ ادا نہیں ہوتا ظہر جماعت سے پڑھنا چاہیئے۔ فقط والسلام

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

۱۱ر اپریل ۱۸۹۸ء

۸ر ذی قعدہ

٭

---

[1] اس کے لئے عین الہدایہ مولانا امیر علی کو دیکھنا چاہیئے۔ محمد عفا اللہ عنہ

مکتوب نمبر ۱۷۹

الجواب :

صحتِ نمازِ جمعہ کے لئے ملک تام یا وقف ہونا مسجد کا شرط نہیں ہے۔ پس یہ مواضع اگرچہ ملک مسلمانان نہیں ہیں تب بھی اگر وہ جگہ شہر ہو تو وہاں جمعہ درست ہے۔ اگر گاؤں ہو تو جمعہ درست نہیں ہے۔ حاصل یہ کہ شہر میں اگر اذن عام نہ ہو اور کسی جگہ خاص میں جماعت ادا کی جائے جہاں ہر ایک نہ جا سکتا ہو تو نماز جمعہ درست نہیں۔ اگر شہر میں اذن عام ہو تو نماز جمعہ درست ہے اگرچہ وہاں مسجد نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
خلیل احمد عفی عنہ مدرس اول	عنایت الٰہی عفی عنہ	ثابت علی عفی عنہ
مظاہر العلوم	مدرس دوم	مدرس سوم

الجواب صحیح	الجواب صحیح
عبد الکریم عفی عنہ۔ مدرس چہارم	محمد اعظم عفی عنہ۔ مدرس پنجم

متعلق فتویٰ سابق بعد سلام مسنون عرض یہ کہ شہر اور گاؤں کی تعریف الگ الگ تحریر فرمائیں۔

والسلام اضعف العباد فخر الدین

مکتوب نمبر ۱۸۰

الجواب :

شہر اور گاؤں عرفی امر ہے۔ اہل عرف اس کو پہچانتے ہیں۔ گاؤں اور قصبہ کا فرق سب بستی والوں کو معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ اس کو بیان نہیں کر سکتے۔ ہمارے یہاں چار پانچ ہزار کی بستی جس میں ڈاک خانہ، شفاخانہ، وغیرہ بھی ہوتا ہے قصبہ و شہر کہلاتے ہیں۔

مگر یہ دونوں امر بھی مدار معرفت نہیں۔ محلہ اور کوچہ اور بازار ہر طرح کے حوائج دستیاب ہونا جیسے ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے، یہ علامات شہر ہیں۔ مگر ان پر مدار نہیں ہے۔ چونکہ وہ ایک امر عرفی ہے اس لئے اس کی تعریف کی طرف توجہ نہیں کی گئی ہے اور کثرت سے تعریفات اس کے کتب میں مذکور ہیں کیونکہ کسی نے کوئی علامت معرفت سمجھ کر بیان کی کسی نے کوئی۔

واللہ تعالےٰ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

نہایت گراں ہے مگر کیا کیا جائے ؛ اور پھر بندی میں اس قدر دم ہو کر اور خسارہ ہوا کہ کچھ کہا نہیں جاتا کہ ایک کشتی
کے چھپروں کا چھتیس(۳۶) روپے آٹھ آنے دیئے گئے ۔ عند البصیر فیما وقع ۔

غرض دونوں کشتی اور دونوں کے چھپر پانچ سو تریسٹھ روپیہ میں تیار ہوئے اور قافلہ کے چھیالیس(۴۶) آدمی
تھے ۔ بارہ بارہ روپیہ دو دو آنہ اور چند پائی فی نفر پڑی ۔ الحاصل جو کچھ ہوا سو ہوا ۔

(عبارت حذف کی) دس روز قیام فیروز پور میں رہا ۔ اس شہر کو نہایت بد معاملہ پایا ۔ بعد دس روز کے گاڑی
چھکڑا کرایہ کر کے یکشنبہ ۲۹ تاریخ کو گھاٹ گنڈا سنگھ پر پہنچے اور دوشنبہ یکم تاریخ بعد ظہر روانہ ہوئے اور چھ سات
کوس پر قیام کیا ۔ اگلے روز سارے دن چلے تیسرے روز آخر شب میں بارش اور ہوا رہی ۔ اور بعد دن چڑھے
کے ہوا بند ہو گئی ۔ مگر میر بحر کو تلاش ملاح کی تھی اس واسطے توقف رہا ۔

غرض قریب عصر کے چلے اور مغرب تک تین چار کوس چل کر قیام کیا ۔ پھر چوتھے روز اول وقت عصر کے کچھ
ریت دابا کے کھونٹا کشتی کا ٹوٹ گیا تھا ۔ غرضکہ پانی دریا میں بہت کم ہے کہ اکثر جا کشتی ریگ پر ٹھہر جاتی ہے ۔
آج سترہ تاریخ (جمادی الاخریٰ ۱۹ نومبر) روز شنبہ اور چھٹی منزل ہے ۔ اگر حق تعالیٰ نے چاہا ہے جلد
کوٹلی پہنچیں گے ورنہ جو کچھ رضا اس کی سب سے اس پر تسلیم ہے ۔ عنایات الٰہی سے ہر طرح خوش ہوں ۔ اگرچہ سفر
میں تکلیف ہوتی ہے مگر کچھ تکلیف نہیں ۔ ان خطوں کے مضمون سے جو کچھ شکایات سمجھی جاتی ہیں وہ شکایات حال
نہیں بلکہ حسب وعدہ حکایت واقعہ ہے ۔ ورنہ اگر اپنے آپ کو دیکھوں اور اس راہ کو خیال کروں تو میری زبان
نہیں کہ شکر ادا کروں ۔

اور یہ خط دریا میں بیڑے پر بیٹھے لکھا ہے تا جب کوئی ڈاک خانہ ملے روانہ کیا جائے تم خط سکھر پر روانہ
کیجیو تا تمہاری خیریت معلوم ہو ۔

بخدمت مولوی مظفر حسین صاحب کو سلام مسنون نہایت شوق سے عرض کیجیو اور دعا خیریت خاتمہ چاہیو ۔ دل میں
شوق زیارت کا رہ گیا ۔ زیادہ کیا عرض کروں ۔ بخدمت مولوی نور الحسن صاحب کے اور میر رستم علی صاحب و مولوی
مخدوم صاحب اور الٰہی بخش، حافظ عبد اللہ وغیرہ جو عنایت فرما ہیں سب کو سلام عرض کر دیجیو اور مولوی صاحب
کی خدمت میں حکیم ضیاء الدین اور حافظ وحید الدین اور عبد الرحمن اور حافظ یوسف، حافظ احمد اور حسام الدین
اور محسن محمد سب سلام مسنون عرض کرتے ہیں اور تم کو بھی سلام کہتے ہیں ۔

آج ہم گھاٹ پاک پٹن شریف پر پہنچے کل مقام ہوگا اور زیارت حضرت سے مشرف ہو کر پرسوں روانہ
ہوویں گے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔

(حاشیہ) دو کشتی میں بیٹھنے کو جائے بہت ہے مگر سب کشتی کے اندر سو نہیں سکتے ۔ چھ آدمی فراغت سے
زنانہ مردانہ چھپر میں پڑتے ہیں اور آٹھ تختے سے اور باقی چار پانچ آدمی زمین پر پڑتے ہیں ۔

❊

مکتوب دوم

مشفق و مہربان بندہ حافظ اللہ دیہ صاحب دام شوقہ باللہ تعالے

از احقر الناس رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مشہود آنکہ پنجم رجب چار گھڑی روز برآمدہ بمقام سکھر رسیدیم و خط آں مہربان قریب دوپہر شخصے رسانید بسبب آنکہ آں روز نہایت فرصت قلیل بود از جوابش معذور ماندہ ششم از سکھر روانہ شدہ امروز دہم رجب بمقام کوٹری کہ کرایہ کشتی تا اینجا بود قریب دوپہر رسیدیم و از سکھر تا اینجا اکثر باد تندی در وزید۔ یک مقام ہم بموضع سیواں کہ مزار شہباز قلندر آنجاست واقع شد مگر ڈاکخانہ بجز اینجا نبود کہ جواب نبشتمی المرام بشکر حق تعالے می کنیم کہ محض باحسان خود ایں مشت خاک را تا اینجا رسانید شکر ایں عطیہ نمی توانم کرد۔

آنچہ از طمانیت قلب در ذکر نگاشتہ اند خیلے فرحت اندوختم حق تعالی ترقی کند و ازدیاد ایں تحفیف سکون و طمانیت از ہزار کرامت خوشتر است و آنچہ از حدوث سر گرانی نبشتہ اند پس ایں ہر سہ مرض را باستغفار دفع کنند و خود را محض ناکارہ فہمیدہ باشند و چوں رمضان قریب است بالفعل دور قرآن شریف فرمایند و ازاں بعد ترجمہ قرآن شریف مستحسن می نمایند و مثنوی شریف ہم عمدہ نعمت است مگر ترجمہ شریف را برائے شما ترجیح می دہم۔ پس بعد رمضان مبارک ترجمہ شروع سازند۔

و فردا دہ روز بجہ قیام است۔ پس فردا انشاء اللہ روانہ خواہم شد۔ اگر خدا تعالے خواست از کراچی یک خط خواہم نبشت فقط۔

از حکیم ضیاء الدین و دیگر جملہ اہل قافلہ سلام خواہند الہ بندہ و حکیم صاحب و میاں عبدالحق و عبدالرحمن وغیرہ جملہ مردمان قافلہ مولوی مظفر حسین صاحب و مولوی نور الحسن را سلام می گویند و سلام بندہ جملہ احباب را فرمایند۔ فقط

ترجمہ :-

میرے مشفق و مہربان۔ احقر رشید احمد کی جانب سے بعد سلام مسنون معلوم ہو کہ پانچ رجب (۱۲۷۹ھ ۵ر دسمبر ۱۸۶۲ء) کو علی الصباح (ہم سب) سکھر پہنچے۔ دوپہر کے قریب ایک شخص نے تمہارا خط لاکر دیا۔ چونکہ اس دن فرصت بہت کم تھی اس لئے فوراً جواب نہ لکھ سکا۔ ۶ تاریخ کو سکھر سے روانہ ہو کر آج ۱۰ رجب (۱۰ جنوری ۱۸۶۳ء) کو دوپہر کے قریب کوٹری پہنچے کشتی یہیں تک کرایہ کی تھی سکھر سے یہاں تک اکثر تند و تیز ہوائیں چلتی رہیں راستہ میں ایک جگہ اور قیام ہوا تھا۔ سیوان میں جہاں شیخ شہباز قلندر کا مزار ہے مگر یہاں کے علاوہ کہیں اور ڈاک خانہ نہیں تھا کہ جواب لکھ کر ڈال دیتا۔ حق تعالے کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اپنے احسان سے اس مشت خاک کو یہاں تک پہنچایا۔ اس عطیہ کا شکر ادا نہیں ہو سکتا (تم نے) جو کچھ ذکر میں طمانیت قلب سے

متعلق لکھا اس سے مجھے مسرت ہوئی۔ حق تعالیٰ اس میں ترقی عطا فرمائے۔ اس فقیر کی رائے میں سکون و طمانیت ہزار کرامتوں سے بہتر ہے اور جو کچھ تم نے نئین عوارضات کے متعلق لکھا ہے ان تینوں کو استغفار کے ذریعے دور کرو اور خود کو ناکارہ محض خیال کرو اور فضل الٰہی پر نظر رکھو۔ انشاء اللہ کوئی تکلیف نہ ہوگی اور رمضان المبارک قریب ہے اس میں قرآن شریف کا قدر اہتمام سے کریں۔ رمضان کے بعد ترجمہ قرآن شریف زیادہ بہتر ہے اور مثنوی شریف بھی عمدہ نعمت ہے۔ مگر تمہارے لئے ترجمہ قرآن کو ترجیح دیتا ہوں اس لئے رمضان کے بعد ترجمہ قرآن شروع کر دیں۔

کل ۱۸ ار روز جمعہ میں قیام ہے۔ انشاء اللہ پرسوں روانہ ہوں گے۔ حق تعالیٰ کو منظور ہوا تو کراچی سے بھی ایک خط لکھوں گا۔

حکیم ضیاء الدین اور جملہ اہل قافلہ سلام کہتے ہیں۔ نیز بندہ اور حکیم صاحب اور میاں عبدالحق و عبدالرحمٰن، وغیرہ قافلہ کے تمام افراد مولوی مظفر حسین صاحب اور مولوی نورالحسن کو سلام کہتے ہیں۔ جملہ احباب سے بندہ کا بھی سلام کہہ دیں۔

مکتوب ۱۸۴

از بندہ رشید احمد۔ بخدمت پیر جیو احمد حسین دام اشتیاقہ! بعد سلام مسنون مشہود آنکہ جواب خط سابق از سکھر روانہ کردہ شد از آنجا روانہ شدہ۔ ۱۸ ار روز کوئٹری حیدر آباد رسیدہ کہ کرایہ کشتی تا بمبئی بود رسیدیم روز جمعہ دو آنجا بودہ شب شنبہ بعد یک گھنٹہ تو اختہ شب در ریل سوار شدہ قریب طلوع آفتاب روز شنبہ شبانہ در کراچی کہ قریب صد کروہ از کوٹری بود رسیدیم، فی کس چہار روپیہ کرایہ ریل دادیم و در بارہ اسباب را ہماں فی من ہر کرایہ دادہ شد، از کراچی مراکب بسقط می روند و ایں راہ دشوار است و نیز تکلیف و بندران آنجا کہ می برند کہ تمام مرکب را بجائے کیمو کرایہ کم از یک ہزار روپیہ تعین نمی شود۔ ازیں سبب از ہمراہ اعراض کردہ قصد بمبئی داریم۔

امروز ۲۳ ار رجب در سہ شنبہ کہ چار روز در کراچی شد کرایہ بقدر رو شدہ بمبئی نشد، ہرگاہ قرار دادہ می شود قصد آنجا خواہد شد غالباً پنج شش روز دیگر اینجا گذرد، باقی سابق تحریر شدہ کہ ازیں راہ خشکی براہ حج دلچسپ است ورنہ ہر چہ پیش آید می گذرد۔ و تکلیف ریل را ہم نیست مگر خرچ بسیار است و آخر کار مرجع بر بمبئی می شود۔ بمبئی ازیں جا بالعدکردہ و راہ دریا پنج شش روز یا زیادہ طے راہ می شود۔ باقی خیر و ریں جا ہمہ وجوہ خیریت است۔

محمد احسن و محمد حسن و امیر احمد و والدہ صاحبہ خود را و ہمہ اعزہ خود را سلام و دعا فرمایند و دیگر احباب ہر کہ یادگار بود، و جو بدر جبہ و خبر دار میاں محمد حسن صاحب و غیرہ آں سلام برسانند، ابوالشعر حکیم ضیاء الدین ہمہ سلام

کی گوئید حافظ محمد صاحب ہمانی صاحبہ خود را و محمد امیر وغیرہ را سلام و دعا می رسانند ۔

ترجمہ :-

بندہ رشید احمد کی جانب سے بخدمت پیر جی محمد حسین صاحب بعد سلام مسنون: واضح ہو کہ آپ کے خط کا جواب سکھر سے روانہ کر دیا تھا۔ ہم سب سکھر سے روانہ ہو کر ۱۰ ر کو کوٹری حیدرآباد پہنچے۔ کشتی وہاں تک کرایہ کی تھی۔ جمعہ کے دن وہاں قیام کر کے شنبہ کی رات میں تقریباً ۹ بجے ریل میں سوار ہو گئے اور تھوڑی رات کے سفر کے بعد طلوع آفتاب کے وقت کراچی پہنچے جو کوٹری سے تقریباً سو کوس ہے۔ فی کس دو روپے ساڑھے نو آنے ریل کا کرایہ دیا اور سامان کے لئے فی من ۸ آنہ دیئے گئے۔ کراچی سے مسقط بھی جاتے ہیں۔ یہ راستہ بہت مشکل اور تکلیف دہ ہے اور بعض عدن سے بھی جاتے ہیں۔ اس کے لئے اگر کوئی پوری کشتی کرایہ پر لے تو ہزار پانچ سو سے کم کرایہ پر نہیں ملتی۔ اس لئے دونوں راستوں سے بچ کر بمبئی کا ارادہ کرتے ہیں۔

آج ۲۲ ر رجب سہ شنبہ (۱۳ ر جنوری ۱۸۶۳ء) کو کراچی میں چار دن ہو گئے۔ اب تک بمبئی جانے والا کوئی جہاز کرایہ پر نہ مل سکا۔ جب بھی مل جائے گا وہاں کا قصد کریں گے۔ پانچ چھ روز غالباً اور بھی گذریں گے۔ باقی پہلے لکھ چکا ہوں کہ اس راستہ سے خشکی کا راستہ زیادہ مناسب ہے ورنہ جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ اس راستہ میں کوئی تکلیف تو نہیں لیکن خرچ بہت ہوتا ہے۔ آخر بمبئی آنا ہوتا ہے۔ بمبئی یہاں سے پانسو کوس ہے دریا کی راہ سے پانچ چھ دن یا اس سے زیادہ میں مسافت طے ہوتی ہے۔ باقی خیریت ہے۔ یہاں ہر طرح سے خیریت ہے۔

محمد احسن محمد محسن امیر احمد اپنی والدہ صاحبہ اور اپنے تمام اعزہ سے سلام و دعا فرمائیں۔ احباب میں پرسانِ حال سے درجہ بدرجہ سلام کہہ دیں۔ نمبردار میاں محمد محسن صاحب وغیرہ سلام کہتے ہیں۔ ابوالنصر حکیم ضیاء الدین سب سلام کہتے ہیں۔ اور اپنی بھابی صاحبہ اور محمد امیر وغیرہ کو سلام و دعا پہنچا دیں۔

مکتوب نمبر ۱۸۵

مشفق مہربانم حافظ اللہ دیہ صاحب!

از رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون واضح باد۔ بتاریخ ۱۸ ر صفر از جدہ روانہ شدہ بعد قیام پانزدہ یوم در اثناء راہ در عدن و مخا بتاریخ ۱۵ ر ربیع الاول یوم پنجشنبہ در بندر بمبئی و بیوم جمعہ در شہر رسیدہ و خطوط آں صاحب از مولوی صاحب موصوف بعنایت اللہ موصول شدہ و خیریت آنجا دریافت۔ الحمدللہ کہ حضرت قطب عالم در مکہ طیبہ خوش و خرم اند ولیکن۔ و بتاریخ ۱۲ ر ربیع الاول ۱۲۸۰ھ شیخ لطف علی نانوتوی از قضائے الٰہی فوت شدہ باقی ہمہ تن عافیت بخیریت است و راقم را از عرصہ دوازدہ یوم بخار می آید و بسبب شدت درد سر خط از قلم دیگرے

ابوالنصر نگاشتہ روانہ نمودہ ۔

بخدمت جناب مولوی مظفر حسین صاحب و مولوی نور الحسن صاحب و قاضی محمود احمد سلام مسنون ۔

از بندہ ابوالنصر عفی اللہ عنہ ۔ بمکتوب الیہم و اشارالیہم سلام مسنون برسد ۔

راقم رشید احمد عفی اللہ عنہ ، بقلم ابوالنصر

ترجمہ :۔

مشفق مہربان حافظ اللہ دیہ صاحب سلمہٗ :

رشید احمد کی جانب سے بعد سلام مسنون واضح ہو کہ ۸ر صفر ۱۲۸۰ھ ۲۴ر اگست ۱۸۶۳ء کو جدہ سے روانہ ہوئے ۔ درمیان میں بارہ دن مدینہ اور دو ہفتے کے قیام کے بعد ۵ر ربیع الاول (۲۱ر ستمبر) یوم پنجشنبہ کی بندرگاہ پر اور جمعہ کے روز شہر میں پہنچے ۔ آپ کا خط مولوی عنایت اللہ صاحب سے ملا جس میں وہاں کی خیریت دریافت کی تھی ۔ الحمدللہ حضرت قطب عالم تک تحریر میں بخیریت ہیں اور بس ۔

مورخہ ۱۲ر ربیع الاول ۱۲۸۰ (یکم ستمبر) کو شیخ لطف علی نانوتوی کا انتقال ہوگیا ۔ باقی سب اہل کا تو بخیر ہیں ۔ مجھے ۱۷ روز سے بخار آرہا ہے اور درد سر کی شدت کی وجہ سے خط بھی عزیز ابوالنصر سے لکھوا کر بھیج رہا ہوں ۔

جناب مولوی مظفر حسین و مولوی نور الحسن صاحب اور قاضی محمود احمد کی خدمت میں سلام مسنون کہہ دیں ۔ بندہ ابوالنصر کی جانب سے آپ کو اور ان سب حضرات کو سلام مسنون پہنچے ۔

مکتوب نمبر ۱۸۶

برادرم حافظ اللہ دیہ صاحب :

بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند نامۂ شما رسیدہ موجب پریشانی گردید ، چو پریشانی یاران بہر حالی رسیدہ حق تعالیٰ شما را حافظ باد آنچہ پرسیدہ اند اگر جواب اہل اللہ تحریم است کہ بہر حال گزارید حق تعالیٰ مددگار است آنچہ حق شما نزد کسے شد اگر دہد بہتر ورنہ صبر کنید و آنچہ حق دیگر نزد شما است ادا کنی وارثان رسانید زنہار زنہار نزد خود نہ دارید ، و حقوق دیگران کہ اجداد شما و از دو سہ سال خود شما می خوردید چہ مستانفقہ شد ؟ اکنون حقہ شما ہم کسے دیگر ایں را گرفتہ رو آن دادند ۔ لیکن زنہار چنان نکنید کہ مال و حق کسے بر شما ماند ، روز قیامت حق تعالیٰ از حقوق خود چندے گناہان مغفرت کرد مگر در حقوق العباد انصاف خواہد شد ۔ در حدیث است اگر کسے ترک مناصمت کند و مال خود را نزد دیگر بگزارد برائے او حق تعالیٰ در جنت مکانے خواہد داد ۔ پس بر شما باد کہ بالکل ترک قصہ سازید ، در حق دہم و رنا حق حق تعالیٰ رزاق است آخر آنا کہ ملک نہ دارد می خورند بتجارت و نوکری می کنند معاملہ دنیا چند روزہ است ہر چہ گزرد گزرد دین از دست نرود ۔ دین باشد دیگر

ہر چہ باشد نہ باشد۔

واگر جواب حسب شریعت خواہم پس این ست کہ چون معیشت ظاہر شما است۔ پس در آنچہ حق شما است مخاصمہ مضائقہ ندارد لیکن اگر دانید کہ در حق مخاصمت کی توانید و در مخاصمت حق ظلم بر دیگران است ترک سازید مگر دانم کہ در مخاصمت کچہری انگریزی بدون کذب و افترا ہر کار نہ برآید۔ پس آنچہ راہ بہتر است می گویم کہ ہر کار بصدق و دیانت برآید قلیل و کثیر ہر چہ باشد از حقوق خود برآوردن مضائقہ نیست اگر چنان فراغت نیست پس بر خدا تعالیٰ گذاشتہ صبر کنید و ہمہ امور را باو گزارید۔ او در کار بردار بندگان خود است و نفس را بآیات قرآنی صبر دہانید ہر چہ دانم کہ دنیا باب مناقشہ بسیار خواہد کرد مگر آن برادر از فضل الٰہی از مردان خدا تعالیٰ اند و جواب نفس خواہند کرد۔ این بالاتر ہم برائے شما دعا می کنند کہ دعائے من در باب شما قبول افتد۔ خط مورخہ ۹ ربیع الثانی آمدہ بود لہٰذا ہم حضرت سلمہ سلام علیک نوشتہ بودند۔

ترجمہ :-

برادرم حافظ اللہ دیہ صاحب!

بعد سلام مسنون معلوم ہو کہ تمہارا خط پہنچ کر باعث پریشانی ہوا۔ کیونکہ دوستوں کی پریشانی سے سب کو پریشانی ہوتی ہے۔ دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا محافظ ہو۔ تم نے جو کچھ پوچھا ہے اس کے بارہ میں اگر اہل اللہ کا جواب دوں تو یہ ہے کہ سب چھوڑ دو حق تعالیٰ مددگار ہے۔ تمہارا جو حق کسی پر ہو وہ اگر دیدے تو اچھا ہے ورنہ صبر کرو۔ اور جو دوسروں کے حقوق تم پر ہیں ان کو حق داروں کو پہنچاؤ۔ ہرگز ہرگز اپنے پاس نہ رکھو۔ اور دوسروں کے حقوق جو تمہارے اجداد اور دو تین سال سے تم خود کھا رہے ہو اس میں کیا حرج ہے؟ کیونکہ تمہارے بھی ان لوگوں پر حقوق ہیں۔ اس کو ان کا کفارہ سمجھو لیکن ایسا ہرگز نہ ہو کہ کسی کا مال یا حق تم پر رہ جائے۔ قیامت کے دن حق تعالیٰ اپنے حقوق اور تمام گناہوں کی مغفرت فرما دے گا مگر حقوق العباد میں (صاحب حق سے) انصاف ہوگا۔

حدیث پاک میں ہے کہ اگر کوئی ترک مخاصمت کرے اور اپنا حق دوسروں پر اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑ دے تو حق تعالیٰ قیامت کے دن (اس کے بدلہ میں) جنت میں ایک مکان عطا فرمائیں گے۔ اس لئے تمہیں چاہئے کہ اس قصہ کو بالکل ترک کر دو چاہے تم حق پر ہو یا ناحق پر۔ حق تعالیٰ رزاق ہے آخر وہ لوگ بھی تو کھاتے ہیں جو کوئی اثاثہ نہیں رکھتے۔ تجارت اور نوکری کرتے ہیں۔ دنیا کا معاملہ چند روزہ ہے جس طرح گذر سکو گذارو لیکن دین کو ہاتھ سے نہ جانے دو دین محفوظ ہے۔ دوسری کوئی چیز ہو یا نہ ہو۔

اور اگر جواب شرعی دوں تو یہ ہے کہ چونکہ اس میں بظاہر تمہاری معاش کا مدار ہے اس لئے جو تمہارا حق ہو اس کے لئے جھگڑنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ حق حاصل کرنے کی صورت میں دوسروں پر ظلم ہوگا تو اسے چھوڑ دو۔ مگر میں جانتا ہوں کہ انگریزی کچہری تک معاملے جاتے ہیں بغیر کذب و افترا کے

کام نہ بنتا تھا اس لئے (اپنی رائے) لکھتا ہوں کہ اگر صدق و دیانت سے یہ کام ہو سکے تو کم یا زیادہ جو کچھ حاصل کر سکو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اگر اس طرح سے ممکن نہ ہو تو خدا تعالے پر چھوڑ کر صبر کرو اور تمام کام اُس کے سپرد کر دو وہ اپنے بندوں کا بہترین کارساز ہے اور دل کو آیات قرآنی سے صبر دو۔ اگر چہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ نفس اس میں بہت جھگڑے گا مگر اسے ہرا دو! آپ خدا کے فضل سے مردانِ الٰہی میں ہو اپنے نفس کو مطمئن کر دو گے۔ یہ نالائق بھی تمہارے لئے دُعا کرتا ہے کہ میری دُعا تمہارے لئے قبول ہو۔

خط مورخہ ۸ ربیع الثانی آیا ہے۔ حضرت سلمہ نے تمہیں بھی سلام لکھا ہے۔

مکتوب نمبر ۱۸۷

برادرم حافظ اللہ دیہ دام شوقکم الی اللہ تعالے !

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بر خیریت خود و جملہ اقارب و احباب خود شکر دادم و صحت آں برادر مطلوب (بعد سلام مسنون معلوم ہو کہ اپنی اور تمام اعزہ اور دوستوں کی خیریت پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں اور تمہاری خیریت کا طالب ہوں۔)

تمہارے خطوط سے قدرِ تمہارا معلوم ہوا۔ مصائب دُعا کے چارہ اس بے چارہ کا نہیں۔ اکثر دُعا کرتا ہوں اور خیال تمہارے حال اس رنج و تردد کا رہتا ہے۔ مگر مالکِ حقیقی تعالے شانہٗ سے یوں توقع ہے کہ تم کو دین و دنیا میں بانصرت رکھے۔ اگر چہ اعداء تمہاری فکر میں ہیں۔ دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است (دشمن اگر قوی ہے تو نگہبان قوی تر ہے۔)

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۔ (جس نے اللہ پر بھروسہ کیا، اللہ اُس کے لئے کافی ہے)

کچھ فکر نہیں تمہارا حامی ذات پاک احکم الحاکمین مالک الملک شہنشاہ تعالیٰ شانہٗ ہے۔ در صورتیکہ تم کو یقین ہے کہ قرابتِ بیگ بالکل ناحق پر ہیں۔ اس کا کچھ حصہ ہی نہیں اور ثالث لوگوں کی عادت ہے کہ بیچ میں ناحق پڑ کر اس کو چیز سے یہ چیز سے دلاتے ہی ہیں۔ پھر کیونکر ثالثی درست ہوگی؟ ہاں اگر تم اس اپنے حصہ میں سے دے کر راضی کر دو تو کچھ مضائقہ نہیں یا مجموعہ سے جو کچھ دیا جائے اس کا جو کچھ حصہ یتیم اور صغیر کا ہے وہ پورا نہ دیا جاوے اور جو کچھ عاقل و بالغ مرد و زن کا ہو اس کو ان کی رضا سے لگا دیا جاوے تو کچھ ڈر نہیں۔ جو لوگ اہل تمہاری ...... کے ان کو فہمائش کرو۔ جو وہ سب بالغ جوان راضی ہو دیں تو ثالث کر لو پھر جو کچھ دیا جاوے حصہ میں سے اُن بالغین کے ہو۔ حصہ یتیموں کا کامل ان کو دیا جاوے۔ مقدمہ دیدہ و دانستہ جو تم جانتے ہو کہ ثالث دیتے ہی ہیں اور دیویں گے ہی پھر تمہارے دینے اور ان کے دینے میں کچھ فرق نہیں۔ تمہاری رضا سے انہوں نے دیا۔

تمہارا خط جو سویں شوال کو آیا تھا اس قدر ہجوم کم فرصتی ہوا کہ امروز و فردا کرتے کرتے ۱۰ تاریخ آگئی۔ مختصر جواب

لکھتا ہوں اور مولوی منعم وکیل فریق ثانی کو اطلاع کر دوں گا کہ وکالت سہارنپوریوں کی انکار کر دیں۔ فقط
حافظ عبدالرحمٰن خوش ہیں، سلام کہتے ہیں۔ پیر جی محمد بخش، حکیم محمد حسن ابوالنصر وغیرہ سلام کہتے ہیں۔

مکتوب نمبر ۱۸۸

از بندہ رشید احمد عفی عنہ!

برادرم حافظ اللہ دیہ صاحب سلمہ! بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند دو خط تمہارے پہنچے۔ ایک تو نانوتہ مجھ کو ملا۔ اس کے جواب میں یہ تردد رہا کہ وہ خط میرے پاس اتفاقاً مسوری کو پہنچا۔ یہ جانا کہ مرانیہ کے ترخشے میں تم الہ آباد گئے ہو گے۔ جواب میں دیر ہوئی۔ دوسرا خط میرٹھ پہنچا تو تمہارے سہارنپور دوبارہ جانے کا خطرہ ہوا۔ لہٰذا تامل رہا۔ اب محض انتظار تمہاری فتح کی خبر سننے کا ہے۔ تعبیر خواب تمہارے کی یہی معلوم ہوتی ہے اور آیت فال قرآن شریف بھی بہت صریح اس فتح کی خبر دیتی ہے۔

باقی فال کا مسئلہ! سو بطور دل خوش کرنے کے مضائقہ نہیں اور اگر تشبہ اہل بدعت کا کہ فال نکالتے ہیں یا ہنود کا خیال کیا جائے تو البتہ موجب کراہت معلوم ہوتا ہے۔ اور شاید بعض علماء نے اسی واسطے منع بھی لکھا ہے۔ لہٰذا احتیاط ترک میں ہے۔ کاندھلہ سے تھانہ بھون ایک منزل ہے اور تھانہ سے دا بیورر ایک منزل اور سہارنپور سے رامپور پوری منزل نہیں۔ لہٰذا اس راہ میں قصر نہیں چاہئے اور براہ مظفرنگر قصر کرو اگرچہ ریل پر چلو کیونکہ وہ تین منزل کامل ہے۔ فقط

حافظ الٰہی بخش یہاں سے دہلی گئے تھے غالباً واپس آ گئے ہوں گے! بنظر جواب یہ فقرہ لکھا ہے ورنہ اب حاجت جواب نہ تھی۔

مکتوب نمبر ۱۸۹

از رشید احمد عفی عنہ

برادرم حافظ اللہ دیہ صاحب دام شوقکم۔

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آنکہ خط تمہارا آیا۔ تمنائے مطلوب و حسرت نایافت لکھی تھی نہایت فرحت حاصل ہوئی۔ حق تعالیٰ شوق اور تمنا تمہاری زیادہ کرے اور مجھ کو بھی حصہ تمہارا عطا کرے۔

برادر! کار بندہ کا یاد پروردگار ہے اور عطیہ ہدیہ کا کارساز ہے۔ اگر بعد ہزار سالہ مجاہدہ حسرت اور درد نایافت کا آدمی کو حاصل ہو تو واللہ غنیمت نایافت سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ کس سعادت مند کو یہ تمنا ملتی ہے۔ بعد بارہ روز کے جو کچھ احوال ہے کچھ عجب نہیں یہ کچھ حال سے نہیں بلکہ الفت قلبی ہے۔ تا وقت ملاقات اس شغل میں رہو۔ اب کی دفعہ انشاء اللہ تعالیٰ زبانی عرض کروں گا۔ میرا ارادہ پانچ چار روز میں نانوتہ کا ہے

ندوہ تو بھی جانا ہوگا۔ جب وہاں سے عود کروں گا تو تم کو اطلاع دوں گا۔ اور یہ شعر سعدی علیہ الرحمۃ کا مدنظر رکھو ـ

سعدی بجفا ترک محبت نتوان کرد ! بردر بنشینم چو از خانہ برآمد !

" سعدی! دوستوں کی بے وفائی کی وجہ سے ان سے ترک محبت نہ کرنی چاہیئے۔ اگر دوست اپنے گھر سے اُٹھا دے تو اُس کی دہلیز پر بیٹھ جاؤ "

اور علاج ورود وحان کا کچھ غم نہ کرو کیا خوش ہے کہ نام مالک کا زبان پر ہے۔ بخدا ! کہ توفیق ذکر ایسی بڑی کرامت ہے کہ ہزاروں مکاشفہ اور ہزاروں خرق عادت اس کے برابر نہیں۔ مشائخ کرام اتفاق رکھتے ہیں کہ ذکر منشور ولایت است ہر کہ را ذاکر دادند منشور ولایت بدو سپردند و از ہر کہ ذکر گرفتند حکم بامر ولایت از و سلب کردند (ذکر منشور ولایت ہے اولیاء اللہ جس کو ذاکر جانتے ہیں اُسے خلافت نامہ دیدیتے ہیں اور جس کو دیکھتے ہیں کہ اُس نے ذکر چھوڑ دیا اس سے خلافت نامہ واپس لے لیتے ہیں) اپنے اور دو خواب جو تم نے لکھے ہیں وہ دونوں بشارت حصول نسبت دیتے ہیں۔ مبارک باد و یک من مزید باد ! والسلام

چہ خوش بود کہ از مناقشہ و تنازعہ بشما فراغت شود چرا کہ در خواب تو را کنجشک گفت کہ اکنوں وقت نوم است صبح نزد تو خواہم رسید اشارہ ہمیں است کہ نوم وقت غفلت است و صباح وقت فراغت و تیقظ۔ فقط۔

" کیا اچھا ہوا کہ تمہیں اس تنازعہ سے فراغت ہو گئی۔ خواب میں چڑیا کا یہ کہنا کہ یہ سونے کا وقت ہے میں صبح کو تیرے پاس پہنچوں گی، اس کی طرف اشارہ ہے کہ رات سونے اور غفلت کا وقت ہے اور صبح بیداری اور ہوشیاری کا "

بخدمت مولوی مظفر حسین صاحب و مولوی نور الحسن صاحب و مولوی عبد الرزاق و حافظ عبد الرزاق و دیگر ہر کہ مناسب داند سلام علیک باد۔ (ان کے علاوہ اور جس سے مناسب سمجھو سلام کہہ دینا) ۔

حواشی : برائے مکتوب ۱۸۲ تا ۱۸۹

مرتبہ : مولانا راشد الحسن کاندھلوی

۱؎ حافظ اللہ دیا بیگ کاندھلوی :- پاکیزہ سیرت اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ حافظ صاحب موصوف کے نام حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے گرامی نامہ مورخہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۸۳ھ) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حاجی صاحبؒ سے بیعت کا تعلق رکھتے تھے۔ حاجی صاحب کی وفات کے بعد حضرت گنگوہیؒ سے رجوع ہو گئے۔ حضرت گنگوہی سے بہت قریبی اور مخلصانہ تعلقات تھے۔ آخر میں حضرت گنگوہیؒ کے مجاز بھی ہو گئے تھے۔ ان کے اشارات پیش نظر خطوط میں بھی ملتے ہیں۔ سن وفات اور مفصل حالات معلوم نہیں۔

۲؎ کاندھلہ میں عبد اللہ نامی کئی اشخاص ہوئے ہیں۔ (۱) حافظ عبد اللہ بن حافظ صابر بخش (تحریک جہاد حضرت سید احمد شہید کے سرگرم رکن اور جنگ بالاکوٹ کے شریک) یہ تو یقیناً مراد نہیں کیونکہ ان کا وصال [illegible] میں ہو چکا تھا۔ (۲) مولانا عبد اللہ خاں کاندھلوی تلمیذ رشید حضرت مفتی الٰہی بخش۔ ان کا امکان کم ہے۔ یہ مولانا فضل حق خیرآبادی سے سہارنپور میں مناظرہ ہوا جس کے نتیجہ میں بقول امیر شاہ خان خورجوی "مولانا خیرآبادی کو بھرے مجمع میں الزام ہو گیا" (ارواح ثلاثہ صفحہ ۳۴)۔ (۳) مولوی عبد اللہ اراؤتی۔ یہ مفتی صاحب کے شاگرد ہیں۔ ان کا تقویۃ الایمان کے سلسلہ میں مولانا وجیہ الدین سہارنپوری سے مناظرہ ہوا تھا۔ اس کے بعد مولانا وجیہ الدین نے شاہ اسماعیل شہیدؒ کی مخالفت ترک کر دی تھی اور ان کے ہمنوا ہو گئے تھے (ارواح ثلاثہ صفحہ)۔ مولوی ضیاء الحسن محمد صادق (خلف اکبر مولانا نورالحسنؒ) کی ڈائری میں بھی ایک جگہ حافظ عبد اللہ کا ذکر ملتا ہے۔ اس سے ان دونوں صاحبان میں سے کوئی مراد ہیں یا کوئی تیسرے حافظ عبد اللہ تھے۔ مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کے خدام اور شاگردوں میں بھی ایک مولوی عبد اللہ نامی شخص تھے جو بعد میں مہتمم کتب خانہ مدرسہ صولتیہ مقرر ہوئے۔ ایک مجاہد معمار از مولانا محمد سلیم عثمانی مرحوم۔ یہاں مذکورہ بالا شخصیتوں میں سے کوئی مراد ہیں یا ان کے علاوہ کوئی اور بزرگ تھے کسی ذریعے سے تحقیق نہیں ہو سکی۔

۳؎ حافظ مرزا الٰہی بخش مغلیہ شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں کاندھلہ آ گئے تھے۔ کاندھلہ آ کر نون جی کی مسجد میں قیام کیا جو بہت مختصر اور تنگ تھی۔ کچھ دنوں کے بعد اپنے ہاتھوں سے اینٹیں تھاپ کر اس مسجد کی از سر نو تعمیر کی۔ مرزا الٰہی بخش صاحب کے متوسلین خاص میں شمار ہوتے تھے۔ حج بیت اللہ کی سعادت بھی پائی۔

حاجی صاحب مکہ مکرمہ میں ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

" و نیز محو عہد ارشاد و الطالبین کہ فارغ بود بخدمت حافظ الٰہی بخش دہلوی و کریم بخش سہارنپوری

کہ حامل رقعہ را اندر رستادہ و آمد از رسید ہم مطلع نمایند" مکتوب بست و ہشتم۔ امداد المشتاق ص ۳۸۲
مطبوعہ مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون۔

"اور مجموعہ ارشاد الطالبین وغیرہ جو فارغ تھا حافظ الٰہی بخش دہلوی از کریم بخش سہارنپوری حال تحریر کے ذریعے بھیجا ہے اس کی رسید سے بھی مطلع کریں۔"

حافظ صاحب نے ساری عمر قرآن پاک کی تعلیم و تعلم میں گزار دی۔ میرے دادا مولانا رؤف الحسن صاحب کاندھلوی نے قرآن شریف انھی سے پڑھا تھا۔ حافظ صاحب نے طویل عمر پاکر کاندھلہ میں وفات پائی۔ وفات غالباً سنہ ۱۳۲۳ھ میں ہوئی۔

مولانا محمد یعقوب نانوتوی ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں میاں الٰہی بخش مرحوم کے انتقال سے رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ بخشے بہاں سے چلانے والے تھے، اللہ تعالیٰ جنت میں مقام عالی نصیب کرے۔ (بیاض یعقوبی مکتوب ۲۶ موصولہ ۸ شعبان ۱۳۰۰ھ، صفحہ ۱۳۲) ان کی کشف و کرامات کے بہت سے قصے مشہور ہیں۔

کلہ منشی دوست علی ابن امام بخش بن محمد نعیم بن یار محمد، ان کے والد مولوی امام بخش بڑناوہ (ضلع میرٹھ) کے رہنے والے تھے انھوں نے خاتم مثنوی مفتی الٰہی بخش کاندھلوی (متوفی ۱۲۴۵ھ / ۱۸۲۹ء) سے تعلیم حاصل کی اور اپنے لڑکے (منشی) دوست علی کو بھی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مفتی صاحب کی خدمت میں بھیجا۔ منشی دوست علی نے تکمیل تعلیم کے بعد مفتی صاحب کی خدمت میں مستقل قیام کر لیا۔ عبدالرحمٰن حیرت نے منشی دوست علی کو "قدیم الباشندہ کاندھلہ" صحیفۂ رحمانی ص۲۳ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۹۰۵ء لکھا ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ منشی دوست علی حساب میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ مفتی صاحب کی وفات کے بعد فیروزپور پنجاب چلے گئے اور وہیں سرکاری منشی مقرر ہوگئے، تمام عمر اسی ملازمت میں گزار دی۔ ۱۲۸۵ھ میں حج کی سعادت پائی اور بعالم پیری ۱۶ محرم ۱۲۹۷ھ (۲۸ فروری ۱۸۸۰ء) کو فیروزپور میں انتقال ہوا۔ منشی دوست علی کے صاحبزادے مولوی احسان الحق تھے جن کے صاحبزادے مولوی ڈپٹی منظور الحق ایم اے کاندھلہ کے مشہور یافتہ اولاد ہوئے۔ ڈپٹی منظور الحق علی برادران خصوصاً مولانا شوکت علی کے بے تکلف دوستوں میں تھے۔ آگرہ، بلند شہر، الہ آباد وغیرہ میں ڈپٹی کلکٹر اور ضلع مظفر نگر کے فرسٹ کلاس مجسٹریٹ رہے۔ انھوں نے کاندھلہ میں ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ ۱۴ فروری ۱۹۲۸ء میں وفات پائی۔

شہ مولانا رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن کیرانوی ۱۲۳۳ھ میں پیدا ہوئے۔ مولانا محمد حیات، شیخ عبدالرحمٰن چشتی اور مولانا امام بخش صہبائی جیسے اصحاب فضل و کمال اساتذہ سے علم حاصل کیا۔ تعلیم کے بعد چند سال تک وطن میں درس دیتے رہے۔ پھر عیسائیت کے فتنے کو روکنے کے لئے اپنی خدمات وقف کر دیں اور بیش قیمت تصانیف کے ذریعے رد عیسائیت کے ذخیرے میں لازوال اضافے کئے۔ ان تصانیف میں "ازالۃ الاوہام" "ازالۃ الشکوک" "اعجاز عیسوی" "اوضح الاحادیث فی ابطال التثلیث" اور "اظہار الحق" بہت مشہور ہیں۔

اظہار الحق کے بارے میں بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ رد عیسائیت میں لکھے گئے پورے کتب خانہ پہ بھاری ہے۔ اظہار الحق کے انگریزی، فرنچ، جرمن، گجراتی اور ترکی کے علاوہ اُردو میں بھی ایک سے زائد ترجمے ہو چکے ہیں۔

اس موضوع پر مولانا نے پادریوں سے دو اہم مناظرے کئے جن میں پہلا مناظرہ چھوٹے مناظرہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مناظرہ ربیع الثانی ۱۲۷۰ھ جنوری ۱۸۵۴ء میں پادری فرنچ کے بنگلہ پر اکبر آباد (آگرہ) میں ہوا۔ اس میں بشپ کالج کلکتہ کے افسر اعلیٰ پادری، کئی صاحب اور پادری فرنچ شریک تھے۔ مولوی وزیر الدین نے اردو میں ضبط کیا، اور مطبع فخر المطابع آگرہ سے ۱۲ صفحات پر چھپا۔ جناب امداد صابری اس مناظرے کا ذکر کرتے ہوئے "آثار رحمت" میں لکھتے ہیں۔

"اس چھوٹے مناظرہ کا مطبوعہ رسالہ ناپید ہو گیا جو کہیں بھی نظر نہیں آتا، اگر اس مناظرہ کا ذکر مذکورہ کتاب (مباحثہ مذہبی) کے حاشیہ پر نہ ہوتا اور مولانا رحمت اللہ صاحب ازالۃ الشکوک جلد دوم میں اس مناظرہ کی کارروائی نہ چھاپتے تو اس کا نام بھی باقی نہ رہتا۔"
(ص ۱۳۵، ۱۳۶ مطبوعہ دہلی)

اس نادر الوجود اور ناپید رسالہ کا مطبوعہ نسخہ ہمارے ذخیرۂ کتب میں محفوظ ہے۔ دوسرا مناظرہ جو بڑے مناظرہ کے نام سے مشہور ہے ۲۲ ر مارچ ۱۸۵۴ء ۱۱ ر رجب ۱۲۷۰ھ کو پادری فنڈر اور پادری فرنچ وغیرہ سے مجمع عام میں ہوا جس میں فنڈر کی ذلت آمیز شکست نے تمام ہندوستان میں مشنری کی تاریخ ہی بدل دی۔

پھر جب وقت آیا تو مولانا کے جذبۂ ایمانی نے انگریز کے خلاف تلوار بھی اسی تدبر اور فرزانگی کے ساتھ اٹھائی جس کا مظاہرہ وہ علمی جہاد میں کر چکے تھے۔ مولانا نے کیرانہ اور اس کے نواح میں جنگ ۱۸۵۷ء کی قیادت کی اور جنگ ناکام ہو جانے پر حجاز مقدس ہجرت کر گئے۔ مکہ معظمہ پہنچ کر سلطان عبد العزیز کے دربار میں طلبی ہوئی۔ سلطان نے مولانا کا ایسا اعزاز و اکرام کیا جس کی مثالیں تاریخ میں بہت کم ہیں۔

مولانا مناظر احسن گیلانی نے نظام تعلیم و تربیت میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی کا فنڈر سے مناظرہ اور مولانا کی سلطان کے دربار میں حاضری کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"حضرت مولانا محمد علی صاحب (مونگیری) کے پاس مولانا رحمت اللہ کا گرامی نامہ محفوظ تھا جس میں انھوں نے سلطانی قدر افزائیوں کا تفصیل سے ذکر کیا تھا۔ یہاں تک لکھا تھا کہ خلیفہ کی مجلس سے جب اٹھتا ہوں تو میری جوتیاں سیدھی کر کے مجھے پہناتے ہیں۔"

(ص ۳۵۶ جلد اول مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی ۱۳۶۳ھ ۱۹۴۴ء)

مولانا رحمت اللہ نے مکہ مکرمہ میں نہر زبیدہ کی مرمت اور دوسری اہم خدمات کے علاوہ ۱۲۹۱ھ میں ایک

مدرسہ قائم کیا جس کا نام کلکتہ کی ایک مخیر خاتون صولت النساء کے نام پر صولتیہ تجویز ہوا۔ یہ مدرسہ علاوہ درس و تدریس کے ہندو پاک کے لاکھوں زائرین حرم کی انتھک خدمات انجام دے رہا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ مدرسہ ابھی تک اسی نصاب تعلیم اور ان روایات کو سینے سے لگائے ہوئے ہے جو مولانا رحمت اللہ قائم کر گئے تھے۔ ۲۲ رمضان ۱۳۰۸ھ مطابق یکم مئی ۱۸۹۱ء بروز جمعہ اس درویش خدامست رحمت اللہ کو رحمت الٰہی نے اپنی آغوش میں لے لیا۔ جنت المعلیٰ اخری آرام گاہ اللہ سے مقدر تھی۔

مفصل حالات کے لئے دیکھئے تذکرۃ الفقراء۔ مرزا احمد اختر گورگانی کیرانوی میرٹھ پر کاشن دہلی ۱۳۱۴ھ؛ ۱۸۹۶ء تذکرہ اولیائے ہند مرزا محمد اختر گورگانی۔ رشیدیہ بک ڈپو دہلی ۱۳۸۵ھ ص ۲۹۶ تا ۳۰۳۔ تذکرہ علمائے ہند مولوی رحمٰن علی ترجمہ و حواشی پروفیسر ایوب قادری۔ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۶۱ء ص ۵۰۰۔ شمس العارفین شاہ محمد سراج الیقین مطبوعہ المطابع بیرون ۱۳۳۳ھ ص ۹۷۔ نزہۃ الخواطر مولانا عبدالحئی رائے بریلوی۔ دائرۃ المعارف حیدر آباد ۱۳۹۰ھ ۔ ۱۹۷۰ء ص ۱۲۵۔ ۸/۱۴۴۔ اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں (ترجمہ الثقافۃ الاسلامیہ فی الھند مولانا عبدالحئی رائے بریلوی) مولانا ابوالعرفان ندوی دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۳۸۹ھ ۱۹۷۰ء ص ۳۱۲ تا ۳۱۴۔ ایک مجاہد معمار۔ مولانا محمد سلیم عثمانی مہتمم مدرسہ صولتیہ، ۱۸۵۷ء کے مجاہد۔ جناب غلام رسول مہر کتاب منزل لاہور ص ۱۵۶ تا ۱۶۳۔ آثار رحمت، جناب امداد صابری مطبوعہ دہلی۔

لہ حافظ عبد اللہ حاشیہ ٹہ پر گزر چکا ہے۔

ٹہ منشی دوست علی، دیکھئے حاشیہ ٹہ

ٹہ حاجی محمد یعقوب کاندھلوی ابن مولانا ابوالقاسم خلف مفتی الٰہی بخش۔ یہ شعر و شاعری کا ذوق رکھتے تھے۔ ابتداءً فیروز پور میں ملازم رہے۔ پھر بھوپال چلے گئے تھے وہیں ۸ محرم ۱۲۹۶ھ (یکم جنوری ۱۸۷۹ء) کو انتقال ہوا۔ ۱۲۷۷ھ میں ایک بڑے قافلہ کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کی۔

ٹہ مولانا مظفر حسین ابن مولانا محمود بخش بن مولانا حکیم شیخ الاسلام کاندھلوی ۱۲۲۲ھ، ۱۸۰۵ء میں پیدائش ہوئی۔ مفتی الٰہی بخش اور مولانا شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی سے تعلیم حاصل کی اور مولانا شاہ محمد یعقوب کے زیر تربیت مراحل سلوک طے کئے اور مجاز ہوئے۔ اپنے تایا مولانا شاہ کمال الدین کاندھلوی خلیفہ حضرت شاہ عبدالعدل دہلوی سے بھی استفادہ باطنی کیا اور خلافت حاصل کی۔

طبیعت بچپن سے نہایت محتاط اور غایت درجہ متبع سنت تھی۔ آخر میں تو یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ معدہ مشتبہ چیز کو قبول ہی نہیں کرتا تھا۔ مولانا کاندھلہ میں ایک مسجد تعمیر کرا رہے تھے سر سید احمد خان نے اپنے خاندانی (اس خاندان سے اور میرے خاندان سے کئی نسلوں سے بہت زیادہ تعارف رہا ہے تحریر سر سید تھی) اور ان خاندانی تعلقات کی وجہ سے اس مسجد کے لئے کچھ روپیہ بھیجنا چاہا، مولانا نے غایت تقویٰ کی بنا پر انکار فرما دیا اور کہا

فضل حق خیرآبادی اور مفتی صدر الدین آزردہ کے شاگرد بھی مولانا سے پڑھتے رہے۔ تعلیم کے بعد آگرہ گورنمنٹ کالج میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ چار سال کالج میں رہے۔ پھر سیکرٹری کالج کے متعصبانہ رویہ کی وجہ سے مستعفی ہو گئے۔ آگرہ سے آنے کے بعد نکوڑ (ضلع سہارنپور) میں قائم مقام تحصیلدار مقرر ہوئے۔ بعد میں مستقل تحصیلدار ہو گئے تھے۔ پھر یہاں سے بھی مستعفی ہو گئے۔ آخر میں شیودان سنگھ مہاراجہ الور نے مولانا کے فضل و کمال کا شہرہ سن کر اپنے دربار میں بلا لیا۔ الور کی ملازمت چھوڑنے کے بعد وطن میں قیام کیا اور یہیں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔

مولانا کے تلامذہ کی طویل فہرست میں متعدد نامور علماء کے علاوہ سر سید کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ سر سید نے دہلی اور آگرہ میں مولانا سے تعلیم حاصل کی۔ سر سید نے اپنی تالیفات "جلاء القلوب بذکر المحبوب" مطبوعہ ۱۲۵۸ھ، تحفۂ حسن مطبوعہ ۱۲۶۰ھ اور تسہیل فی جر ثقیل مطبوعہ آگرہ میں سنہ ۱۲۶۰ھ میں مولانا کا ذکر بحیثیت استاد کیا ہے۔ مولانا کے حالات، اس سلسلہ میں مؤلف مشائخ کاندھلہ کی فروگذاشتوں اور مولانا سے سر سید کے تلمذ کی تفصیلات کے لئے دیکھئے راقم سطور کا مضمون "حیات سر سید کا ایک گمشدہ ورق" ماہنامہ آجکل دہلی مئی ۱۹۷۰ء۔

حاشیہ ہدایہ اولین، حاشیہ دیوان متنبی، تاریخ ریاست الور، منتخب اعمال رب، نقد الفاظ میں انتخاب احادیث مستعملہ مؤلفہ مولانا آل حسن موہانی۔ رسالہ فرائض۔ مولانا کی علمی یادگاریں ہیں اور امیر شاہ خاں خورجوی کی روایت کے مطابق ماۃ مسائل (منسوب بہ شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ) بھی مولانا کی تالیف ہے (ارواح ثلثہ مرتبہ مولانا ظہور الحسن کسولوی، جدید ایڈیشن امداد الغرباء سہارنپور صفحہ ۱۷)

مولانا نے ۱۱ محرم ۱۲۸۵ھ (۵ مئی ۱۸۶۸ء) بروز سہ شنبہ وفات پائی۔ مفتی الٰہی بخش کے پائیں کاندھلہ میں دفن ہوئے۔

۱۱ مولانا مخدوم بخش (ابن بہرام بخش بن قادر بخش) کاندھلوی، مفتی الٰہی بخش سے تعلیم حاصل کی۔ نہایت ذی علم اور وسیع المطالعہ بزرگ تھے۔ مولوی مخدوم بخش کی خاص عادت یہ تھی کہ جس کتاب کا مطالعہ کرتے اس میں جن مقامات پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آتا اس کے حاشیہ پر صلی اللہ علیہ وسلم ضرور لکھتے اس سے قطع نظر کہ وہاں صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا ہے یا نہیں ہے۔ مولوی مخدوم بخش کے مطالعہ سے گذری ہوئی ہر کتاب میں یہ انفرادیت نظر آتی ہے۔ مولوی مخدوم بخش نے طویل عمر پائی۔ سنہ ۱۲۸۳ھ میں حیات تھے۔ تاریخ وفات معلوم نہیں۔ ان کے دو صاحبزادے تھے مولوی محمد یحییٰ اور مولوی محمد زکریا۔ دونوں جید عالم اور ماہر طبیب تھے۔

۱۲ حافظ مرزا الٰہی بخش۔ تعارف کے لئے دیکھئے حاشیہ ۔

۱۳ دیکھئے حاشیہ ۔

۱۳۹ حکیم ضیاء الدین بن مخدوم محی الدین رامپوری۔ ان کے جدِ امجد محمد صاعد آمری، سہارنپور آکر آباد ہوئے پھر رامپور چلے گئے تھے۔ وہیں ۱۷ رمضان ۱۲۴۲ھ، ۲۵ اپریل ۱۸۲۶ء میں حکیم ضیاء الدین کی پیدائش ہوئی۔ حکیم صاحب بلند پایہ عالم اور حاذق طبیب تھے۔ ان کے محدث گنگوہی سے بچپن سے بہت دوستانہ اور بے تکلف روابط تھے۔ محدث گنگوہی ۱۸۵۷ء میں وارنٹ جاری ہو جانے پر گنگوہ سے رامپور آکر حکیم صاحب کے مکان میں روپوش ہوئے تھے۔ وہیں سے حکیم احمد امیر بخش کی مخبری پر گرفتار ہوئے۔

حکیم صاحب کا پہلا نکاح ۵ رجمادی الآخر ۱۲۷۶ھ/ ۲۱ اپریل میں ہوا۔ حکیم صاحب نے دوسرا نکاح ایک بیوہ خاتون سے کیا تھا۔ حاجی صاحب کو معلوم ہوا تو حضرت حاجی صاحب نے اس پر اظہارِ مسرت فرمایا اور لکھا۔

"خدائے تعالے ایں رسم نیک در ہمہ مسلمانان جاری کناد۔ مکتوب ۱۵ ص ۴۴۔ امداد المشتاق

حکیم صاحب نے حضرت حافظ ضامن شہید سے بیعت ہو کر استفادہ باطنی کیا اور خلافت حاصل کی۔ ہمیشہ حافظ صاحب شہید کے ساتھ تھانہ بھون رہے۔ حافظ صاحب نے وصیت فرمائی تھی کہ تھانہ بھون کو وطن بنانا۔ رامپور یا کاندھلہ میں قیام کرنا۔ رامپور کو ترجیح ہے اس لئے حضرت کی شہادت کے بعد رامپور آ گئے تھے۔ یہاں آکر پیر و مرشد کے حالات میں ایک رسالہ "مونس مہجوران" کے نام سے لکھا اور اس کا ایک نسخہ حضرت حاجی صاحب کو مکہ مکرمہ بھیجا تو حاجی صاحب نے تحریر فرمایا:

"در رسالہ در حالات حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نوشتہ آمدہ رسید۔ از مطالعہ اش بسیار خوش شدم از حرفش بوئے محبت پیراں می آید۔ خدائے تعالے قبول فرماید۔"

(مکاتیب امدادیہ مشمولہ امداد المشتاق۔ مکتوب ۲۴۔ امداد المشتاق ص [illegible])

ترجمہ: حضرت حافظ صاحب کے حالات میں آپ کا تالیف کیا ہوا رسالہ پہنچا۔ اس کے مطالعہ سے مجھے بے انتہا خوشی ہوئی۔ اس کے الفاظ سے پیروں سے محبت کی بو آتی ہے۔ اللہ تعالے نے قبول فرمائیں۔"

یہ نسخہ کتب خانہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں محفوظ ہے اس کی تلخیص مولانا نسیم احمد فریدی کے قلم سے ماہنامہ تذکرہ دیوبند کی ۱۹۶۲ء کی اشاعتوں میں آ چکی ہے۔ "مونس مہجوران" کا ایک قلمی نسخہ رامپور میں بھی تھا۔ خدا معلوم یہ نسخہ اب بھی ہیں ہے یا ضائع ہو گیا؟

حکیم صاحب کو حضرت حاجی صاحب سے بھی اجازت حاصل تھی۔ (تذکرۃ الرشید مولانا عاشق الٰہی میرٹھی، طبع اول، جلد ثانی، حکیم پریس سہارنپور ص ۲۰۹۔ امداد المشتاق ص [illegible]، ۲۴۹، ۲۵۰) حکیم صاحب ۱۲۸۳ھ سے ۱۳۱۲ھ تک دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔ حکیم صاحب کے نام حضرت حاجی صاحب کے مکتوبات گرامی نامے امداد المشتاق کا جزو ہیں۔ ۲۸ رمضان کو مطابق ۱۳۱۲ھ میں وفات پائی۔ محدث گنگوہی ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:-

"البتہ ایک نیا حادثہ واقع ہوا کہ حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری نے ۲۸ رمضان کو اس دنیا سے انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور ان کی مفارقت سے ہم کو سخت رنج ہے۔"

(مکاتیب رشیدیہ مرتبہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی۔ مکتوب ۱۰۲۔ بنام مولانا صادق الیقین صاحب مطبوعہ عزیز المطابع میرٹھ ص۱۲۵)

۵۱ مولانا حافظ وحید الدین رامپوری۔ حکیم ضیاء الدین رامپوری کے قریبی عزیز اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت تھے۔ حضرت گنگوہیؒ سے استفادہ باطنی کیا۔ حاجی صاحب اور حضرت گنگوہیؒ کے آپ کے بارے میں بہت بلند کلمات ہیں۔ حاجی صاحب ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"از احوال حال عزیزم وحید الدین خوشنود شدم اللہ تعالیٰ ترقی کند بمقصود خود رساند۔"

(امداد المشتاق مکتوب ۳۰ ص ۳۸۶)

ترجمہ:۔ عزیز وحید الدین کی اصلی حال سے خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ترقی کرے اور انھیں اپنے مقصود پر پہنچائے۔"

حضرت گنگوہیؒ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اب شکر کہ بندہ تم کو اپنے سے عمدہ جانتا ہے۔ خصوصاً یہ حال جو آپ نے اپنے لکھے اس سے تو صاف ظاہر ہو گیا کیونکہ یہ احوال نصیب بندہ نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے اور بندہ کو بھی حصہ مل جائے۔ آمین!"

(مکاتیب رشیدیہ، مکتوب ۱۴۶ ص۹۸)

حضرت گنگوہیؒ کے چار گرامی نامے بنام حافظ وحید الدین مکاتیب رشیدیہ میں شامل ہیں ص۹۶ تا ۱۰۰۔ حافظ وحید الدین نے حاجی صاحب کے مکاتیب جمع کئے جو "مرقومات امدادیہ" کے نام سے "امداد المشتاق" کا جزو بنا دیئے گئے۔ حافظ وحید الدین کے ایک صاحبزادے مولوی سعید الدین (متوفی ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء) تھے جو مدار المہام بھوپال ہوئے۔ حافظ صاحب کی تاریخ وفات معلوم نہیں۔

۵۲ (مولانا) میاں عبد الرحمٰن جودبی، مفتی عنایت احمد کاکوروی اور مولانا نور الحسن کاندھلوی سے تعلیم حاصل کی۔ حدیث کی تکمیل حضرت گنگوہی سے کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت گنگوہیؒ سے بیعت ہوئے اور استفادہ باطنی کیا اور چند روز میں صاحب نسبت ہو گئے۔ حضرت گنگوہیؒ نے اجازت بیعت عطا فرمائی افسوس عمر نے وفا نہ کی۔ گنگوہ ہی میں وصال کر گئے۔ (تذکرۃ الرشید ص۱۲۰، ص۱۴۳، ص۱۳۵/۲)

ان کی وفات عجیب حالت میں ہوئی۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"انتقال میاں عبد الرحمٰن اور اس کیفیت کے ساتھ ایک نمونہ قدرت و عنایت حق تعالیٰ شانہٗ کا ہے۔ اس کی رحمت جب ہوتی ہے اس کے کام ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ جتنے بھی اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں ایسے

ہوتے ہیں کہ سوائے اللہ تعالیٰ اور کسی کو اُن کے راز کی اطلاع نہیں ہوتی اور ان کی کیفیت دل کی کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے یا بعض اُس کے خاص بندے کوئی اُن کو نہیں پہچانتا۔

(بیان المعقول مکتوب ۲۰ صفحہ ۲۲۱ مطبوعہ مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون)

مولانا عبدالرحمٰن صاحبزادہ محدث گنگوہی حکیم مسعود احمد کے استاد بھی تھے۔

(تذکرۃ الرشید صفحہ ۳۱۲)

۵؎ مولانا حکیم حافظ محمد یوسف (بن حضرت حافظ محمد ضامن شہید) فاروقی چشتی تھانوی ثم بھوپالی حضرت حاجی صاحب کے مخصوص خلفاء میں سے تھے۔ حاجی صاحب نے "ضیاء القلوب" ان ہی کی فرمائش پر لکھی تھی۔ حضرت نے ضیاء القلوب کے مقدمہ میں عزیزم سعید کونین پسندیدہ اخلاق حافظ محمد یوسف فرزند رشید امام العارفین بالله کامل واصل حضرت حافظ محمد ضامن شہید فاروقی چشتی (ضیاء القلوب فارسی مشمولہ مجتبائی دہلی سنہ ۱۳۱۲ھ) کی فرمائش پر اس کی تصنیف کا ذکر کیا ہے۔ حافظ محمد یوسف ابتداءً انور میں ملازم تھے (مکتوب حاجی صاحب ۵ امداد المشتاق جدید ص ۲۳۴)۔ پھر ریاست بھوپال میں تحصیلدار بھی رہے (آپ بیتی ۵ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدظلہ العالی ص ۵۵ کتب خانہ یحیوی سہارنپور)۔

حافظ صاحب اپنے والد بزرگوار کی طرح بہت ظریف و خوش طبع اور صاحب تصرف و کشف و کرامات بزرگ تھے۔ حضرت شیخ زید مجدہم نے ان کے تصرف و کشف کے متعدد واقعات آپ بیتی میں تحریر فرمائے ہیں۔ ان کی وفات کا قصہ بھی عجیب ہے۔ حضرت شیخ مدظلہ فرماتے ہیں۔

ایک دن میرے ماموں اور حافظ محمود صاحب نور اللہ مرقدہ سے جو قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم کے خسر تھے۔ اُن کے لڑکپن میں فرمایا کرتے تھے محمود میاں ہمارے پاس کچھ چھلّے ہیں ہم سے پوچھ لینا کر پیچھے دو سو ہوا کریں گے۔ اس زمانے کے دو سو آج کل کے دس ہزار کے برابر تھے۔ حافظ محمود نے اس کو کوئی زیادہ اہمیت نہیں دی۔ عصر کی نماز میں تکبیر ہو رہی تھی صف سے آگے کو منہ نکال کر فرمایا کہ میاں محمود! ہماری بات یاد رکھنا۔ کل کو ہمیں سفر پیش آ رہا ہے۔ وہ سمجھے کہ گنگوہ یا جھنجھانہ وغیرہ جانا ہوگا۔ اگلے روز حافظ صاحب نے گنگوہ تھانہ بھون، جھنجھانہ، دیوبند وغیرہ خطوط تحریر فرمائے کہ آج سفر کا ارادہ ہے۔ لوگ سمجھے کہ کثرت سے قرب و جوار میں جاتے رہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ بھوپال کا ارادہ ہو یا کسی قریب جگہ کا۔ دوسرے دن عصر کی نماز جماعت سے پڑھی اور مسجد کے صحن کے سامنے ایک چارپائی پڑی تھی اور اس پر کثرت سے بیٹھا کرتے تھے۔ وہاں پہنچ کر کرتا نکال صرف لنگی بندھی ہوئی تھی قبلہ کی طرف منہ کر کے لیٹ گئے اور سو گیا۔ وہ چار نمازی مسجد سے نکل کر محلہ حویلی جو مسجد کے قریب بہت مشہور و معروف مکان اعزہ کے ہیں وہاں تک پہنچے بھی نہ تھے کہ مسجد کا مؤذن بھاگا ہوا گیا کہ چلو حافظ جی کو دیکھو کیا ہوا؟ سب واپس آئے تو دیکھا کہ حضرت حافظ صاحب بڑا سفر پورا کر کے پہنچ چکے تھے۔ (آپ بیتی ۵ مختصر ص ۵۳ + ۵۴)

[illegible]

۳۱ مولانا احمد بن حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ ولادت تقریباً سنہ ۱۲۷۹ھ اور مولانا احمد بن مولانا حکیم ضیاء الدین رامپوری۔ ولادت ۱۲۸۲ھ - ۱۸۶۶ء تو یقیناً مراد نہیں - ان کے علاوہ یہ تیسرے احمد کون ہیں؟ معلوم نہیں ہو سکا۔

۳۲ حافظ حسام الدین رامپوری، حکیم ضیاء الدین کے خاندان سے صاحب نسبت بزرگ تھے۔
(حواشی امداد المشتاق ص ۳۰۲)

بیعت و استفادہ باطنی کا تعلق حضرت حاجی صاحبؒ سے رکھتے تھے۔ اُن کی وفات پر حاجی صاحبؒ نے انتہائی رنج و غم محسوس کیا جس کا اندازہ ان سطور سے ہوتا ہے :-

"واز خبر وحشت اثر انتقال عزیز جانم حافظ حسام الدین رنجیکہ پیرامون خاطر احقر گردید بقلم نمی آید، تنہائی آں عزیز کہ عزیز مرحوم مثل خادم ہم پیالہ و ہم نوالہ شما بود، رضا بقضاء اللہ تعالیٰ عزیز مرحوم را از حساب و کتاب قبر پاک و معاف کردہ بجنت الفردوس رساناد"
(امداد المشتاق جدید مکتوب ۵۰ صفحہ ۲۵۹)

"عزیز از جان حافظ حسام الدین کے انتقال کی خبر وحشت اثر سے احقر کو جس قدر رنج ہوا ہے وہ تحریر میں نہیں آسکتا خصوصاً اس عزیز کی تنہائی کے خیال سے، اس لئے کہ عزیز مرحوم مثل خادم تمہارے ہم پیالہ و ہم نوالہ تھے، راضی برضا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے عزیز مرحوم کو قبر کے حساب و کتاب سے پاک صاف کر کے جنت الفردوس میں پہنچا دے"

۳۳ حضرت شیخ بابا فرید الدین گنج شکرؒ مسعود بن جمال الدین سلمان نام، فرید الدین گنج شکر لقب، سن ولادت مولانا عبد الحیٔ نے نزہۃ الخواطر میں ۵۶۹ھ نقل کیا ہے۔ ابتدائی تعلیم وطن (موضع کھوتوال ملتان) کے مکتب میں حاصل کی۔ پھر ملتان تشریف لے گئے، وہاں مولانا منہاج الدین سے نافع پڑھی۔ یہیں حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی زیارت اور پہلی ملاقات ہوئی۔ اسی وقت حضرت سے بیعت ہوگئے۔ شیخ کی ہدایت کے مطابق تعلیم مکمل کی۔ پھر سیر و سیاحت شروع کر دی۔ اس سیاحت میں اکابر صوفیا اور بڑے بڑے مشائخ سے ملاقاتیں اور استفادہ کیا۔ پھر دہلی پہنچے اور شیخ کی خدمت میں رہ کر ریاضت و مجاہدات کئے اور شیخ نے خلافت عطا فرمائی۔ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے فرماتے تھے :-

"بابا بختیار! شہبازے عظیم بقید آوردہ آید کہ جز بسدرۃ المنتہیٰ آشیانہ نگیرد، وایں فرید شمعیست کہ خانہ درویشاں منور سازد" (تذکرہ صوفیائے پنجاب بحوالہ سیر العارفین صفحہ ۲۲)

ترجمہ:- بابا بختیار! ایسا شہباز عظیم قید میں آیا ہے کہ جو سدرۃ المنتہیٰ کے سوا آشیانہ نہ بنائے گا اور یہ فرید وہ شمع ہے جس سے درویشوں کی تمام خانقاہیں منور ہوں گی"

سندھ نے بحوالہ لب تاریخ سندھ امام جعفر صادقؒ تک تیرہ واسطے بیان کئے ہیں۔ بظاہر یہی صحیح ہے ۵۳۸ھ / ۱۱۴۳ء میں مروند میں ولادت ہوئی۔ وطن میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ پیر بابا ابراہیم سے بیعت ہو کر ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے۔ شیخ سے خلافت حاصل کرنے کے بعد دوسرے مشائخ سے بھی اکتساب فیض کیا اور ہندوستان اور دوسرے ممالک میں سیاحت کرتے رہے۔ اس دوران بڑے مشہور شیوخ سے ملاقاتیں اور استفادہ کیا۔ ان مشائخ میں حضرت فریدالدین گنج شکرؒ، شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی، شیخ بوعلی قلندر پانی پتی کے نام قابل ذکر ہیں۔
مؤلف تذکرہ صوفیائے سندھ نے اس سلسلہ میں مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا نام بھی لیا ہے مگر یہ درست معلوم نہیں ہوتا۔ مؤلف نے مخدوم جہانیاں کی ولادت ۷۰۷ھ میں اور حضرت لعل شہباز کی وفات ۶۷۳ھ میں بیان کی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ رہے ہیں کہ لعل شہباز نے مخدوم جہانیاں سے استفادہ کیا۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ اگر بعض مؤرخین کے بقول لعل شہباز کی وفات سنہ ۷۲۲ھ میں تسلیم کرلی جائے تب بھی اس وقت مخدوم جہانیاں کی عمر ایسی نہ ہوئی کہ ان سے ایسے عمر رسیدہ شیخ استفادہ کرسکیں۔
شیخ شہباز بڑے عالم اور صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ مؤلف تذکرہ صوفیائے سندھ نے لکھا ہے کہ شیخ کو شعر و سخن سے بھی دلچسپی تھی۔ عثمان تخلص فرماتے تھے اور بحوالہ مقالات الشعراء ص ۵۰۴ مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ان کی ایک غزل بھی نقل کی ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

ز عشق دوست ہر ساعت درون نار می رقصم
گہے بر خاک می غلطم گہے بر خار می رقصم

اور مقطع یہ ہے ؎

منم عثمان مروندی کہ یار خواجہ منصورم
ملامت می کند خلقے و من بردار می رقصم

لیکن اس کی نسبت شیخ عثمان مروندی کی جانب مشتبہ معلوم ہوتی ہے۔ یہ غزل شیخ عثمان ہارونی کی ہے اور ان کی نسبت سے مشہور ہے۔
شیخ نے ۲۱ شعبان ۶۷۳ھ / ۱۲۷۴ء میں وفات پائی۔ سیوستان (ضلع دادو، سندھ پاکستان) میں مزار مرجع خلائق ہے۔ مؤلف خزینۃ الاصفیاء نے ۶۵۰ھ میں وفات ذکر کی ہے اور عارف محبوب شہباز سے تاریخ نکالی ہے۔ خزینۃ الاصفیاء پر اعتماد کرتے ہوئے مؤلف تذکرہ علماء ہند و پاک نے بھی یہی سنہ نقل کیا ہے۔ بظاہر اول صحیح ہے۔ علی شیر قانع ٹھٹوی اور مؤلف تذکرہ صوفیائے سندھ نے یہی بیان کیا ہے۔ مفصل حالات کے لئے دیکھئے۔ تحفۃ الکرام، علی شیر قانع ٹھٹوی ص ۲۳۶/۳ مطبع ناصری دہلی ۱۳۰۴ھ۔ خزینۃ الاصفیاء ص ۲۶۴/۲۔ تذکرہ اولیائے ہند و پاک، مرزا احمد اختر گورگانی ص ۲۳۶۔ نزہۃ الخواطر ۱۳۱/۱۔ تذکرہ صوفیائے سندھ، مولانا اعجاز الحق قدوسی ص ۱۹۷-۲۰۷۔ اردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۹۸۹ء۔

مولانا محمد یعقوب نانوتوی بھی حج کو جاتے ہوئے سیوان سے گزرے تھے اور حضرت شہباز قلندر کے مزار پر حاضر ہوئے تھے۔ مولانا کے سفرنامے حج مشمولہ بیاض یعقوبی ص ۱۱۰ ۔ ۲۲۰ مکتبہ تالیفات اشرفیہ ــــ تھانہ بھون میں اس کی تفصیلات ملتی ہیں ۔

٢٢ حکیم ضیاء الدین رامپوری ۔ تعارف کے لئے دیکھئے حاشیہ ١٣

٢٣ ڈپٹی عبدالحق رامپوری (مولوی ضیاء الدین رامپوری کے ماموں) رام پور کے مخیر اور دیانتدار شخص تھے ۔ حج کا ارادہ کیا تو ایک جتھے قافلہ کو ساتھ لے کر چلے جس میں محدث گنگوہی بھی شامل تھے۔ یہ محدث گنگوہی کا پہلا حج تھا جس کی تفصیلات آپ ان خطوط میں پڑھ رہے ہیں۔ ڈپٹی صاحب حج کے بعد مدینہ پاک حاضر ہوئے اور پھر اس مبارک سرزمین سے واپسی گوارا نہ کی ، مدینہ طیبہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں دفن ہو کر اپنے خلوص کا صلہ پایا ۔

(تذکرۃ الرشید ص ۲۰۸ ج ۱)

حضرت حاجی صاحبؒ اُن کی وفات پر تحریر فرماتے ہیں :۔

" اُخوت الحبیب کو بعد سلام مسنون واضح خیر کے معلوم ہو کہ از انتقال ڈپٹی صاحب و برخوردار محمد ذکریا اوپر خاطر فقیر کے ثبت احاجت تحریر کی نہیں ۔ اللہ تعالیٰ دونوں کو بخشے اور جنت الفردوس عطا کرے "

(امداد المشتاق ص ۲۲۸)

٢٤ تعارف حاشیہ ــــ پر ملاحظہ کیجئے ۔

٢٥ مولانا مظفر حسین کاندھلوی ۔ مختصر تعارف حاشیہ ۵ پر گزر چکا ہے ۔

٢٦ مولانا محمد الحسن صاحب کا تعارف حاصل کرنے کے لئے حاشیہ ــــ ملاحظہ فرمائیے ۔

٢٧ میر جی میاں احمد حسین (ابن غلام حسین بن حافظ محمد امین) تھانوی برادر زادہ حضرت حاجی امداد اللہ ابتداءً تنگ دست اور پریشان حال تھے ۔ تھانہ بھون میں قیام تھا ، حاجی صاحب ان کے لئے تھانہ بھون کا قیام پسند نہ فرماتے تھے ۔

(امداد المشتاق مکتوب ۱۵ ص ۲۴۳)

اس صورت و تنگی حالی کی وجہ سے حاجی صاحب نے مطبع مجتبائی میرٹھ میں ملازم کرانا چاہا۔ اس ملازمت کو مولوی احمد حسین نے قلیل تنخواہ کی وجہ سے قبول نہ کیا ۔ (مکتوب ۱۶ ص ۲۴۴ ۔ مکتوب ۱۷ ص ۲۴۳)

پھر انھوں نے حیدرآباد جانے کا ارادہ کیا ۔ حاجی صاحب نے اسے بھی پسند نہ فرمایا (مکتوب ۴۷ ص ۲۳۳) بالآخر حاجی صاحب کی ہدایات اور مکاتیب نے اثر کیا اور ان کے دل سے عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کا خیال جاتا رہا ۔ یہ کیفیت پیدا ہو جانے کے بعد حاجی صاحب کی جانب سے بھی اُن کے کہیں آنے جانے پر کوئی پابندی نہیں رہی ۔

(مکتوب ۵۰ ص ۲۳۵)

پہلے بھوپال جانے کا ارادہ کیا ۔ پھر اپنا سب ساز و سامان فروخت کر کے حاجی صاحب کی خدمت میں ایک سال قیام کرنے کے ارادہ سے مکہ معظمہ پہنچ گئے ۔ (مکتوب ۵۹ ص ۲۴۳) ایک سال گزرنے کے بعد دوسرے سال قیام کا

ارادہ کرلیا۔ اس کے بعد وہاں سے واپسی نہ ہوسکی۔ وہیں ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ / ۱۲ مئی ۱۸۹۷ء کو انتقال ہوگیا۔
حاجی صاحب ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

"عزیزم حافظ احمد حسین مرحوم کی کیفیت تو آپ سن چکے ہوں گے وہ عزیزم مرحوم بعارضۂ فالج ششم ذی الحجہ بیمار ہوئے۔ نویں کو زبان بند ہوگئی۔ بالکل بے حس و حرکت تین چار روز تک حالت اُن کی رہی آخر تیرھویں ذی الحجہ جان بحق تسلیم ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تعالیٰ اپنے جوار رحمت میں اُن کو جگہ دے۔ آمین: آپ بھی اُن کے لئے دعا فرمائیے گا۔"

(مکاتیب رشیدیہ ص ۹ مکتوب حضرت حاجی صاحبؒ)

حکیم الامت تھانویؒ نے اس حادثہ پر محدث گنگوہیؒ کے نام تحریر فرمایا :-

"تازہ خبر حسرت اثر یہ ہے کہ کل مکہ معظمہ سے میرے ایک ملاقاتی کا خط ایک حاجی صاحب لائے ہیں لکھا ہے کہ حافظ احمد حسین صاحب امین الحجاج ۱۳ ذی الحجہ ۱۴ھ کو رحلت فرمائے عالم بقا ہوئے نہایت رنج کئی طرح سے ہوا۔ اول خود اُن کے انتقال کا رنج، دوسرے اُن سے حجاج کو کس قدر نفع تھا؟ تیسرے حضرت صاحب کی تنہائی و تشویش کا، چوتھے چھوٹے بچوں کا عیال، پانچویں خدا کرے رو ودائع میں کوئی نقص نہ ہو" (تذکرۃ الرشید ص ۲۲۳-۱)

مولوی احمد حسین سے مکہ معظمہ قیام کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مولوی عبدالسمیع بیدل رامپوری (تلمیذ غالب و مؤلف انوار ساطعہ) کے ہمنوا محدث گنگوہیؒ اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے متعلق حاجی صاحب سے کچھ کہتے تو یہ اُن کے جوابات دیتے اور ان حضرات کی صفائی پیش کرتے (مکتوب محدث گنگوہیؒ بنام مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری ماہ مکاتیب رشیدیہ ص ۴۳-)

۲۵ اس نام کی تین اہم معاصر شخصیتیں ہیں :-
(۱) امیر احمد تھانوی (۲) امیر احمد رامپوری (۳) منشی امیر احمد گنگوہی

عبدالرحمن عبرت امیر احمد تھانوی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"حافظ امیر احمد تھانہ بھون کے رئیس ہیں۔ علم و ہنر میں کمال رکھتے ہیں مختلف انگریزی عہدوں پر فائز رہے، آج کل ریاست کھجورہ ضلع کرنال میں میر منشی ہیں۔ خوش لباس اور خوش خوراک آدمی ہیں"

(تذکرہ سفینۂ رحمانی ص ۱۱۱)

امیر احمد رامپوری نے ۱۸۵۷ء کی جنگ میں بھرپور حصہ لیا تھا، پھر روپوش ہوکر مکہ مکرمہ چلے گئے، عام معافی کا اعلان ہوتے پر ہندوستان آئے مگر گرفتاری کا خطرہ لگا ہوا تھا اس لئے خود ہی حاضر عدالت ہوگئے پھر رہا ہوکر وطن پہنچے۔

حضرت مولانا تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں :-

"امیر احمد بار بار حضرت سے دریافت کرتے تھے کہ یا حضرت میں ہندوستان جاؤں؟ اور حضرت فرماتے
تھے ہاں جاؤ مگر امیر احمد کو اپنے اوپر مقدمات کا قوی خطرہ تھا۔ اس واسطے متشبہ ہوتا تھا کہ ضرور گرفتار
اور سزایاب ہوں گا۔ اس واسطے باوجود حضرت کے تین بار دینے کے ان کو اطمینان نہیں ہوتا تھا اور
بار بار دریافت کرتے تھے۔ ایک روز حضرت نے چیں بجبیں ہو کر فرمایا۔ تمہارا جی گرفتار ہونے کو چاہتا ہے
میاں جاؤ! تب میں نے ان سے کہا کہ اب تم شک و شبہ چھوڑ دو اور حضرت نے خود ارشاد فرمایا ہے
خدا کا نام لے کر چلو، اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا۔ چنانچہ وہ میرے پاس ہندوستان آئے اور چند روز
دہلی کی ایک مسجد میں رہ کر حاضر عدالت ہو گئے۔ چنانچہ گرفتار کر کے جیل بھیج دیئے گئے اور بالآخر
تمام مقدمات سے بری ہو کر اپنے گھر بخیریت تمام پہنچ گئے۔"

(امداد المشتاق ص ۲۲۵)

تیسرے منشی امیر احمد گنگوہی جو آگرہ میں ڈپٹی مجسٹریٹ شہر کے عہدہ پر متعین تھے ان کا ذکر مولانا عاشق الٰہی میرٹھی
نے تذکرۃ الرشید میں ۲۲۲-۲ میں کیا ہے۔
ان تینوں کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی۔

۱۲ مولوی ابو النصر بن مولوی عبد الغنی گنگوہی، محدث گنگوہی کے ماموں زاد بھائی، بچپن کے رفیق اور بے تکلف
دوستوں میں تھے۔ شکل و صورت میں بھی محدث گنگوہی کے بہت مشابہ تھے۔ ۱۸۵۷ء میں محدث گنگوہی کے
وارنٹ جاری ہونے پر صورت کی حد درجہ مشابہت کی وجہ سے شبہ میں گرفتار کر لئے گئے۔ سپاہیوں
نے ان کو بہت مارا پیٹا اور تکلیف پہنچائی لیکن انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں رشید احمد نہیں ہوں۔ بعد میں
فوجیوں کو اس کا پتہ چلا تو انہوں نے چھوڑ دیا۔ محدث گنگوہی کی گرفتاری کے بعد ان کی بے قراری کا یہ
عالم تھا کہ دوڑ کے پیچھے پیچھے پا پیادہ سہارن پور تک گئے۔ طبیعت کی پریشانی اور موسم کی شدت کی وجہ سے
راستے میں بے ہوش ہو کر گر گئے۔ مگر جب ہوش آیا تو پھر وہی دھن تھی۔ بالآخر افتاں و خیزاں سہارن پور
پہنچے اور حضرت کی خیریت معلوم کی۔ ان کی والہانہ شیفتگی اور خدمات کے متعدد واقعات مولانا عاشق الٰہی
نے تذکرۃ الرشید میں نقل کئے ہیں۔ پہلے سفر حج میں جس کی تفصیلات آپ ان خطوط میں پڑھ رہے ہیں۔
حضرت کی ایسی خدمت کی جس کی نظیر نہیں۔ ان کی ان خدمات کی وجہ سے حضرت فرمایا کرتے تھے۔ ابو النصر
تو میری ماں ہے۔ (تذکرۃ الرشید ص ۲۰۸)

ایک معاملہ میں مولوی ابو النصر سے زک اٹھانے کے بعد دو شخصوں نے ان پر سحر کرا دیا جس کے اثر سے وہ درد
شقیقہ کے مریض ہو گئے۔ حضرت کو معلوم ہوا تو سنتے ہی بے ساختہ فرمایا۔ سحر کیا! اگر کرا دیا ہے تو وہ خود
نہیں رہے گا۔ اور دوسرا اندھا ہو گیا۔ چنانچہ ان میں سے ایک اگلے دن ہیضہ سے مر گیا اور دوسرا کچھ
دنوں کے بعد اندھا ہو گیا۔ مولوی ابو النصر نے بہت طویل عمر پائی۔ مولوی محمد ایوب انصاری گنگوہی کا بیان

ہے کہ مولوی ابوالنصر ۱۲۱۱ھ ، ۱۲۴۰ھ تک حیات تھے۔ تاریخ وفات معلوم نہیں۔

۳۰ تعارف حاشیہ ۲۹ میں گزر چکا ہے۔

۳۱ دیکھئے حاشیہ ۲۸

۳۲ مولانا عنایت اللہ تھانوی حضرت حاجی صاحب کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ حکیم الامت تھانویؒ نے امداد المشتاق میں ایک سے زائد مقامات پر مولانا کا ذکر کیا ہے۔ بمبئی میں قیام پذیر تھے۔ وہیں وصال ہوا۔ حضرت گنگوہیؒ نے اپنے آخری سفر حج ذی قعدہ ۱۲۹۹ھ اکتوبر ۱۸۸۲ء کے موقعہ پر بھی بمبئی میں مولانا عنایت اللہ سے ملاقات کی تھی۔

(مکاتیب رشیدیہ۔ مکتوب ۴۰ ص ۳۸)

افسوس مولانا عنایت اللہ کے مفصل حالات کہیں نہیں ملتے۔ مولانا عنایت اللہ صاحب نے طویل عمر پا کر ۱۳۰۵ھ میں بمبئی میں وفات پائی۔

۳۳ دیکھئے حاشیہ ۱۸

۳۴ حاشیہ ۱۰ ایک بار پھر ملاحظہ فرمائیں۔

۳۵ حضرت کے مکتوب گرامی میں محمود احمد ہے جو بظاہر سبقت قلم ہے۔ صحیح نام محمد احمد ہے۔ قاضی محمد احمد رسوا ابن قاضی غلام حیدر متوفی ۱۲۰۰ھ بن قاضی غلام حسین صدیقی کاندھلوی، قاضی محمد عبداللہ بن مولانا کریم الدین مذکر حفید قاضی ضیاء الدین سنامی متوفی ۷۰۵ھ کی اولاد میں سے تھے۔ قاضی محمد رسوا ذی علم اور خوش مزاج بزرگ تھے۔ سخن گوئی اور سخن فہمی کا پاکیزہ ذوق رکھتے تھے۔ جناب احسان دانش اپنی آپ بیتی میں لکھتے ہیں:۔

"کاندھلہ کی شعری فضا پر داغ اور ذوق کا رنگ غالب تھا۔ شاید اس وجہ سے کہ قاضی محمد ذکی کے بڑے بھائی قاضی محمد احمد صاحب رسوا استاد ذوق کے سلسلے کے تھے"

(جہان دانش ص ۱۰۴۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء)

استاد ذوق نے ۱۲۷۱ھ میں وفات پائی اور قاضی محمد احمد رسوا کا انتقال ۱۳۰۵ھ میں ہوا۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ قاضی محمد احمد ذوق کے بلاواسطہ شاگرد ہوں۔ قاضی محمد احمد نے اپنا کلام مرتب کیا تھا جو شاید اب بھی موجود ہے لیکن باوجود کوشش راقم سطور اس سے استفادہ نہ کر سکا۔

قاضی محمد احمد نے ۱۸۵۷ء کی جنگ میں بہت سرگرم حصہ لیا اور تھانہ بھون شاملی سے روپوش ہو کر آنے والے اشخاص کو اپنے مکان میں پناہ دی۔ قاضی عنایت علی خان کا مع پچاس سواروں کے آنا اور حضرت حاجی صاحب کی آمد بہت مشہور ہے۔ بغاوت کے الزام میں ان پر مقدمہ چلا۔ مکلفٹ نے جو فرد جرم عائد کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی محمد احمد جنگ سے پہلے ہدایات حاصل کرنے تھانہ بھون گئے اور ان کے بھائی قاضی عبدالرحمٰن و عبدالرحیم نے دہلی جا کر جنگی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ فرد جرم میں قاضی عنایت علی سرگروہ مجاہدین تھانہ بھون کا مع پچاس سواروں کے آنے کا بھی ذکر ہے۔ اس مقدمہ کی تفصیلات کا یہ موقعہ نہیں۔ ۱۸۵۷ء میں اہل کاندھلہ

کی شرکت، اجمٰن کاندھلہ پر الزام بغاوت میں مقدمات اور اس سلسلے کی تمام تفصیلات کے لئے کتاب "تاریخ کاندھلہ" کا مطالعہ فرمائیے۔

قاضی محمد احمد رتی کا انتقال ۱۲ رجب بروز سہ شنبہ ۱۲۸۵ھ ۵ ردسمبر ۱۸۶۸ء کو ہوا۔ قاضی صاحب نے دو صاحبزادے یادگار چھوڑے۔ قاضی محمود زکی صاحب زکی جو داغ مکول سے تعلق رکھتے تھے نہایت منکسار اور غریب پرور زندگ تھے شعر و شاعری کا ذوق تو ورثہ میں پایا تھا اس کے علاوہ خطاطی اور مصوری سے بھی شوق کرتے تھے۔ اس میں بڑی مہارت اور فنی کمال بہم پہنچایا تھا۔ جناب احسان دانش لکھتے ہیں :-

"قاضی محمود زکی گردو نواح میں معروف بزرگ تھے۔ عربی، فارسی، سنسکرت اور اردو میں اعلیٰ قابلیت رکھنے کے علاوہ بلند درجے کے شاعر اور چابکدست مصور بھی تھے۔ خصوصاً لالٹین اسکیچ میں انہیں بڑی مہارت تھی۔ ویسے وہ گلکاری اور ڈیزائننگ میں بھی بڑے بہ از قلم فنکار تھے۔ جب وہ کسی کو سامنے بٹھا کر تصویر بناتے تو تصویر اصل سے ٹکر کی نے لگتی اور جب وہ خط گلزار میں کچھ لکھ دیتے تو ان کے خطوط ہاتھ سے بولنے لگتے۔"

(جہانِ دانش، صـ ۲۸)

جناب احسان دانش کاندھلوی قاضی زکی کے شاگرد ہیں۔ قاضی زکی نے اپریل ۱۹۲۴ء میں وفات پائی ہے۔ جناب احسان دانش نے قاضی محمد احمد رتی کو قاضی محمود زکی کا بڑا بھائی بیان کیا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے قاضی زکی کے دوسرے بھائی قاضی ابو محمد تھے۔ ان کی وفات ۱۳ر صفر ۱۳۳۶ھ ۲۱ر نومبر ۱۹۱۷ء کو ہوئی۔

۱۳ؔ دیکھئے حاشیہ صـ ۴۰

۱۴ؔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں :-

انا زعیم ببیت فی ربض الجنۃ لمن ترک المراء وان کان محقا وببیت فی وسط الجنۃ لمن ترک الکذب وان کان مازحا وببیت فی اعلی الجنۃ لمن حسن خلقہ -

(رواہ ابی داؤد عن ابی امامۃ الباھلی مرفوعاً)

ترجمہ :- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں میں اس شخص کے لئے جنت کے اطراف میں ایک مکان کی ضمانت لیتا ہوں جو (آپس میں) جھگڑا ختم کر دے اگرچہ وہ حق پر ہو۔ اور جنت کے درمیانی حصہ میں مکان کی ضمانت لیتا ہوں اس کے لئے جو جھوٹ (بولنا) چھوڑ دے اگرچہ مذاق میں ہی کیوں نہ ہو۔ اور جنت کے اعلیٰ حصہ میں مکان کی ضمانت لیتا ہوں جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

(سنن ابو داؤد ج ۲ باب الحمود ص ۳۰۲ رطبع اول)

شیخ الاسلام نوویؒ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔ حدیث صحیح۔ ریاض الصالحین للعلامۃ النووی، المطبعۃ السعیدیۃ بمصر صـ ۱۱۹۔ اور علامہ مرتضیٰ الزبیدی نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ اس مفہوم کی دوسری

روایات کی تحقیق کے لئے دیکھئے اتحاف السادۃ المتقین للعلامۃ محمد مرتضیٰ الزبیدی، طبع جدید دار احیاء التراث العربی بیروت ص ۳۰۲ ج ۱ - ص ۴۲۹ جلد ۲ -

نیز ملاحظہ ہوں فیض القدیر علی الجامع الصغیر للعلامۃ المحدث محمد بن عبد الرؤف المناوی، طبعۃ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۱ھ ۱۹۷۲ء حدیث نمبر ۶۰۰۰ - ص ۳۵۴/۵ - کشف الخفاء و مزیل الالباس عما اشتہر من الاحادیث علی السنۃ الناس للعلامۃ اسماعیل بن محمد العجلونی، طبعۃ دار احیاء التراث العربی بیروت طبع ثالث حدیث نمبر ۲۱۹۹ - ص ۱۸۳ - حدیث ۲۲۴۴ ص ۲/۲۳۸ -

یعنی حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی (ولادت ۱۲۳۳ھ ۱۸۱۷ء - وفات ۱۳۱۷ھ ۱۸۹۹ء) پیر و مرشد حضرت محدث گنگوہی۔

حضرت علامہ مولانا سید عبد الرحمن بن سید رستم علی کاندھلوی، علم و فضل میں امتیازی مقام رکھتے تھے۔ مؤلف شمائم امدادیہ نے مولانا عبد الرحمن کو علامہ عصر سے یاد کیا ہے۔ اور محدث گنگوہی و مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے بعد حضرت حاجی صاحب سے بیعت ہونے والے جلیل القدر علماء میں سب سے پہلے مولانا عبد الرحمنؒ کا ذکر کیا ہے۔ شمائم امدادیہ۔ از جناب محمد مرتضیٰ خاں، فیض علی پریس کانپور ۱۳۱۴ھ ص ۲۰۔ امداد المشتاق ص ۲۲ - حضرت حاجی صاحب نے خلافت و اجازت بیعت سے بھی سرفراز فرمایا۔

(امداد المشتاق ص ۲۰۹)

اتباع شریعت، مشتبہات سے احتراز اور شان تقویٰ کا اس سے اندازہ ہوگا کہ مولانا کے چچا سید امام علی نے جو پولیس میں داروغہ تھے، مولانا کے مکان سے ملا کر اپنا مکان بنایا تو مولانا نے اس گلی سے گزرنا چھوڑ دیا طویل فاصلہ طے کر کے دوسری طرف سے مسجد وغیرہ جاتے تھے۔ لوگوں کے اصرار پر فرمایا، چچا پولیس میں داروغہ ہیں، ممکن ہے انہوں نے اس کی تعمیر میں رشوت کا پیسہ بھی لگایا ہوگا اس لئے میں اس کے سامنے سے بھی احتیاط کرتا ہوں۔ مولانا کی عجیب و غریب کرامات بیان کی جاتی ہیں۔

مولانا عبد الرحمن کے مولانا احمد علی محدث سہارنپوری سے خصوصی روابط تھے۔ مولانا احمد علی کی شائع کردہ تفسیر بیضاوی (جلد ثانی احمدی دہلی ۱۲۷۱ھ) کے آخر میں آپ کی لکھی ہوئی تاریخ طبع بھی شامل ہے۔

مولانا کو کئی بار زیارت حرمین کی سعادت حاصل ہوئی۔ ۱۲۷۷ھ میں حجاج کے اس عظیم تاریخی قافلے میں بھی شامل تھے جس میں مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا سید عالم علی دیوبندی، مولانا عبد السمیع بیدل رام پوری اور رامپور کے بہت سے افراد کے علاوہ مولانا مظفر حسین کاندھلوی، مولانا نور الحسن کاندھلوی مع متعدد افراد خاندان و قصبہ کاندھلہ شریک تھے۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے اپنے روزنامچہ میں کئی جگہ مولانا عبد الرحمن کا ذکر کیا ہے۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو۔ روداد سفر حج مشمولہ بیاض یعقوبی ص ۱۹۹ - ۲۱۰ مطبوعہ مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون۔

اس سفر میں مولانا عبدالرحمٰن ۱۹ ذی قعدہ ۱۲۷۷ھ و رجب ۱۲۸۱ھ کو مکہ معظمہ پہنچے ۔ مولانا کی وفات کے متعلق اُن کے خاندان کے معتبر ترین فرد منشی صدیق علی صاحب کا بیان ہے کہ مکہ معظمہ میں حضرت حاجی صاحب کی حیات میں وصال ہُوا۔

۴۰ تعارف حاشیہ ۴۵ پر آ چکا ہے ۔

۴۱ مسافت قصر مشہور اور مفتی بہ قول پر تین منزل یعنی اڑتالیس میل ہے ۔

خود حضرت گنگوہی تحریر فرماتے ہیں :۔

" چار برید جس کی سولہ سولہ میل کی تین منزلیں ہوتی ہیں، حدیث موطا مالک سے ثابت ہوتی ہیں مگر مقدار میل کی مختلف ہے لہٰذا تین منزل سب اقوال کو جامع ہو جاتی ہے ۔"

(فتاوی رشیدیہ، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی صفحہ ۴۲۷)

حضرت گنگوہی نے پہلی منزل تھانہ بھون قرار دی۔ تھانہ بھون کاندھلہ سے ۱۴ میل ۴۰۰ گز (۲۳ کلومیٹر) اور دوسری منزل رامپور ہے۔ رامپور تھانہ بھون سے ۱۶ ½ میل (۲۵ کلومیٹر) جبکہ رامپور سے سہارنپور تقریباً ۲۰ میل ہے بسطرح تیسری منزل پوری ہو جاتی۔ لیکن اگر کاندھلہ سے سہارنپور تک کی کل مسافت ۵۰ میل ۴۰۰ سو گز (۸۰ کلومیٹر) میں ۱۶ ½ میل یہ منزل تسلیم کی جائے تو تین منزلیں پوری ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا ۔

۴۲ تعارف کے لئے دیکھئے حاشیہ ۲۰

۴۳ یہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کا مقولہ ہے جسے حضرت گنگوہی اپنے مکاتیب میں بار بار نقل فرماتے ہیں۔ مولوی مختار علی انبیٹھوی کو ایک خط میں لکھتے ہیں :۔

" ہمارے شیخ الشیوخ قطب عالم شیخ عبدالقدوس فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو بعد مجاہدہ ہزار سالہ حسرت و درد نایافت حاصل ہو جاوے تو سب کچھ اس کو حاصل ہو گیا ۔

(مکاتیب رشیدیہ، مکتوب ۱۱۳ صفحہ ۷۵)

۴۴ تفصیلات حاشیہ ۳۵ میں گزر چکی ہیں ۔

۴۵ چند ورق پلٹئے اور حاشیہ ۱۱۵ ایک بار پھر ملاحظہ کریں ۔

۴۶ استاذ العلماء مولانا شاہ عبدالرزاق صاحب جھنجانوی، جنہیں عبدالرحمٰن حیرت نے اشرف العلماء مرجع الانام، امام الاتقیاء، رئیس الفضلاء، فخر الحکماء کے القاب سے یاد کیا ہے ۔ مفتی الٰہی بخش کاندھلوی کے نواسے اور عزیز ترین شاگرد تھے ۔ درسیات اور طب تمام تر مفتی صاحب سے حاصل کی ۔ مثنوی مولانا روم سے خصوصی شغف تھا۔ عبدالرحمٰن حیرت لکھتے ہیں :۔

" بر مثنوی معنوی عاشق بجان باختہ و برنگینی مضامینش از تہہ دل فریفتہ و جان باختہ و آویختہ بود۔"

(سفینہ رحمانی صفحہ ۱۲)

ترجمہ: مثنوی شریف کے عاشق زار اور اس کے مضامین پر دل کی گہرائیوں سے فریفتہ تھے ۔"

تمام مثنوی نوک زبان تھی۔ مثنوی شریف کا نہایت اہتمام سے درس دیتے تھے۔ درس میں عشقِ الٰہی کا ایک خاص جوش پیدا ہوتا تھا۔ حضرت مفتی الٰہی بخش کو مولانا روم سے بطریق اویسی مثنوی شریف کی اجازت حاصل تھی۔ پھر شاہ عبدالرزاق صاحب کے ذریعہ یہ سلسلہ عام ہوا۔ اس وقت بھی افغانستان اور ہند میں مثنوی شریف کے اکثر سلسلے مولانا عبدالرزاق کے ذریعے مفتی صاحب اور مولانا روم سے وابستہ ہیں۔ شاہ عبدالرزاق کے شاگردوں میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور مولانا شیخ محمد تھانویؒ کے نام سرِ فہرست ہیں۔

مثنوی سے اس عاشقانہ ارتباط کے ساتھ طب میں بھی اپنے ہم عصروں سے ممتاز تھے۔ عبدالرحمٰن حیرت لکھتے ہیں :-

"در فن نبض شناسی و مرض نفسی گوئے سبقت از ہمہ اطباء ربودہ ۔"

ترجمہ: - نباضی اور مرض نفسی میں اپنے تمام ہم عصروں سے ممتاز تھے۔ اس کے علاوہ بانک، بنوٹ اور سپاہ گری کے دوسرے فنون میں استادانہ مہارت رکھتے تھے۔"

اور بقول حیرت

"و بیشتر ایں فن سپہ گری و بنجارہ ہی آموختہ ۔"

سرسید کے ۵۴ سالہ رفیق اور دستِ راست حافظ عبدالرحمٰن حیرت مرتب "تہذیب الاخلاق" و مہتمم لٹریری سوسائٹی، مولانا کے ہمشیرزادے تھے۔ حیرت کی ابتدائی تعلیم و تربیت مولانا نے کی۔ پھر مولانا مظفر حسین اور مولانا نورالحسن صاحب کے ساتھ دلی لائے۔ یہاں پہنچ کر مولانا نورالحسن نے انہیں سرسید کے سپرد کر دیا۔ حیرت پھر آخر عمر تک سرسید کے ساتھ رہے۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو "انشائے فیض رحمانی" (مجموعہ مکاتیب حیرت) مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۸۵ء صفحہ ۲۲۸۔ و شمامہ مشام افروز تالیف عبدالرحمٰن حیرت مطبوعہ نول کشور۔

حیرت کو بھی مولانا عبدالرزاق سے بہت ہی تعلق تھا۔ ایک جگہ لکھتے ہیں :-

"ایں بزرگان دین تکیہ گاہ ایں دل شکستہ و دوائے شفائے ایں خستہ جگر اند ۔"

(انشائے فیض رحمانی صفحہ ۴۸)

ترجمہ: "یہ بزرگانِ دین اس دلِ شکستہ کا سہارا اور پریشانیوں میں آخری توجہ گاہ ہیں ۔"

حیرت نے انشائے فیض رحمانی میں مولانا کے چند ملفوظات بھی نقل کئے ہیں ص ۲۴، ۲۲۶ تا ۲۲۹-۲۲۵ اور سفینہ رحمانی میں بھی مولانا کا ذکر بہت محبت اور احترام کے ساتھ کیا ہے۔ صفحہ ۱۲۔

مولانا عبدالرزاق صاحب نے ربیع الاول ۱۲۹۴ھ اپریل ۱۸۷۵ء میں کاندھلہ میں وفات پائی اور مفتی الٰہی بخش کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔

عبدالرحمٰن حیرت نے سفینۂ رحمانی میں مشاہیر کاندھلہ اور اپنے محسنوں کے مختصر حالات فارسی میں لکھے ہیں۔
اس حصّہ کو پروفیسر محمد ایوب قادری نے مشاہیر کاندھلہ و دہلی کے نام سے اردو میں منتقل کیا۔ یہ مضمون سہ ماہی
"العلم" کراچی، جنوری تا مارچ ۱۹۶۷ء اور ماہنامہ "دارالعلوم دیوبند" اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۷ء کے شماروں میں
آیا۔ اس مضمون میں مولانا عبدالرزاق کا تذکرہ نہیں حالانکہ سفینۂ رحمانی میں مولانا عبدالرزاق اور اُن کے چھوٹے
بھائی مولانا عبدالغنی کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ (سفینۂ رحمانی ص ۱۲۰-۱۲۱) اس پر قادری صاحب نے توجہ
نہ فرمائی یا طباعت سے رہ گیا۔

[illegible] حافظ عبدالرزاق کاندھلوی۔ یہ کون بزرگ ہیں؟ علمی اعتبار سے کس پائے کے تھے؟ کب وفات پائی؟
کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ مولانا امیر باز خان سہارنپوری (ولادت ۱۲۵۸ھ ۔ ۱۸۴۲ء
وفات ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۷ء) نے قرآن شریف انہی بزرگ سے پڑھا۔ مولانا کا خود نوشت مجموعہ مکاشفات "
المستدرک اثنا عشر من اسرار اللطیف الخبیر" کے نام سے جلالی اسٹیم پریس مارہرہ میں طبع ہوا تھا۔ اس
میں مولانا امیر باز خان نے استاذی الاجل حافظ عبدالرزاق صاحب مرحوم کاندھلوی ص ۱۰۱/۲ کا
ذکر کیا ہے۔

والحمد للہ وعلیہ التکلان ۔

ماخوذ جواہر الفقہ

مصنف: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: مکتبہ دار العلوم کراچی

تقلید شخصی

کے متعلق قطب عالم فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد قدس سرہ گنگوہی
کا ایک مکتوب گرامی مشتمل بر تحقیق انیق

ذیل کا مکتوب قطب عالم حضرت گنگوہی قدس سرہ کے کاغذات سے عرصہ ہوا برآمد ہوا تھا اور صاحبزادہ حکیم مسعود احمد صاحب کو توسط سے احقر نے حاصل کر لیا تھا کیونکہ وہ بہت سے علمی جواہرات پر مشتمل ہے۔ یہ مکتوب اس زمانے کے ایک صاحب تصنیف بڑے عالم کے شبہات کے جواب میں ہے، افسوس کہ اصل خط جس کے جواب میں یہ والانامہ تحریر فرمایا گیا ہے دستیاب نہیں ہوا جس سے کہ جواب کا مضمون پوری طرح واضح ہوتا، لیکن اہل علم کے لئے اب بھی مطلب سمجھنے میں کوئی الجھن نہیں ہو سکتی۔ افادہ اہل علم کے لئے اس کو شائع کیا جاتا ہے۔

واللہ الموفق والمعین

مکتوب نمبر ۱۹۰

از بندہ رشید احمد۔ مولوی صاحب سلمہٗ! بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط دیکھ کر بہ جانفتہ

یہ شعر یاد آیا ؎

مرا خواندی و خود بدام آمدی ! نظر پختہ ترکن کہ خام آمدی

آپ نے خوب مباحثہ کیا ہے کہ خود ہی فریفتہ ہو گئے۔ بندہ آج کل نہایت عدیم الفرصت ہے۔ لکھنا دشوار ہے۔ کاش تم حاضر ہوتے تو اچھی طرح تقریر ہوتی۔

قولکم تقلید شخصی کو واجب سمجھنا بدعت سیئہ ہے۔

اقول آپ کے نزدیک تقلید شخصی مباح ہے۔ چنانچہ آپ اوپر مقرر ہوئے ہو مگر مباح ہونے کے آپ معنی نہیں سمجھے کیا ہیں ؟ سنو تو سہی تم نے تو معقول اور منقول دونوں کو دھو دیا ہے۔ نفس تقلید یعنی تقلید مطلق تو فرض۔ لقولہ تعالیٰ فاسئلوا الخ اور حدیث انما شفاء العی السوال۔ اور خود بدیہی بھی کہ دین بدون سیکھے نہیں آتا۔ عقل و حس کو اس میں دخل ہی نہیں۔ پس مطلق تقلید تو فرض ہے یقین ہے کہ آپ بھی قبول کریں گے ورنہ اثبات اس کا کر دیا جاوے گا اور اس کے دو فرد ہو رہے ہیں۔ تقلید شخصی اور تقلید غیر شخصی کیونکہ دونوں حصے ایک جنس کے ہیں۔ خواہ اس کو جنس اور دو نوع کہو یا مطلق اور دو فرد مقید کہو۔ خواہ کلی اور دو جزئی کہو۔ جس طرح چاہو مقرر کرو۔ بہرحال ہر دو نوع تقلید تحت تقلید مطلق کے ہو رہی ہیں جو فرض ہے۔ بھلا آپ سے کچھ پوچھتا ہوں کہ فرض کے نوع یا فرد مباح کس طرح ہوگئے ؟ مرد خدا فرض اور مباح تو متباین دو نوع ہیں کہ تحت جنس حکم کے ہیں۔ پھر ایک نوع متباین دوسری نوع کی فرد کس طرح ہوگئی ؟ ذرا تو سوچو تقلید مطلق تو فرض اور شخصی مباح اور حالانکہ یہ فرد ہے تقلید فرض کی۔ پس تمام آپ کا خلاصہ اسی خطاء فہم پر مبنی ہے۔

پس ہوش کر کہ تقلید ہر دو قسم فرض ہے کوئی مباح نہیں۔ مگر چونکہ امتثال امر تقلید میں تخییر ہے کہ جس فرد کو چاہو ادا کر دو۔ دوسرے کی ضرورت نہیں اور جو دونوں نہ کرو گے تو عاصی ہو گے۔ اس تخییر کو مباح کہہ دیا ہے بحاذا نہ یہ کہ خود شخصی بذاتہ مباح ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ کفارہ میں حلف کے مثلاً نفس کفارہ فرض ہے اور اطعام اور کسوۃ اور تحریر میں تخییر جس کو ادا کر دیا مطلق کفارہ سے براءت ہو گئی اور جو کسی کو نہ کیا عاصی رہا۔ علیٰ ہذا مطلق اضحیہ واجب اور بکرا اور تبیع بقر و ابل اور پھر نر یا مادہ وغیرہ جزئیات میں خیار جس فرد کا آتی ہوا ادا فرض ہی کا ہوا مباح کوئی بھی نہیں سب فرض ہیں مگر ایک کے اتیان سے سب سے بری ہو جاتا ہے۔ یہی حال جملہ کلیات کا ہے کہ مطلق شرعی فرض ہوتا ہے اور مباح کہنا اس کا باعتبار اباحت اختیار کسی فرد کے ہے نہ مباح مقابل فرض کہ آپ نے مشتبہ فرض ہو جانے مباح کا بے موقع کیا۔ ورنہ آپ ہی مشتبہ ہے کہ شخصی والے اسی آپ کی تقریر سے غیر شخصی کو بدعت سیئہ کہہ دیویں گے۔ کیونکہ غیر شخصی کس طرح فرض ہوتی ہے وہ بھی تو مباح سمجھی گئی ہے جو مذکور ہوا۔ اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہاں کہا ہے کہ غیر شخصی کے وجوب پر اجماع منعقد ہوا تاکہ مقابل فرع

لہ فاتحل ۱۲ ۔

اُس کے حرام ہو۔ کیونکہ وجوب کا مقابلہ حرمت سے ہوتا ہے۔ اگر فرضاً یہ ہے تو شخصی مباح کس طرح ہوگی بلکہ معلوم ہوئی اور یہی کوتاہ فہمی غیر مقلدین کو ہوئی ہے۔ بلکہ شاہ صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ قرون ثلثہ میں اجماع جائز رہا ہے۔ پس جواز سے دوسری نوع مقابل کی کراہت کس طرح ثابت ہوگی۔

امکان خاص تو پڑھا ہی ہوگا اور شرح میں ایک فرد کلی کے جواز سے دوسرے فرد کی کراہت کہاں ثابت ہے۔ جواز غیر شخصی سے جو صحابہ میں شائع رہا۔ شخصی بطور حرام کیونکر ہوا۔ بلکہ کلی کے حکم سے سب افراد جائز ہیں اور تقابل فرد واحد سے دیگر افراد مرتفع نہیں ہوتے وہ مساوی الاقدام رہتے ہیں۔ پس اگر یہ قاعدہ ذہن نشین ہو گیا ہے تو سوچو کہ جیسے آپ کے نزدیک شخصی مباح ہے ایسے ہی غیر شخصی بھی مباح ہی ہے اور جیسا کہ غیر معین کہ غیر شخصی مرادف اس کا ہے آپ کے نزدیک واجب ہے ویسے ہی معین کہ شخصی اُس کی مرادف ہے واجب ہی ہے اور حق یہی ہے کہ دونوں واجب ہیں اور اباحت دونوں میں بمعنی تخییر از تکاب احد ہما ہے اور بس اپنی ذات میں دونوں فرض ہیں تو آپ کا شبہ تو کافور ہوا۔ اب دوسرے جملہ کو بیان کرنا بھی بطور اعتراض کے ضروری ہے۔

قولہ کلمہ۔ اور جو آمین بالجہر و رفع یدین الخ لا ریب اگر موافق مسلک علماء کے یا موجب عمل بالحدیث کرے تو اس سے لڑنا حرام ہے مگر جو بوجہ کج فہمی و جہالت نفسانی کرے گا اور فتنہ اندازی کی وجہ سے تو اس سے لڑنا عین دین ہے کہ رفع فساد واجب ہے۔ یہ بھی بدیہی ہے اگر اس میں شبہ ہو انہیں واضح کیا جائے گا۔ اب حاجت نہیں کہی گئی۔

قولہ کلمہ۔ پھر تقرر عوام کے خوف سے تقلید شخصی کو الخ عزیزا بدعت سیئہ جب ہوتا کہ شخصی بذاتہ مباح ہوتی وہ مباح حق تعالیٰ نے و فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرض بتائی ہوئی ہے۔ مثل غیر معین کے اگر بوجہ سہولت کے یا عدم تقرر مذاہب کے شیوع غیر معین کا رہا تو علماء قرون ثلثہ سے منصوص فرض مباح کس طرح بن گیا اور کس طرح اس کا التزام بدعت ہو گیا اور کیوں محمود التزام قرون ثلثہ کا خلاف تخییر نص کے ایک فرد کو بدعت نہ ہوا۔ اگر غیر معین کا التزام بدعت نہیں تو معین کا کیسے بدعت ہوا؟ اور جو معین کا بدعت ہے تو غیر معین کا کیا وجہ ہے کہ بدعت نہ ہو نص میں دونوں برابر فرضیت میں دونوں مساوی۔ عمل میں ہر دو یکساں عجب العجاب ہے۔ اگر وجوب عمل غیر معین پر اجماع ہوا ہے تو کہیں ہم کو بھی مطلع کر دو۔ ہم نے آج تک دیکھا نہ سنا نہ عقل قبول کرے کہ اللہ تعالیٰ کسی کلی حکم کے ایک فرد کو التزام عمل امت بطور وجوب حرام کر دیوے اور عوام جو اللہ تعالیٰ کے ایک حکم کلی کے ایک فرد کا التزام کریں کہ ملتزم قرون سابقہ کے وہ نہ تھے بلکہ دوسرے فرد کے ملتزم تھے تو عوام بے چارے مبتدع ہو گئے کہ کیوں خلاف عمل قرون سابقہ کے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

بھائی اس کو اگر کوئی تم سے پوچھے کہ قرون ثلثہ کا عمل اللہ تعالیٰ کے حکم فرض کا ناسخ ہے اور یہ شرک ہے یا نہیں تو کیا جواب دو گے؟ ایسی حماقت سے مقلدین کو غیر مقلدین مشرک بنا کر خود مشرک ہوئے اور خبر نہیں ہوئی کہ طوق شرک اپنی ہی گردن میں آن پڑا۔ ذرا سنبھل کر دیکھنا۔

قولہ کلمہ۔ پس اس صورت میں عوام کو تنبیہ الخ

اقول: بے شک تاجیہ میں جیسے کہ ایسا عقیدہ فاسدہ نہ کریں بلکہ دونوں کو فرض سمجھا دیں ان اقوام جہاں کہ جس کو
جو باتیں عمل کریں بشرط عدم تغیر و عدم فتنہ و فساد اگر تغیر ہو مگر بے شک ظاہر ہے کہ فساد سے خالی نہ ہوگا۔ خواص
تو رکھتے ہیں مگر عوام فسادات سے ہرگز خالی نہ رہیں گے۔ اپنے مزے کو آج جو ہو حلال ہو ور کل حرام۔ ایک روز غضب خدا کا
اور دوسرے روز ناپاک خبیث۔ خوب سمجھتے ہوں گے کہ ہمارا دین خوب دہریوں کا مذہب ہے۔ اب بھی نصاریٰ نے
چند اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے مذہب کا ٹھکانا نہیں۔ پھر خود اہل اسلام عوام بھی ایسا کریں گے۔ خدا جزئیات
کو سوچ کر دیکھنا۔ اگر شبہ رہے تو پھر لکھنا۔ دو چار صورت اور عرض کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

قولکم۔ جیسے روزہ صوم شادی کی الخ

قولی: یہ مثال غلط ہے۔ روزہ فی ذاتہ مباح تھی نہ فرض تھی۔ اس کو دوسرے سے کیا مناسبت ہے۔ میاں آپ
کی بنا فاسد علی الفاسد ہے۔ مباح کو واجب بنانا حرام اور حرام سے منع کرنا واجب۔ واجب میں فساد کا خوف
درست نہیں اور نکاح خواہ اول ہو یا ثانی یا ثالث عند التوقان واجب اور بخوف زنا فرض۔ اس کا ترک حرام باوجود
قدرت کے تو نکاح ثانی کا اجرا بھی واجب ہے اور واجب کا ترک بخوف عوام درست نہیں اور تاکید نکاح
ثانی رفع فساد کے واسطے ہے کہ زنا ہے اور وہ مشہور ہے۔ نہیں آپ کی نظر نے بالکل بے محل نفس خوبیت کو
دیکھ لیا اس کے ثمرۂ لازم کو نہ دیکھا۔ اگر نکاح میں بھی کوئی دوسرا امر قائم مقام نکاح ثانی کے ہو کر دافع زنا ہو
جاتا تو قیاس کی بھی کوئی صورت ہوتی مگر یہاں تو سوائے نکاح کے کوئی چارہ ہی نہیں۔ لہٰذا نکاح کی ہر طرح واجب
ہوئی۔ تعجب ہے کہ یا علیہ میں کو چھوڑ کر دوسری فرد خود فرض سے عمل کو موجود ہے نہ فرض بھی ادا ہوا اور فرض رفع فساد کا
بھی ادا ہو۔ ہم سمجھ و ہم کہ باب صاف ہو گیا۔ پس نکاح کے مقابل قائم مقام ہو سوائے قطع اعضاء تناسل کے اور
وہ حرام ہی ہے۔ فافہم

قولکم۔ البتہ کوئی مثال ایسی ہو قرون خیر میں۔ الخ

اقول: یہ کلام آپ کی تو بس عجیب و غریب ہے۔ معلوم ہوتا ہے آپ کو مثالیں ہاتھ نہیں صحابہ کے قرن میں مباح تھی۔
نیچے جو مثال بہت روز تعظیم سے کہ یہ بھی فقہ ہے لقولہ من تشبہ بقوم فہو منہم۔ مکروہ تحریمی ہوئی۔ ہدایہ دیکھو
کہ سلف میں پیادہ کا عمامہ اور بیتین کا عمامہ دونوں جائز اور قرون ثلثہ میں بیتین کا مباح۔ ہدایہ پیادہ کا مکروہ ہوا تو ترک
عمامہ پیادہ واجب ہوا ترک مکروہ واجب ہے۔ تحقیق فلاں کہتا اول مباح تھا۔ فقہاء نے ترک کو اس کے واجب
کیا بسبب فتنہ عوام اور شیوع مذہب معتزلہ کے کہ ان کے نزدیک حق تعالیٰ اللہ پر ثواب مطیع و عذاب عاصی
دو مثال ہے اگر تسلی نہ ہو تو پھر دیکھا جائے گا۔ اور تم تو خود بڑے ہوئے ہو کہ روزہ مباح اور اب بسبب
تغیر کے حرام اور نکاح ثانی مباح اور بسبب خوف زنا واجب ہوا۔ مجھ سے کیا پوچھتے ہو تمام دنیا کے
عالم تو فعل و قول رسول کو حجت کرتے ہیں۔ اصل تقلید علیہ ذی سے اور آپ کہتے ہیں کہ وہ تو شارع تھے
ماشاء اللہ۔ مگر شارع کے فعل پر قیاس نہ ہوگا تو قیاس کی اصل کہاں سے لاؤ گے۔ پھر تو تم نے ایسی کمی کر دیا ہے

کوئی نہیں کہہ سکتا۔ قیاس قرآن و حدیث پر اوّل ہے۔ اس کے بعد کوئی امر دلیل ہوتا ہے تو اب بولو کہ یہ تم نے کیا لکھ دیا ہے اور صحابہؓ کا قول بھی خود حجت ہے۔ جیسا صحابہ مامور باتباع ہیں متبع بالکسر اوّل کے اور متبع بالفتح من بعد کے۔ ایسا ہی دیگر قرون میں سب ہے۔ نہ معلوم یہ فرق کہاں سے نقل کیا ہے؟ صحابہ کا فعل حجت اور مقیس علیہ ہوتا ہے اگر قیاس صحابہؓ کا نہ ہو۔

اصول کو دیکھ لو۔ فخر عالم علیہ السلام نے غیر قریش کی زبان میں قرآن کو رہا کیا۔ حضرت عثمانؓ نے اس کو حرام اور ترک کرنا اس کا واجب کر دیا۔ شورش عوام کی وجہ سے یہ عین حجت ہے۔ نہ یہ کہ اس کا مقیس علیہ بنانا درست نہیں کہ یہ قول محض غلط و خطا ہے۔ اب دوسری قسم کی مثال آپ کی محض خلاف فہم ہے کیونکہ قرون ثلثہ میں کیا عمل نہ ہونے سے فرض منصوص بدعت نہیں ہو سکتا اور جو بدعت ہے وہ جائز نہیں ہو سکتی۔ یہ آپ کی فہم غلط سے پیدا ہوا ہے۔

فاسئلوا اہل الذکر میں مجتہدین بھی داخل ہیں۔ نہ جانیں تو دوسرے سے پوچھیں حکم عام ہے کوئی مخصوص نہیں۔ احادیث صحیحہ و غیر منسوخہ کا جاننا ہی تو مشکل ہے اس کے لئے ہی تقلید کی جاتی ہے۔ اگر کسی کو معلوم ہو جاوے تو حاجت تقلید نہ ہو۔ مگر کیونکر معلوم ہو خود یہ بھی تقلید ہی ہے۔ دو حدیث صحیح متعارض کہ نسخ کسی کا معلوم نہیں۔ پھر کسی سے پوچھ کر کسی کو مرجح کرے گا ورنہ تذبذب میں رہا اور احتمال ائمہ کے حدیث نہ ملنے کا ایک لغو امر ہے جب معلوم اس کی تحقیق موجود ہے پھر یہ احتمال محض ہوائے نفسانی ہے۔

جیسا احادیث جہر آمین و رفع یدین وغیرہ میں صحیح ہیں۔ دوسری جانب بھی احادیث ہیں۔ ترجیح معارضہ کے وقت ہوتی ہے یہاں معارضہ ہی نہیں۔ امام صاحب بھی دونوں افعال کے مقر ہیں مگر آخر فعل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ تعارض میں وحدت زمان شرط ہے۔ دو وقت میں دو فعل کے ناسخ کا حال اور منسوخ کا تحقق نہیں پھر ایک نے ترجیح ایک جانب کو اجتہاد سے دی ہے جس کو چاہے قبول کر لے۔ اگر سمجھ جاؤ تو مطلع کر دینا ورنہ پھر لکھنا کہ تمہاری اصلاح ضروری ہے۔ تم تو ایک ہی بحث میں چال کیا چال چلنے لگے۔ اور شرم مت کرنا صاف صاف لکھنا کہ دین کی بات ہے۔ لغزش عالم کی خلق کو تباہ کرتی ہے۔ غیر مقلد اکثر دو تین قاعدہ کے ضبط سے خراب ہو گئے ہیں۔ براہین قاطعہ کو سمجھ لیتے تو ان خدشات سے محفوظ رہتے مگر سرسری نظر سے دیکھا ہے۔

بندہ

رشید احمد از گنگوہ

امتحان ہو جاوے اور وعدہ انعام پورا ہو جاوے اور وہ خواہش کریں اس وقت اصل ظاہر کر دینا کہ اس نیت سے جاتا ہوں۔ پھر وہ خواہ رخصت دیویں یا موقوف کریں حال کو مخفی مت رکھنا کہ خیانت ہے اور ان کو اپنے دفتر میں یادداشت میں متعین کرا دینا دشوار نہیں۔ اگر عوض پر قبول کریں تو بہتر ہے۔ ورنہ جناب مولوی[1] صاحب ملفوف ہے۔ ضرورت ہو تو دے دینا ورنہ خیر۔ مولوی محمود حسن صاحب کو بعد سلام کہہ دیویں کہ دس پندرہ نسخے ابن ماجہ مولوی فخر الحسن صاحب کے لیں خوشا سہارنپور روانہ فرما دیویں اور پھر مجھ کو تاکید سے لکھ دیویں کہ بہت جلد گنگوہ پہنچا دیویں۔ منظور حسین نے مولوی محمد حسن کو بھی کہا تھا مگر شاید وہ سستی کریں اور میری کتب کی جلد اگر تیار ہو گئی ہوں وہ بھی اسی کپڑے میں لپیٹ کر جس میں کتب یہاں سے گئی ہیں سہارنپور بھیجوا دیویں۔ اجرت کا دینا مولوی محمد حسن کو مقبول کیا۔ اجرت کا تعین کرنا مطلع کرنا بھی ضروری ہے تو ۲ ار ہوتے ہی ہیں شاید زیادہ دینا ہو۔ فقط والسلام

حافظ عبدالوہاب[2] کو سلام مسنون پہنچے۔

مکتوب ۱۹۲

مولوی محمد یٰسین صاحب السلام علیکم۔

آج تمہارا خط آیا۔ تم کو لازم ہے کہ اپنے مقصد کے واسطے یا عزیز کو صبح و شام اور دیگر اوقات میں بکثرت پڑھتے رہو اور کثرت کی کوئی حد نہیں جس قدر ہو سکے۔ ادنیٰ اس کا ستر بار ہے اور جو عدد اس سے زیادہ مقرر کر سکو کر لینا۔ فقط۔

اور دوسرے امر کا جواب یہ ہے کہ اگر تم کو ترقی و اضافہ کا روزگار ریاست میں کچھ مضائقہ نہیں۔ تم بلا تکلف چلے جانا حق تعالیٰ فضل فرماوے گا۔ اچھا کام کرتے رہنا۔ معاش کا تلاش ....[3] ہے اور پھر اس میں رضائے والدین بھی ہے۔ فقط والسلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۸ سے آگے) ریاست الور میں شفاخانہ کے عہدہ پر فائز کیا گیا۔ انہوں نے والد صاحب کو بھی اپنے ساتھ گوالیار لے جانا چاہا۔ چونکہ والد صاحب دارالعلوم دیوبند میں فارسی مدرس تھے، والد صاحب نے گوالیار جانے کے معاملے میں حضرت گنگوہیؒ سے مشورہ طلب کیا۔ اس کے جواب میں یہ خط آیا اور حسب ہدایت والد صاحب گوالیار چلے گئے۔ چند سال وہاں رہے۔ یہ سب واقعات میری پیدائش سے پہلے کے ہیں جو اپنے بچپن میں والد صاحب کی زبانی سنتے تھے۔ ۱۲

[1] شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی

[2] حکیم عبدالوہاب انصاری، ڈاکٹر انصاری کے بڑے بھائی اور یونانی طب کے حاذق حکیم اور مشہور نباض تھے، دہلی میں حکیم نابینا کے نام سے مشہور تھے۔ والد صاحب کے ہم سبق ساتھی تھے۔ والد صاحب ہی کے ذریعے حضرت گنگوہیؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے تھے۔ ان کو سلام لکھا گیا ہے۔ ۱۲ منہ

[3] یہ جملہ کرم خوردہ ہے۔

حافظ عبدالوہاب اور سب کو سلام پہنچے۔

در مدرسہ عربیہ دیوبند ضلع سہارنپور۔ بمطالعہ مولوی محمد یٰسین مدرس فارسی سلمہ برسد

مرسلہ بندہ رشید احمد عفی عنہ از گنگوہ ۷ صفر

مکتوب نمبر ۱۰۴

برادرم مولوی محمد یٰسین صاحب سلمہٗ! بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ خط تمہارا آیا، اس وقت بندہ گنگوہ نہیں تھا۔ آٹھویں شوال سے انبیٹھہ، رامپور[1] میں ہوں۔ کل یہ پرچہ خط تمہارا رامپور میں ملا۔ آج جواب لکھتا ہوں کہ بندہ تم کو نہیں بھولا دعاء خیرت یاد رکھتا ہوں مطمئن رہنا مگر فرصت تحریر جواب نہیں ہوتی۔ لہٰذا اگر تمہارے خط کا جواب نہ پہنچے تو ہم مجھ کو اپنی طرف سے غافل مت جاننا اور اپنے کام میں مشغول رہو، شغل جب تک جس قدر ہو سکے کرتے رہو اور گریہ و شوق مجھ کو سب سے مبارک ہو۔ حق تعالیٰ کی طرف سے فیضان ہے۔ شیخ خواہ دور ہو یا نزدیک شیخ ایک واسطہ ظاہری ہے ورنہ فیض حق تعالیٰ نے حاضر موجود کی طرف سے ہے کہ سب جگہ موجود ہے جس وقت فرصت ہو مراقب بیٹھ جایا کرو۔ کوئی ضرورت تعیین وقت کی نہیں۔ فقط

عزیز محمد ہاشم[2] کو بعد سلام و دعا کے کہہ دیویں کہ تم بیعت ہو گئے ہو۔ فقط

در گوہر پیار مکرمہ بندوبست مدرسان مولوی محمد قاسم کمشنر بندوبست رسید

بمطالعہ مولوی محمد یٰسین صاحب دیوبندی سلمہٗ رسد

بندہ رشید احمد گنگوہی۔ از رامپور ۱۸ شوال یکشنبہ[3]

مکتوب نمبر ۱۰۵

برادرم مولوی محمد یٰسین صاحب سلمہٗ! بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔

بندہ بعافیت ہے تمہارا خط آیا حال معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ تم کو کامیاب فرماوے۔ مولوی محمد قاسم صاحب جیسی تمہاری خاطر کرتے ہیں مجھے بھی اُن کی رعایت رکھنا بہت ضروری ہے کسی امر میں غفلت مت کرنا، ورنہ زیادہ تشدد مت کرنا اور ایسے امور سے کہ عقلا اور حواشی رواں کے تم سے ناراض ہوں بہرحال مت کرنا اور سب سے خلق و اخلاق سے ساتھ … ہے اور تواضع ایسی صورت میں کہ سب فخر کرتے ہیں بہت کرنا۔ ایسی صورت میں نفس کی مدافعہ

---

[1] رامپور منیہاران ضلع سہارنپور

[2] محمد ہاشم فرزند مولوی محمد قاسم کمشنر بندوبست

[3] تحریر سے معلوم ہوتا ہے یہ خط ۱۰ جولائی ۱۸۸۰ء کو رامپور سے لکھا گیا اور ۱۲ جولائی کو گنگوہ آیا رہنچا۔

عجب و تکبر پیدا ہو جاتا ہے اور اندر کی خلقی آ جاتی ہے۔ غرض اس سب کو محض فضل حق تعالیٰ کا جان کر تواضع اور حسن اخلاق کے ساتھ رہنا واجب ہے اور تشدد کے ساتھ کوئی مسئلہ اور حکم نہ کہنا چاہیے بلکہ حلم و نرمی و تحمل کے ساتھ مخلوق میں بہت تواضع سے رہنا۔

وہاں جانا بمشورہ بندہ ہوا ہے تم کسی سے بے پرواہ مت کرو، اگرچہ وہ سب لوگ بھی تمہارے خیرخواہ ہیں۔ تعبیر خواب کی یہ ہے کہ اہل مدرسہ کو تمہاری رعایت اور خیرخواہی اور مروت ہے اور تم سے کوئی ناراض نہیں۔ فقط والسلام

اپنے شاگردوں کو بھی میری طرف سے دعا سلام کہہ دیں۔ حافظ عبدالوہاب کل گنگوہ آئے تھے سلام کہتے ہیں، تمہارا حال اُن سے کہہ دیا ہے۔ فقط

جمعہ ۱۲ شعبان

مکتوب نمبر ۱۹۶

برادرم محمد یٰسین سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائید۔

آج پوسٹ کارڈ آیا اور دو تین روز گزرے کہ عزیزی سراج احمد کے ساتھ خط گیا تھا اور باب دیوبند آنے کے یہ مشورہ ہے کہ جب تک مولوی احمد حسین موقوف نہ ہو جاویں اس وقت تک وہ روزگار گوالیار ترک مت کرو، جاؤ ادھر سے بھی جاؤ اور رہنا بھی مطلب بر نہ ہو بہرحال جلدی مناسب نہیں روزگار کا ملنا دشوار ہے۔ یہ تم کو جو مل گیا غنیمت جانو جس وقت احمد حسین برخاست ہو جاویں اور تم کو ان کی رہ جانے کا وعدہ پختہ ہو جاوے، اس وقت وہاں سے ترک کرنا ورنہ نہیں۔ فقط

در گوالیار لشکر بندوبست ریاست بالا بلاد مولوی محمد قاسم صاحب کمشنر بندوبست
بملاحظہ مولوی محمد یٰسین روزنامچہ نویس سلمہ برسد
مرسلہ بندہ رشید احمد گنگوہی روز چہار شنبہ ۲۰ ذی الحجہ سنہ

مکتوب نمبر ۱۹۷

عزیزم مولوی محمد یٰسین سلمہ کو سلام مسنون۔

تمہارا خط آیا چونکہ ڈیڑھ ماہ سے بیمار و ضعف رہا جواب میں دیر ہو گئی اب افاقہ ہے جواب لکھتا ہوں کہ تم مجھ کو یاد ہو اور تم میرے عزیز ہو کسی وجہ سے تم دل میں ملال مت کرو بُعد ظاہر کا اعتبار نہیں۔ قرب دل کا اعتبار ہے جو کہ تم کو محبت ہے قرب بعد یکساں ہے۔ فقط

کسی بزرگ کے مزار پر اگر کبھی چلے جایا کرو مضائقہ نہیں۔ فقط

له خبر سے معلوم ہوا کہ ۲۰ اگست ۱۸۸۸ء کو گنگوہ سے لکھا گیا اور ۲۹ اگست ۱۸۸۸ء کو گوالیار پہنچا۔

تو تم ہر دم رضا مندی حق تعالیٰ کا دل میں خیال رکھو۔ کسی بشر کی رضا، کا دھیان مت کرو۔ دنیا کے لوگوں کی رضا و عدم رضا کا کچھ اعتبار نہیں۔ دیکھو کہ کمشنر صاحب خود اپنے ماتحتوں سے بھائی سے ناراض ہیں۔ پھر تم تو نوکر ہو اپنے کام سے کام رکھو اگر وہ کار لاحق ہو ان کا کوشش رہو، جب تک مقدور ہے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ ومن یتوکل علی اللہ فهو حسبه الآیۃ پیش نظر رکھو، تعویذ ملفوف ہے بازو پر یا گلو میں باندھ لینا۔ فقط

محمد ہاشم کو بھی دعا پہنچے اور معین الدین اگر ہوں تو ان کو بھی سلام مسنون کہہ دیں۔ اب تندرست ہوں مگر ضعف ہے۔

فقط والسلام۔

محمود حسن کا حال سن کر بہت تاسف ہوا۔ [illegible] بے فکر [illegible] کم ہوتا ہے۔ اگر کسی وقت ہو سکے تو اس قدر کہہ دینا اگر مناسب ہو کہ آپ کی اس حرکت کی خبر گنگوہ میں بھی ہو گئی ہے۔ تم ہو تو فقط

در گوالیار در محکمہ کمشنر بندوبست بر مکان مولوی محمد قاسم صاحب کمشنر بندوبست رسیدہ

بمطالعہ مولوی محمد یٰسین صاحب سلمہ برسد۔

مرسلہ رشید احمد عفی عنہ از گنگوہ [1]

مکتوب نمبر ۹۸

مولوی محمد یٰسین صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔

آپ کا خط آیا، مضمون معلوم ہوا۔ یہ سب تمہارا حسن ظن ہے اور محمد ہاشم کا جواب بھی اسی قسم کا ہے ورنہ اس عاجز کو پنا بھی خبر نہیں کسی کے معاملات کی خبر [illegible] بے شک ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب خیر خواہ مسلمانوں کے ہیں ان کے واسطے دعا کرو [illegible] سوائے اس کے نہ تصرف اور کچھ اختیار اور نہ کچھ خبر۔ حسب درخواست آپ کے ایک تعویذ ملفوف ہے۔ یہ ان کے بازو پر باندھ دیں اور دعا ان کی بہتری کی کرتا ہوں۔ بس اس کے سوا معذور ہوں والسلام۔ اور جب حاجی صاحب[2] تشریف [illegible] ہوں تو کچھ پوچھیں کہ یہ ضرورت ہے؟ مگر دعا سے ہرگز دریغ نہیں۔ اور سب کو سلام مسنون کہہ دیں۔ اہل دیوبند کو بھی اور جو جو واقف ہوں اور [illegible] صاحب کا خط [illegible] ان کو بھی سلام مسنون فرما دیں۔

در محکمہ بندوبست گوالیار بر مکان کمشنر بندوبست رسیدہ۔

بمطالعہ مولوی محمد یٰسین صاحب [illegible] سلمہ برسد۔ مرسلہ بندہ رشید احمد عفی عنہ از گنگوہ ۲۳ ربیع الاول[3]

---

[1] مہر سے معلوم ہوا کہ [illegible] دسمبر ۱۸۷۰ء کو گنگوہ سے لکھا گیا اور ۱۲ دسمبر ۱۸۷۰ء کو گوالیار پہنچا۔

[2] حضرت حاجی عابد حسین صاحب دیوبندی سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند

[3] مہر سے معلوم ہوا کہ ۲۲ [illegible] ۱۸۷۰ء کو یہ خط روانہ ہوا اور ۲۵ [illegible] کو گوالیار پہنچا۔

مکتوب نمبر ۱۹۹

برادرم مولوی محمد یٰسین صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون اینکہ

تمہارا خط آیا۔ شعبان میں مجھ کو آشوب چشم تھا مگر بیس روز کے بعد صحت ہوگئی تھی۔ چنانچہ شعبان ایام تعطیل کے تھے سبق بند ہوگیا تھا اور مشیت علی کو میں نہیں جانتا کہ کون ہے؟ اس قدر خیال رہے کہ اس پر بوجہ میرے نام لینے کے اس قدر اعتماد نہ کریں کہ مآل کار کوئی نقصان ہو جاوے اور پچھتانا پڑے۔ اور سوائے اس کے کسی کے ساتھ احسان کرنا عمدہ امر ہے اور مولوی شرف الحق صاحب یہاں نہیں۔ ایک مدت سے اُن کے ہاتھ سے خط لکھوانا بھی غلط ہے۔ فقط بندہ دعا امور کمشنر صاحب میں کرتا ہے کہ وہ خیر کے آدمی ہیں اور صاحب کشف نہیں ہوں جو براہ کشف اُن کی بابت بتلاؤں۔ البتہ دعا کرنے والا ہوں توقع ذات حق تعالیٰ سے رکھتا ہوں کہ کام اُن کا اچھا ہو کہ خیر خواہ خلق ہیں۔ فقط والسلام

تم نے ایسے موٹے کاغذ پر خط لکھا کہ بیرنگ ہوگیا تھا اور ٹکٹ ضائع ہوا۔ مجھ کو ایک آنہ دینا آیا۔ اور محمد حنیف کا خط بھی بیرنگ ہوگیا اُن کا کاغذ بھی موٹا گراں تھا کہ خواہ مخواہ ٹکٹ ضائع کرنا آپ کا ضرور ہے۔ باریک کاغذ پر خط لکھنا چاہیئے اور محمد حنیف کو بھی یہی کہہ دیں فقط۔

سب کو سلام پہنچے۔

در گوالیار باغ جنگیب رسیدہ در محکمہ کمشنر بندوبست
بمطالعہ مولوی محمد یٰسین صاحب ابلغ سلمہٗ
بروسہ مرسلہ بندہ رشید احمد عفی عنہ ۱۲ شوال

مکتوب نمبر ۲۰۰

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ مولوی محمد یٰسین صاحب سلمہٗ

بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط آیا معال دریافت ہوا۔ بندہ خیر خواہ ہے اور کمشنر صاحب کو اس باعث میں کہ خلق کثیر کو ان سے نفع ہے عزیز رکھتا ہوں اور جو جو امور خیر خلق کے وہ اب تک طرح طرح کے بلیات سے محفوظ ہیں۔ اب بھی بندہ دعائے خیر کرے گا اور پہلے بھی اُن کے واسطے دعا سے دریغ نہیں ہوا۔ آیت کریمہ اذا لدا الدوقت کا ختم وظیفہ ہونا چاہیئے کہ تین سو بار یا زائد پڑھی جاوے اور تعویذ بھی ملفوف ہے مگر ایک تفتیہ کمشنر صاحب اور اُن کے برادران کا جو حافظ انوار الحق سے ہو رہا ہے اچھا نہیں ہے۔ اس کی وجہ سے اندیشہ ہوتا ہے۔ آپ نے شعر بوستاں کا پڑھا ہے کہ کسی بزرگ نے بادشاہ طالب دعا کو جواب دیا تھا ؎

لہ مجھ سے معلوم ہوا کہ ۲۹ دسمبر [illegible] کو خط لکھا گیا اور ۱۲ دسمبر [illegible] کو گوالیار پہنچا۔

مکتوب ۲۰۳[1]

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون۔ والسلام۔
اینکہ آپ کے خطوط سے کیفیت معلوم ہوئی۔ بندہ آپ کی ہر ایک مدعا کے واسطے دعا کرتا ہے۔ حق تعالیٰ قبول فرماوے۔
بخدمت مولوی محمد یٰسین صاحب مسنون واحد ہے۔ فقط والسلام

مورخہ ۲۶ صفر روز شنبہ

بمدرسہ عربیہ دیوبند۔ ضلع سہارنپور۔ بلطف الله مولوی محمد یٰسین صاحب مدرس مدرسہ

مرسلہ بندہ رشید احمد عفی عنہ مورخہ ۲۶ ماہ صفر روز شنبہ

مکتوب ۲۰۴

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بخدمت مولوی محمد یٰسین صاحب سلمہ!

بعد سلام مسنون السلام مرقالعرض ہے بندہ آپ کے خط کا جواب روانہ کر چکا ہے۔ مگر بذریعہ سہارنپور روانہ کیا گیا تھا۔ اس وجہ سے وصول میں تاخیر ہوئی ہوگی؟ میں آپ سے کسی طرح ناراض نہیں ہوں اور نہ مجھ سے اب تک کسی نے شکایت کی۔ آپ اطمینان سے مدرسہ کا کام انجام دیتے جائیں۔ فقط والسلام

مورخہ ۵ ماہ جمادی الثانیہ روز سہ شنبہ

مکتوب ۲۰۵

از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
آپ کے خط سے حال معلوم ہوا کہ بندہ آپ کے واسطے دعا کرتا ہے۔ حسب المطلب آپ کے ایک تعویذ بھی مرسل ہے اس کو بازو پر باندھ لیں۔ حق تعالےٰ کا ادعا نہیں ہے۔

فقط والسلام

مورخہ ۱۰ ماہ جمادی الثانیہ روز سہ شنبہ

بمدرسہ عربیہ دیوبند ضلع سہارنپور۔ بلطف مولوی محمد یٰسین صاحب سلمہ

مرسلہ بندہ رشید احمد عفی عنہ روانہ کردہ از گنگوہ۔ ضلع سہارنپور۔

---

[1] یہ دونوں خط کسی اور صاحب کے نام تحریر ہوئے تھے اور چونکہ مضمون واحد ہے اور مولوی محمد یٰسین صاحب کے پتہ پر تحریر کئے گئے ہیں اس لئے یہ دونوں مولوی محمد یٰسین صاحب کے خطوط میں ہی شامل کر لیا۔

مکتوب نمبر ۲۰۶

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔
بندہ بحمدہ تعالیٰ بخیریت ہے۔ آپ کے خط سے کیفیت معلوم ہوئی۔ میں آپ کے لئے دعائے خیر کرتا ہوں اور سب احباب کے واسطے بندہ دعا کرنے والا ہے۔ انسان کو چاہیئے اپنے امور دنیوی کو بھی آخرت کے واسطے جان کر کرے کہ اس سبب سے وہ بھی عبادت ہو جاتے ہیں[۱] اور مولوی محمد قاسم صاحب سے میں نے بالکل انقطاع کو نہیں کہا بلکہ جیسے آپ نے لکھا ہے ویسا ہی رکھیں کہ زائد ارتباط نہ ہو۔ باقی معاملے سے تعرض نہ کریں۔ اُن کا لڑکا آپ کا شاگرد ہے اس سے مل لیا کریں۔ فقط والسلام

مرسلہ بندہ رشید احمد عفی عنہ ۔ مورخہ ۲۲ محرم ۱۳۱۶ھ (۱۸۹۸ء) مدرسہ عربی دیوبند
بمطالعہ مولوی محمد یٰسین صاحب مدرس فارسی سلمہٗ

مکتوب نمبر ۲۰۷

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۔ برادرم مولوی محمد یٰسین صاحب سلمہٗ
بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط آیا حال دریافت ہوا۔ جو کچھ حق تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے وہ ہو کر رہتا ہے کوئی اپنا منہ خواہ مخواہ سیاہ کر لیوے ورنہ بھلائی برائی سب حق تعالیٰ کی طرف سے ہے جب تک مدرسہ کا اجراء جس طرح منظور حق تعالیٰ کو ہے اس میں کوئی تبدیلی و تغیر نہیں ہو سکتی۔ سو جو کچھ غوغا اہل شہر اور حاجی صاحب[۲] کی اعانت سے ہے اس کا کوئی شکوہ نہیں رضا حق تعالیٰ پر بہ رضا دینا ضروری ہے۔
فقط والسلام
۲۲ جنوری ۱۳۱۶ھ (۱۸۹۸ء)

بندہ مع اپنے عزیزوں کے تندرست ہے مطمئن رہیں۔ یہاں بیماری بخار موسم کے سبب سے ہے اور جلد صحت ہو جاتی ہے۔ فقط والسلام
سلام مسنون اپنی سب جماعت کو پہنچا دیویں۔ اگر تکلیف نہ ہو۔ فقط مورخہ ۱۳ صفر ۱۳۱۶ھ (۱۸۹۸ء)

۱؎ محمد قاسم صاحب مجسٹریٹ گوالیار سے ترک ملازمت کر کے دیوبند آگئے۔ والد صاحب حاجی صاحب پہلے ہی آکر مدرسہ میں مدرس ہو چکے تھے اس وقت حاجی عابد حسین صاحب حاجی مہتمم اور حضرت گنگوہیؒ کے مابین دینی امور کی وجہ سے اختلاف ہوا تو قاسم صاحب حاجی صاحب موصوف کے ساتھ تھے جو انہوں نے تھے والد صاحب ارباب دارالعلوم کے ساتھ اُس وقت یہ نصیحت والد صاحب کو فرمائی گئی۔ ۱۲
۲؎ حاجی محمد عابد مہتمم دارالعلوم دیوبند

مکتوب ۲۰۸

مکرمی بندہ جناب مولوی محمد یٰسین صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ۔ از احقر حبیب الرحمٰن عفی عنہ[1]۔

بعد سلام مسنون عرض آنکہ نامہ سامی پہنچا مشکور ہوا۔ آپ کا خط آج بعد مغرب حضرت اقدس مرشد عالم دامت برکاتہم[2] کی خدمت میں پیش کر کے خود اچھی طرح سے سُنا دیا۔ حضرت اعلیٰ نے سُن کر فرمایا کہ دو خواب اول کی تعبیر میں ہے کہ تم لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ حافظ لیاقت علی کو بھی فائدہ پہنچتا ہے، مگر وہ ملازمت چھوڑ کر گھر ہی میں مشغول ہیں یہ وجہ کمی کی ہو۔ دوسری خوابوں کی بھی تعبیر یہ ہے کہ پاؤں کا دبانا تم لوگوں کے واسطے اچھا ہے۔ تیسرے خواب کی نسبت فرمایا چونکہ ایام ملازمت میں بہت سے مسلمانوں کو ان سے نفع پہنچا ہے اس خواب میں اس کی طرف اشارہ ہے اور اسی نفع رسانی کی وجہ سے وہ بہت بلاؤں سے بچ رہے۔ یہ بھی فرمایا تھا کہ خوابوں میں کچھ خیال کا بھی ملاؤ ہے۔ حافظ لیاقت علی[3] صاحب کی خدمت میں بعد سلام مسنون آنکہ آپ کا خط بھی حضرت اعلیٰ کو سُنا دیا۔ فقط والسلام۔

از گنگوہ سہ شنبہ ۲۰؍ شوال ۱۳۱۶ھ

یہ دوسرا پرچہ مولوی سراج الحق صاحب کے پاس جامع مسجد میں انہیں پہنچا دیں۔ فقط

دیوبند مدرسہ عربیہ۔ بملاحظہ مکرم مولوی محمد یٰسین صاحب مدرس فارسی سلمہم اللہ تعالیٰ

حبیب الرحمٰن عفی عنہ از گنگوہ شب سہ شنبہ

مکتوب ۲۰۹

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بمطالعہ مولوی محمد یاسین صاحب سلمہٗ

بعد سلام مسنون آنکہ خط آپ کا پہنچا۔ آپ کے حالات سے مسرور ہوا۔ حق تعالیٰ ترقی عطا فرماویں۔ قلب میں نورانیت کا معلوم ہونا یا سرور و حزن کا ہونا یا قبض و دھڑک یہ سب حالات اچھے ہیں۔ قصداً اس کو روکنا نہ چاہئے بلکہ اس کو اس کے حال پر چھوڑنا چاہئے۔ قلب میں انقباض سا ہونا بھی اچھا ہے۔ یہ انوار قلبی ہیں، بائیں جانب لطیفہ روح ہے یہ حرکت اس میں ہوتی ہے جس وقت خیالات دنیوی ذکر کے وقت آویں، اس وقت ذکر کو از سر نو شروع کرنا چاہئے۔ اگر اس سے بھی دفع نہ ہوں تو پھر اُٹھ کر وضو کر لیا کریں اور دفعہ دفع خیالات کے

---

[1] مولانا حبیب الرحمٰن دیوبندی۔ دار العلوم دیوبند کے مہتمم بھی رہے۔

[2] مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ

[3] حافظ لیاقت علی صاحب مولوی محمد یاسین صاحب کے حقیقی چچا زاد بھائی تھے۔

رہے مشغلہ رشتہ میں بھی کچھ حرج نہیں۔ تعبیر خواب کی یہی ہے کہ آدمی کو راسخ العزیمت رہنا چاہیے۔ والسلام

از گنگوہ ۱۰ جمادی الثانی سہ شنبہ ۱۳۰۹ھ دیوبند
بمطالعہ مولوی محمد یٰسین صاحب مدرس فارسی سلمہٗ
مرسلہ بندہ رشید احمد عفی عنہ

مکتوب نمبر ۲۱۰

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون آنکہ

بندہ بحمدہ تعالیٰ معہ متعلقین بخیریت ہے مژدۂ عافیت آپ کا باعث طمانیت ہوا۔ میں ہرگز آپ سے ناخوش نہیں ہوں اور جو وہ کوئی امر ناخوشی تھا بعذر آپ کی معذرت سے معاف ہوگیا تھا۔ اب اس کا ذکر کرنا فضول ہے۔ تخنیتا[1] کی اجازت پانچ سو مہر کی شاہ عبدالغنی[2] صاحب سے ہے اور نقش آسیب مرسل ہے۔ ملاقات خضر کا عمل مجھے معلوم نہیں ہے۔

از بندہ محمد یحییٰ[3] عفی عنہ۔

بعد سلام مسنون میں نے حسب ارشاد عریضہ سنا دیا تھا جو کچھ جواب ارشاد ہوا ارسال ہے۔ فقط والسلام

۷ محرم ۱۳۱۰ھ

مکتوب نمبر ۲۱۱

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ

بندہ بخیریت ہے مژدۂ عافیت آپ کا باعث اطمینان ہوا۔ میں آپ کے جملہ مقاصد کے لئے دست بدعا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے قبول فرماوے۔ آپ کے والد صاحب کے لئے بھی یہی دعا کرتا ہوں کہ جس جگہ ان کے حق میں بہتری ہو وہاں ان کی صورت ہو جاوے۔ میرے خیال میں دیوبند سے ریاست کی تنخواہ زیادہ ہوگی۔ فقط والسلام[4]

از بندہ محمد یحییٰ عفی عنہ

بعد سلام مسنون گزارش یہ ہے کہ گرامی نامہ میں کوئی امر جواب طلب نہ تھا۔ جناب کی طرف سے تقاضائے جواب

---

۱ دوا تخنیت ۲ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۳ مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی والد مولانا محمد زکریا کاندھلوی شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

۴ یہ خط کسی دوسرے صاحب کے نام ہے مگر مولوی محمد یٰسین صاحب کے خطوط میں شامل ہے۔

طلب تھا حضرت بغرض اطمینان جواب ارسال ہے۔ مولوی محمد یٰسین صاحب بعد سلام مسنون مضمون مندرجہ پشت ملاحظہ فرمائیں۔

مکتوب ۲۱۲

اللہ

مکرمی مولوی محمد یٰسین صاحب سلمکم اللہ تعالےٰ

از احقر حبیب الرحمٰن۔ بعد سلام مسنون آنکہ آپ کا خط عرصہ ہوا آیا تھا۔ اسی روز حضرت دامت برکاتہم کو سنا دیا تھا اس وقت سن کر یہ فرمایا تھا کہ بعد میں جواب لکھوا دیا جاوے گا۔ بعد میں ایک دو دفعہ خط کو لے گیا مگر موقع نہ ملا۔ آج حافظ ابو محمد صاحب کے ہاتھ دوسرا خط پہنچا۔ آج حضرت اعلیٰ سے عرض کیا۔ فرمایا جواب لکھو۔ چنانچہ حضرت کی طرف سے حسب الارشاد لکھتا ہوں:-

"مجھے آپ کے واسطے کلمۂ الخیر کہنے سے کچھ بھی عذر نہیں مگر یہاں بیٹھے ہوئے کچھ وعدہ کروں تو ایفاء مشکل ہوگا۔ مگر رائے میری یہی ہے کہ آپ اپنے اسی موجودہ کام کو لیجئے جس اسلوب سے کرتے رہیں جس سے اہل مشورہ کو آپ کی سفارش اور قدردانی کا موقع ہے۔ دعا بھی میں آپ کے واسطے کرتا ہوں۔ آپ مجھے دعا سے نہ بھولیں ظہر الغیب طرفین کی دعا قبول ہوتی ہے۔ بخدمت حافظ لیاقت علی صاحب سلام مسنون۔ فقط

مکتوب ۲۱۳

از بندہ محمد یحییٰ عفی عنہ۔ بخدمت مولوی محمد یٰسین صاحب زاد مجدہم

بعد سلام مسنون گزارش آنکہ عرصہ ہوا گرامی نامہ سامی مشعر استشارہ درسی ترقی بمدرسہ عربی باعث اعزاز ہوا تھا چنانچہ حضرت کی خدمت میں بہ الفاظہٖ گزارش بھی کر دیا تھا مگر جو یہ نہ معلوم ہوا کہ جواب فرمودہ حضرت مدظلہم العالی آپ تک پہنچا یا نہیں؟ حضرت نے فرمایا تھا کہ رائے تو ٹھیک ہے مگر مہتمم صاحب بغیر کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اب آپ وہاں اپنے طور پر اس کو منظور کرالیں تو بہتر ہے۔ اگر وہاں پاس ہو گیا تو حضرت کی طرف سے منظوری سمجھیں۔

فقط والسلام

لہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ

ٗلہ یہ بات والد صاحب کے مشورہ سے تذکرہ میں آچکی ہے کہ دارالعلوم کے نصاب مدرسی مکمل کرنے کے بعد اتفاق سے ایک مدرس فارسی کی جگہ خالی تھی۔ حضرت اشرف حضرت کے پیش نظر اس وقت اسی کو قبول کر لیا تھا مگر طلوع ہیہ ظاہر رہے تھے اس کا افسوس تھا کہ اعلیٰ درس کی خدمت کرلی۔ اس بنا پر اعلیٰ مدرسی کے لئے اس وقت کوشش فرمائی تھی۔ ۱۲

مکتوب ۲۱۴

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند۔

بندہ بخیریت ہے۔ آپ کے خطوط سے کیفیت دریافت ہوئی۔ میں جملہ مقاصد کے لئے دست بدعا ہوں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے قبول فرما دے۔ آمین! محمد قاسم کا خط یہاں بھی آیا ہے۔ مولوی ابوالقاسم صاحب کے متعلق وہاں سے کوئی خبر نہیں ملی۔ محمد ہاشم اور احباب کی کامیابی و دعا برآری کے لئے میں دست بدعا ہوں۔ فقط والسلام

از بندہ محمد یحییٰ السلام علیکم مزاج شریف۔

ولانا محمد رضا حرفی محسنا دیا تھا۔ فہرست کتب انعامیہ مرتب کرا کر بھجوا دیجئے۔ فقط والسلام

بمدرسہ عربیہ دیوبند ضلع سہارنپور

بمطالعہ مولوی محمد حسین صاحب مدرس فارسی سلمہٗ

مرسلہ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

۱۶ ذی قعدہ ۱۳۲۰ھ

مکتوب ۲۱۵

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند۔

بندہ بخیریت ہے مژدۂ عافیت باعث اطمینان ہوا۔ میں دعا گو ہوں تمہارے لئے اور جملہ احباب کے لئے دعائے خیر کرتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر اپنے سب کاموں میں نظر رکھا کرو وہی سب کا کفیل و کارساز ہے۔ فقط والسلام۔

از بندہ محمد یحییٰ بخدمت مولوی محمد حسین صاحب و منشی امداد الحق صاحب و دیگر احباب سلام مسنون۔

۲۴ ذی القعدہ ۱۳۲۰ھ

مکتوب ۲۱۶

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون الاسلام آنکہ۔ بندہ آپ کی تحریر کے موافق دعا کرتا ہے اور کوئی شے میرے اختیار میں نہیں ہے۔ علم غیب اللہ تعالیٰ کو ہے میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو کیا منظور ہے۔ البتہ دعا میرا کام ہے سو میں دعا کرتا ہوں۔ یہ مضمون محمد ہاشم سے بھی کہہ دیں۔ فقط والسلام

مورخہ ۱۱ ربیع الاول روز شنبہ۔ مدرسہ عربیہ دیوبند۔ مولوی محمد حسین صاحب سلمہ پہنچے

بندہ رشید احمد عفی عنہ ۱۱ ربیع الاول

مکتوب ۲۱۷

از بندہ رشید احمد عفی عنہ عنایت فرمائے :

بخدمت مولوی محمد یٰسین صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط آیا، حال دریافت ہوا۔ منشی محمد قاسم خاں کے دو خط بندہ کے پاس بھی پہنچے۔ بندہ اُن کے واسطے دعا کرتا ہے اور ہرگز کبھی بددعا اُن کے واسطے نہیں کی۔ وہ قطع رسالہ ختم ہیں۔ وہ جو امور متعلق حافظ انوار الحق سے ہیں ان میں بھی ان کو بے قصور جانتا ہوں۔ لہٰذا میری طرف سے کوئی وسوسہ دل میں نہ لاویں اور دعا کو تصور کریں۔ اگر میری دعا میں اثر ہے تو بفضلہ وہ بری ہو جاویں گے مگر غضب یہ ہے کہ اُن کے برادر منشی منظور احمد وغیرہ امور میں ایسے مفسدہ میں شریک ہیں کہ جس کا انجام دین و دنیا میں اُن کے واسطے اچھا نہیں اور مولوی منشی محمد قاسم کی بہن بیوی منظور احمد ہے۔ یہ امر حاجزان کی صفائی کا ہے تو قریب یقین کے ہے مگر اس میں وہ بے چارہ معذور ہے کہ اس کی قدرت سے خارج ہے۔ فقط
سب لوگوں کو وظیفہ صبح و شام کا تلقین کر دیویں جو حدیث کے وظائف ہیں سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ صبح و بعد عصر اور کچھ درود شریف ظہر کے وقت اور استغفار سوتے وقت بس کافی ہے اور سب کو میری طرف سے سلام مسنون کہہ دیں۔

در مدرسہ عربیہ دیوبند - بمطالعہ مولوی محمد یٰسین صاحب مدرس فارسی سلمہ برسد

مرسلہ بندہ رشید احمد عفی عنہ از گنگوہ

۱۸ ذی الحجہ دوشنبہ

مکتوب ۲۱۸

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ مولوی محمد یٰسین صاحب السلام علیکم

خط آیا حال معلوم ہوا۔ تم حسبنا اللہ و نعم الوکیل کو بکثرت پڑھو اور حق تعالیٰ پہ نظر رکھو اور مخالفت شرع سے بچو سب فضل ہو جاوے گا۔ ایک تعویذ ملفوف ہے اس کو اپنے ساتھ رکھنا۔ خواہ بازو پر خواہ گلے میں۔ فقط والسلام

در دیوبند۔ بمطالعہ مولوی محمد یٰسین

مرسلہ رشید احمد عفی عنہ

مکتوب ۲۱۹

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ۔

آپ کا خط آیا، مرض زوجہ تمہاری سے ملال ہوا۔ حق تعالیٰ صحت دیوے۔ بندہ خود کافی رنجور ہے۔ اس وقت

بھی تکلیف ہے اور دُور دست ہے کیا نسخہ تجویز کروں معذور ہوں مگر تعویذ شفوف ہے جو گلے میں ڈال دینا اور سورۃ فاتحہ پانی یا عرق پر دَم کر کے پلاؤ جس قدر پڑھو سکو کوئی تعداد مقرر نہیں۔ فقط والسلام
ایک جلد ہ ہے وہ مولوی عبد الجلیل بنگالی کو دے دینا۔ فقط سب کو سلام پہنچے۔
۱۰ رجمادی الاوّل

مکتوب ۲۲۰

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند
بندہ بخیریت ہے آپ کے خط سے کیفیت واضح ہوئی۔ مجھ سے آپ کی شکایت کسی نے نہیں کی اور اگر کسی نے آپ کو یہ خبر دی ہے تو غلط ہے اور اگر صرف آپ کا خیال ہے تو بھی درست نہیں اور میں آپ سے ناراض بھی نہیں ہوں۔ آپ اپنا کام دیانت و محنت سے کرتے رہیں اور عوام (عام) لوگوں کی رضامندی و عدم رضامندی کے اوپر مدار نہیں۔ البتہ کوئی کام جس سے مدرسہ والے ناراض ہوں یا وہ مدرسہ کے واسطے مضرت ہو نا چاہیئے۔ فقط والسلام اور احباب سے سلام مسنون کہہ دیویں۔

مورخہ ۱۰ رجمادی الثانیہ روز یکشنبہ بمدرسہ عربیہ دیوبند
مولوی محمد حسین صاحب مدرس فارسی سلمہٗ
مورخہ ۱۰ رجمادی الثانیہ
مرسلہ بندہ رشید احمد عفی عنہ

مکتوب ۲۲۱

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ مولوی محمد حسین صاحب سلمہٗ
السلام علیکم خط آیا۔ جواب یہ ہے کہ پاس انفاس میں ہمارا طریقہ یہ ہے کہ اندر "اللہ" اور باہر آتے نفس "ھو" ہووے۔ بعد وتر دو رکعت تہیاً ثواب کامل اور قعوداً نصف ثواب مثل دیگر رکعات کے ہے۔ مالا بد[1] کا لکھنا معتبر نہیں۔ جو مسافر چودہ روز کی نیت سے قیام کرے صلوٰۃ واجب اور افطار بھی رمضان میں اس کو مباح ہے کہ ہنوز مسافر ہے اور رخصت کا اطلاق اس امر پہ برابر ہے۔ ایسے انزال سے قصداً ہو یا بلا قصد کفارہ نہ آوے گا۔ قصداً اس میں فساد صوم کا ہو گا۔ قضا ر واجب ہووے گی۔ شرح ہدایہ[2] میں لکھا ہے۔
منظور احمد[3] یا حامد کو کیا وہ صوبار پڑھا کریں۔ سب کو سلام مسنون کہہ دیویں۔ باقی خیریت ہے۔
مورخہ ۵ رمضان پنجشنبہ

---

[1] مالا بد منہ تصنیف قاضی ثناء اللہ پانی پتی[2] فقہ کی مشہور کتاب [3] میرے چچا داد صاحب کے چھوٹے بھائی ۱۲

مکتوب نمبر ۲۲۲

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بخط العزیز مولوی محمد حسین صاحب سلمہٗ

بعد سلام مسنون آنکہ خط آپ کا آیا حال معلوم ہوا کبھی کوئی شخص ایک حال پر نہیں رہتا کبھی قبض کبھی بسط سبب کو رہتا ہے۔ آپ اپنا کام کئے جاویں بندہ دعا کرتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ نے پریشانی قلب بھی جاتی رہے گی۔ محمد ہاشم کو داخل سلسلہ کر لیا ہے۔ فقط والسلام

دیوبند

بخط العزیز مولوی محمد حسین صاحب مدرس قاری مدرسہ عربیہ دیوبند

مرسلہ بندہ رشید احمد عفی عنہ

مکتوب نمبر ۲۲۳

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

بعد سلام مسنون آنکہ بندہ بخیریت ہے۔ آپ کے لئے بھی دست بدعا ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ امراض و آلام سے محفوظ رکھے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مجھے عملیات سے مناسبت ہے نہ واقفیت البتہ دعا سے مجھے دریغ نہیں ہے۔ آپ کی تسلی کے لئے توبہ و استغفار اور کثرت صدقات و خیرات مفید ہے۔ فقط والسلام

از کاتب الحروف سلام مسنون

مکتوب نمبر ۲۲۴

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

بعد سلام آنکہ بندہ بخیریت ہے۔ آپ کے لئے دست بدعا ہے۔ اللہ تعالیٰ صحت و عافیت بخشے آپ کی اہلیہ کی حالت سے سخت تکلیف ہوئی حق تعالیٰ ان کو صحت و عافیت بخشے۔ مجھے دعا سے غیر سے دریغ نہیں ہے بہرحال دست بدعا ہوں اور تعویذ بھی ارسال ہیں۔

فقط والسلام

از بندہ محمد یحییٰ عفی عنہ سلام مسنون

بدایت فرمائے بندہ مولوی محمد یاسین صاحب سلمہٗ

مرسلہ: بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

مکتوب نمبر ۲۲۵

از بندہ رشید احمد بعد سلام مسنون آنکہ

جس کسی کو جو کچھ ملتا ہے مقدر سے ملتا ہے کہ کسی کی دعا سے نہ التجا سے مگر تاہم یہ دنیا عالم اسباب ہے تو ہر چیز کے لئے اسباب و تدبیر و موانع بھی ہیں ـ

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

دونوں تو میں اس قابل نہیں ہوں اور اگر آپ کا ارادہ ایسا ہے تو اس کے لئے ظاہری سبب موافق اس کے جیسا بزرگوں نے چاہا ہے یہ ہے کہ آپ دو[1] چار سال کے لئے یہاں آ پڑیں اگر مقدر میں ہوگا تو حل ہو جائے گا اور تعلقات دنیوی میں سلوک البتہ دشوار بلکہ ناممکن ہے۔ والسلام

اور میرے واقفوں کو سلام مسنون کہہ دیجئے گا۔

مکتوب نمبر ۲۲۶

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص نکاح ثانی کو باوجود علم اس امر کے کہ یہ قرآن شریف سے ثابت اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے عیب اور بے عزتی سمجھتا ہے اور اس کے کرنے والے کو بے غیرت اور کمینہ کہتا ہو یوں کہتا ہو کہ ہم اس کو حق جانتے ہیں اور حضرت کی سنت سمجھتے ہیں مگر چونکہ ہماری قوم میں اس کا رواج نہیں اس واسطے ہم اس کو عار اور ننگ جانتے ہیں اور اس کے مرتکب کو حسب رواج اپنی قوم کے نام رکھتے ہیں اور کمذات کہتے ہیں۔ اب ان دونوں صورتوں میں مطابق شرع شریف کے ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ اس شخص کے ساتھ معاملہ رشتہ ناتہ کا کرنا یا شادی غمی میں اس کے شامل ہونا یا اس کے جنازہ میں جنازہ کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

حکم حق تعالیٰ کو یا کے طریقہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عیب یا موجب بے عزتی کا جانے یا

---

[1] دادا صاحب چونکہ صاحب عیال تھے جن کا گزارہ دادا صاحب کی تنخواہ پر تھا اس کو چھوڑ کر چند سال گزارنا اختیار میں نہ تھا اس لئے بیعت نہ ہو سکے اور عمر بھر اس پر افسوس ہی کا اظہار فرماتے رہے۔

اس کے کرنے والے کو بے غیرت کے وہ ملعون کافر ہے اور مخالف حق تعالےٰ کا اور جہنمی ہے اور مرتد ہے اور باوجود معترف اس امر کے کہ یہ حکم حق تعالےٰ کا اور سنت ہے اور پھر بھی اس کو اپنے رواج کے سبب ننگ و عار کا سبب جانتا ہے۔ یہ زیادہ تر موجب اس کے کفر و مخالفت حق تعالےٰ کا ہے کہ وہ شقی ملعون اپنے رواج کفر کو خدا تعالےٰ کے حکم سے اچھا جانتا ہے۔

پس ایسے شخص سے ترک ملاقات و معاملات کرنا عین حق ہے اور اس سے رشتہ و تعلق رکھنا ہرگز جائز نہیں بلکہ اس سے علیحدہ ہو جاوے اور اس کو مبغوض ترین حق تعالےٰ کا جان کر اس کا دشمن ہو جاوے اور اس کے جنازہ کی نماز ہرگز نہ پڑھے کہ وہ کافر ہے۔ کذا فی کتب الحدیث و الفقہ و العقائد۔

واللہ تعالےٰ اعلم

کتبہ

رشید احمد گنگوہی

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے جو مکاتیب میرے پاس محفوظ تھے وہ تمام ہو گئے۔

اِرشاداتِ مُجددِ الفِ ثانی

انتخابِ مکتوباتِ امامِ ربانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ

انتخاب و عنوانات:

جناب محمد اشرف خاں کمالی ایم اے علیگ

اِدارۂ اِسلامیات

انارکلی، لاہور، پاکستان

فون [illegible] [illegible] [illegible]